

پاک و ہند میں زبان زد عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فی حجازہ

2

مفت طارق امیر خان صاحب

مختص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا نور البشیر صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی



مکتبہ سہیل فاروق



جُمْلَہٗ حُقُوقِ بَحَقِ نَاشِرِ مَحْفُوظِ ہِیں



نام کتاب..... غیر معتبر روایا کا فنی جائزہ

تالیف..... منی طارق امیر خان صاحب

اشاعت اول..... جنوری 2018ء

تعداد..... 1100

طابع..... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر..... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34604566 Cell: 0334-3432345

ای میل..... maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر کچھ بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاؤم اللہ



ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار لاہور

مکتبہ علمیہ، جمالی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

وحیدی کتب خانہ، محلہ جی تھنوالی بازار پشاور

مکتبہ غزنوی، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ فاروق اعظم، پشاور

مکتبہ بیت العلم، پشاور

دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

کتب خانہ رشیدیہ، راجست بازار راولپنڈی

مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ سنیاتہ روڈ فیصل آباد



جُمْلَہ حُقُوقِ بَحَقِ نَاشِرِ مَحْفُوظِ ہِیں



نام کتاب غیر معتبر روایا کا فنی جائزہ
تالیف منشی طارق امیر خان صاحب
اشاعت اول جنوری 2018ء
تعداد 1100
طابع القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34604566 Cell: 0334-3432345
ای میل maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر کچھ بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزا کم اللہ



ملنے کے پتے

دائر الاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ،
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ،
آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ،
سٹر کی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ،
راجپوت بازار اوپن سنڈی
مکتبہ العارفی،
خیابان امدادیہ، سیٹیاں روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید،
اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ،
جی ٹی روڈ اکوڑہ ٹنک، ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ،
عجلی قصبہ خانی بازار پشاور
مکتبہ غزنوی، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ وقار و اعظم، پشاور
مکتبہ بیت العلم، پشاور

صفحہ نمبر	فہرست مضامین
۱۵	آیت قرآنی
۱۵	حدیث مبارک
۱۶	عرض ناشر
۱۹	مقدمہ

صفحہ نمبر	فہرست روایات فصل اول (مفصل نوع)	
۲۶	”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام۔“	روایت ①
۵۰	”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“	روایت ②
۵۸	”آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے۔“	روایت ③
۶۶	”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے۔“ ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“ کو ذکر کیا جائے گا۔	روایت ④
۹۷	”حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔“	روایت ⑤
۱۱۱	”باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ ہوتے، تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔“	روایت ⑥
۱۵۳	آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ نے	روایت ⑦

	میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔“۔ ضمنی طور پر روایت: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔“ کو ذکر کیا جائے گا۔	
۱۶۳	”جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے۔“	روایت ۸
۱۸۷	”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں عمر کی۔“ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے۔“	روایت ۹
۲۰۹	”کھڑے ہو کر کنگھی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے۔“	روایت ۱۰
۲۱۹	”اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔“	روایت ۱۱
۲۲۷	”عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔“	روایت ۱۲
۲۳۸	گوہ کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا۔	روایت ۱۳

۲۵۵	روایت (۱۴) ”الدنيا مزرعة الآخرة“. دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
۲۶۰	روایت (۱۵) ”تخلّقوا بأخلاق الله“. اللہ کے اخلاق اپنائو۔
۲۶۲	روایت (۱۶) ”کھانے کے بعد کی دعا: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين“۔ یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظ: ”من“ کی زیادتی مصادرِ اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“ ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔
۲۶۵	روایت (۱۷) وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھنے کے مختلف فضائل۔
۲۷۲	روایت (۱۸) ”أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة“۔ سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ! امت محمد پر رحمت عامہ فرما۔
۲۸۰	روایت (۱۹) جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔
۲۸۵	روایت (۲۰) ”المعدة بيت الداء، والحمية رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عودته“۔ معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ ضمناً اس رویت کی تحقیق بھی کی جائے گی: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر

	لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔	
۲۹۶	”العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان“: علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔	روایت (۲۱)
۲۹۸	”خیر البر عاجلہ“: بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔	روایت (۲۲)
۳۰۱	”الدنيا ضرة الآخرة“: دنیا آخرت کی سوکن ہے۔	روایت (۲۳)
۳۰۴	”حسنات الأبرار سيئات المقربين“: نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔	روایت (۲۴)
۳۰۷	”الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا“: لوگ سو رہے ہیں جب مرے گے تو بیدار ہو جائیں گے۔	روایت (۲۵)
۳۱۱	”سین بلال عند الله شين“: بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: ”إن بلاً كان يبدل الشين في الأذان سيناً“: بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔	روایت (۲۶)
۳۱۵	آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: ”الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين.....“ پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔	روایت (۲۷)
۳۱۹	”حب الوطن من الإيمان“: وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔	روایت (۲۸)
۳۲۱	”من استوى يومه فهو مغبون“: جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔	روایت (۲۹)

۳۲۸	<p>”نزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتزل له العرش“ . نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔</p>	روایت (۳۰)
۳۳۳	<p>”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ . جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔</p>	روایت (۳۱)

صفحہ نمبر	فصل ثانی (مختصر نوع)	
۳۳۸	ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو (۱۰۰) دفعہ جانا۔	روایت ①
۳۴۲	طوفانی رات میں آپ ﷺ کا قافلے والوں کو دعوت دینا۔	روایت ②
۳۴۳	”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔“	روایت ③
۳۴۶	ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: ”اللہ کے رزق میں سے کھا۔“	روایت ④
۳۵۱	آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا۔	روایت ⑤
۳۵۳	آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا۔	روایت ⑥
۳۵۵	آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا، اور جبریل علیہ السلام سے کہنا کہ میری ساری امت کی سکرات کی تکلیف مجھے دیدو۔	روایت ⑦
۳۵۸	روزِ قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا۔	روایت ⑧
۳۶۱	ایک عورت اپنے ساتھ چار اشخاص کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔	روایت ⑨
۳۶۴	”آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے۔“	روایت ⑩

۳۶۸	روایت (۱۱)	داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔
۳۷۰	روایت (۱۲)	”نماز مؤمن کی معراج ہے۔“
۳۷۲	روایت (۱۳)	”آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ”التحيات لله والصلوات والطيبات. الله رب العزت نے فرمایا: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته. پھر آپ ﷺ نے کہا: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله“
۳۷۵	روایت (۱۴)	صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔
۳۷۶	روایت (۱۵)	”مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا۔“
۳۷۹	روایت (۱۶)	”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیر اولی فوت ہو گئی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیر اولی کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تکبیر اولی کا ثواب تو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔“
۳۸۲	روایت (۱۷)	”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔“
۳۸۴	روایت (۱۸)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہوگا، جو شخص

	عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہوگی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہوگا۔	
۳۸۶	”اے ابن آدم! ایک تیری چاہت اور ایک میری چاہت ہے.....“	روایت (۱۹)
۳۸۸	”جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے میں قبول کر لیتے ہیں۔“	روایت (۲۰)
۳۸۹	”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ (۵۰۰) سو فرشتے مامور ہو جاتے ہیں۔“	روایت (۲۱)
۳۹۱	ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا۔	روایت (۲۲)
۳۹۲	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو (۱۰۰) سال کا بوڑھا مشرک بھی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے۔“	روایت (۲۳)
۳۹۴	ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا۔	روایت (۲۴)
۳۹۵	نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات۔	روایت (۲۵)
۳۹۶	”مذاق، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔“	روایت (۲۶)
۳۹۷	”جو شخص اللہ کے راستے میں علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا۔“	روایت (۲۷)
۳۹۸	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“	روایت (۲۸)
۳۹۹	ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا پھینکانا۔	روایت (۲۹)
۴۰۰	ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لانا۔	روایت (۳۰)

۴۰۱	روایت (۳۱) ”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے۔“
۴۰۴	روایت (۳۲) ”تمام تردین، ادب ہے۔“
۴۰۵	روایت (۳۳) ”آپ ﷺ کا طیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔“
۴۰۷	روایت (۳۴) بیل کے سینگ ملنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔
۴۱۱	روایت (۳۵) سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔
۴۱۴	روایت (۳۶) ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“
۴۱۵	روایت (۳۷) ”جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی۔“
۴۱۷	روایت (۳۸) ”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔“
۴۱۹	روایت (۳۹) اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔
۴۲۰	روایت (۴۰) ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی (۳) اس کے رزق میں برکت ہوگی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی۔“
۴۲۲	روایت (۴۱) ”داعی کے قبرستان سے گزرنے سے، مردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے۔“

۴۲۴	بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔	روایت (۴۲)
۴۲۵	بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست۔	روایت (۴۳)
۴۲۶	”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔“	روایت (۴۴)
۴۲۹	جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جانا۔	روایت (۴۵)
۴۳۲	جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا دین زیادہ محبوب ہے؟	روایت (۴۶)
۴۳۳	”ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچے لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنا لینا۔“	روایت (۴۷)
۴۳۵	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے۔“	روایت (۴۸)
۴۳۶	حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔	روایت (۴۹)
۴۳۸	”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا۔“	روایت (۵۰)
۴۳۹	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں۔“	روایت (۵۱)

۴۴۰	”حضور اقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خدوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں۔“	روایت (۵۲)
۴۴۱	بسم اللہ کہہ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔	روایت (۵۳)
۴۴۳	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما۔“	روایت (۵۴)
۴۴۵	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا۔“	روایت (۵۵)
۴۴۶	نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا۔	روایت (۵۶)
۴۴۹	”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی۔“	روایت (۵۷)
۴۵۰	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔	روایت (۵۸)
۴۵۲	”جب کوئی شخص مسجد میں ہو خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے۔“	روایت (۵۹)

۴۵۳	روایت (۶۰) ”نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اور جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔“
۴۵۵	روایت (۶۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب و نسب کی جگہ نہیں ہے۔
۴۵۷	روایت (۶۲) ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اسے اتنی نیکیاں عطا فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطا فرماتے ہیں۔“
۴۵۹	روایت (۶۳) ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے۔“
۴۶۰	روایات کا مختصر حکم
۴۷۶	فہرست آیات
۴۷۷	فہرست احادیث و آثار
۴۸۳	فہرست رواۃ
۴۸۸	مصادر اور مراجع

قَالَ تَعَالَى:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا
أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهْلَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ
نَادِمِينَ﴾ (الحجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو
خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر
تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

﴿مَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ
النَّارِ﴾ (صحیح بخاری: ج ۱، ص ۲۱، قدیمی کتب خانہ)

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

عرض ناشر

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقاریر کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ہر قول، ہر فعل، آپ کی تقاریر و سکوت، الغرض حضور ﷺ کی ہر ادا کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کیا اور دوسروں تک اس کو پہنچایا۔ خلافت راشدہ کا دور گزرنے کے بعد جہاں فتنہ خوارج، رافضیت اور فتنہ اعتزال نے سراٹھایا، وہیں من گھڑت، خود ساختہ اور خود تراشیدہ اقوال کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف منسوب کرنے اور انہیں عوام میں پھیلانے کا بھی ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس فتنہ کی شرائط کیلئے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان وضاعین اور کذابین میں احمد بن عبد اللہ جیوباری، محمد بن عکاشہ کرمانی اور محمد بن تمیم تین ایسے نام ہیں، جنہوں نے اکیلے دس ہزار احادیث گھڑیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کی طرف انہیں منسوب کر کے انہیں لوگوں میں پھیلایا، تاکہ لوگوں کو عقائد، افکار و نظریات اور فقہ و غیرہ کے اعتبار سے شکوک و شبہات میں مبتلا کریں اور جتنا ہو سکے دین اسلام کو نقصان پہنچائیں، مگر یہ بھی سنت الہیہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے رجال کار کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے ہر ہر محاذ پر دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی بھرپور بیخ کنی اور سرکوبی کی۔ ضروری تھا کہ اس انتہائی خطرناک اور عظیم فتنے کو روکا جائے اور ایسے اصول و ضوابط وضع کئے جائیں جن کے نتیجے میں باسانی صحیح اور معتبر روایات کو موضوع اور غیر معتبر روایات سے الگ اور جدا کیا جاسکے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس فتنے کے خلاف ابو جعفر منصور نے اقدام کیا اور احادیث کی جانچ پڑتال کا ذمہ امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کو سونپا۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے احادیث کو جمع کرنے میں دن رات ایک کر دیئے، خوب تگ و دو اور شب بیداری کے نتیجے میں انہوں نے ایک لاکھ احادیث کو جمع کیا اور پھر ان ایک لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار کا انتخاب کیا، باقی نوے ہزار احادیث کو ترک کر دیا، کیونکہ یہ احادیث ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ اس کے

بعد ان دس ہزار احادیث کا قرآن و سنت اور اخبار و آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسلسل چالیس سال تک موازنہ کرتے رہے، جس کے بعد ان دس ہزار میں سے بھی صرف پانچ سو ایسی احادیث رہ گئیں جو ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری اترتی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ اس میدان میں کام بڑھتا گیا اور بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ اب اس موضوع کی ہر ہر جہت اور ہر رخ پر کافی وشافی مواد موجود ہے۔ محدثین عظام اور ائمہ کرام نے جہاں ایک طرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے، وہیں بعض ائمہ کرام نے من گھڑت اور موضوع احادیث کو بھی یکجا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے حوالے سے جہاں امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن خزمیہ اور امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہ کی صحاح میسر ہیں، وہیں موضوع احادیث پر امام ابن جوزی کی ”کتاب الموضوعات“، امام جوز قانی کی ”کتاب الاباطیل والمناکیر“، ملا علی قاری کی ”الاسرار المرفوعہ“ اور ”المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع“، امام طاہر یثی ہندی کی ”تذکرۃ الموضوعات“، علامہ ابن عراق الکنتانی کی ”تنزیہ الشریعہ“، علامہ شوکانی کی ”الفوائد المجموعہ“ اور علامہ ابن قیم کی ”المنار المنیف“ جیسی شہرہ آفاق کتب سے شاید ہی کوئی نا آشنا ہو۔

بالکل اسی طرح جہاں حضرات محدثین نے ثقہ اور معتبر رواۃ کو مستقل تصانیف میں جمع کیا ہے، وہیں بعض حضرات نے ضعفاء اور کذابین کو بھی مستقل تالیفات میں اکٹھا کیا ہے۔ نیز ایسی کتب بھی موجود ہیں جن میں ائمہ کرام نے ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے رواۃ کو جمع کیا ہے اور ان پر ائمہ رجال کے کلام کو قلم بند کر کے قول فیصل ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان، امام ابن شاہین اور امام عجل رحمہم اللہ کی ”کتاب الثقات“ قسم اول کے رواۃ پر، امام نسائی اور دار قطنی کی ”کتاب الضعفاء والمتروکین“، امام ابن حبان کی ”کتاب المجروحین“، امام عقیلی کی ”الضعفاء الکبیر“، ابن عدی کی ”الکامل فی ضعفاء الرجال“، امام ذہبی کی ”میزان الاعتدال“ اور حافظ ابن حجر کی ”لسان المیزان“ وغیرہ کتب قسم ثانی کے رواۃ پر، اور حافظ مزنی کی

”تہذیب الکمال“، امام ذہبی کی ”سیر اعلام النبلاء، حافظ ابن حجر کی ”تہذیب التہذیب“ اور تقریب التہذیب“ اور ابن ابی حاتم کی ”الجرح والتعديل“ وغیرہ قسم ثالث کے رواۃ پر مشتمل کتب ہیں۔

مگر اس سارے کام کا دائرہ کار عربی زبان کی حد تک تھا، جب کہ پاک و ہند میں باطل اور من گھڑت روایات کے شیوع کے سبب اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اس موضوع پر اردو زبان میں بھی کام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مفتی طارق امیر خان صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے، جنہوں نے اس موضوع پر ”غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ“ کے نام سے نہایت عمدہ مواد جمع کیا اور اسے عوام و خواص کی خدمت تک پہنچانے کی غرض سے اشاعت کے لیے ہمیں سونپا۔ یہ اللہ رب العزت کا انعام و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی طباعت کی سعادت ہمیں نصیب فرمائی، جس کا موضوع براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے وابستہ اور منسلک ہے۔ الحمد للہ ادارہ ہذا کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحقیقی، معیاری اور مستند کتب کی اشاعت و طباعت کی جائے، تاکہ اس پر فتن دور میں عوام و خواص کے ہاتھوں میں مستند بات پہنچے اور صراطِ مستقیم پر چلنے میں راہنمائی حاصل ہو۔ ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ تصحیح کے اہتمام کے باوجود اگر کوئی قابل اصلاح بات نظر آئے تو اس سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم موفک کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ شرف قبولیت سے نوازے اور موفک، ناشر اور جملہ معاونین کو روزِ محشر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔

ناشر:

مکتبہ عمر فاروق

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. أما بعد!

والله لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا انتہائی احسان ہے جس نے بندہ اور میرے ساتھیوں کو ”غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ“ کے جزئی ثانی کے جمع و تالیف کا موقع نصیب فرمایا۔

یہ جزئی ثانی ان تمام بنیادی اصول و ضوابط پر برقرار ہے، جو جزئی اول میں تھے، البتہ چند منہجی تبدیلی یا اضافے اختیار کیے گئے ہیں، ملاحظہ ہو:

① جزئی ثانی میں حدیث کی ابتداء میں تمہیدی مضامین نہیں لکھے گئے، کیونکہ ان سابقہ مضامین سے ہی متعلقہ مقاصد بڑی حد تک حاصل ہو چکے ہیں (جن کا ذکر مقدمہ جزئی اول میں ہے)۔

② جزئی ثانی میں ہر حدیث کے شروع میں اس کا عنوان یا نفس روایت مع حکم لکھی گئی ہے۔

③ جزئی ثانی کی فصل دوم میں ”مختصر نوع“ کے عنوان سے مخصوص روایات جمع کی گئی ہیں، یہ روایات بہت زیادہ زبان زد عام و خاص ہیں، اور ان میں سے اکثر روایات کی سند، انتہائی جستجو کے باوجود نہیں ملی، لہذا حدیث رسول ﷺ میں اہتمام و احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی مستند سند کی دستیابی تک ان کے بیان کرنے کو موقوف رکھا جائے، اس کی مزید وضاحت ”بعض تعبیرات کی توضیح“ کے تحت آرہی ہے۔

④ جزء اول مکمل بندہ کی تالیف ہے، البتہ جزء ثانی میں میرے ساتھ ساتھ یہ رفقاء تحقیقات کرتے رہے ہیں: مولوی محمد سرور صاحب، مولوی انس ایوب صاحب، مولوی حبیب احمد صاحب، مولوی مسعود صاحب۔

⑤ شیخنا و استاذنا مولانا نور البشر صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ جزء اول میں موجود ہے، وہ تقریظ صرف جزء اول سے متعلق تھی، جسمانی عوارض و انتہائی مشاغل کی وجہ سے استاد جی نے جزء ثانی کی تحقیقات دیکھنے سے اعتذار فرمالیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت کاملہ، عاجلہ و مستمرہ نصیب فرمائے۔

⑥ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق زیر بحث روایت کے مصادر و مراجع ذکر کیے ہیں، اور روایت کا فنی حکم انہیں طرق اور ان کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو سامنے رکھ کر قائم کیا ہے، لہذا اگر کوئی معتبر طریق ہمیں یا کسی بھی فرد کو مل جائے تو وہ اس تحقیق کے لئے ہرگز مضر نہیں، البتہ متن حدیث کا حکم بلاشبہ ایسی صورت میں بدل جاتا ہے، احباب فن اس سے بخوبی واقف ہیں کہ محدثین کرام کا کسی روایت پر فنی حکم لگانا، ان کی ملحوظہ روایات کی روشنی میں ہوتا ہے، اس میں اس بات کا امکان بہر حال باقی رہتا ہے کہ اس ساقط الاعتبار روایت کا کوئی معتبر طریق مل جائے، چنانچہ کسی معتبر طریق ملنے کے بعد اب متن حدیث کا حکم اس معتبر سند کی حیثیت سے بدل سکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ کسی سند کا معتبر یا غیر معتبر ہونا اصول حدیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے، اس لئے کسی ممکنہ معتبر سند کا محض تصور و احتمال یا کسی غیر معتبر سند کا موجود ہونا، ان تحقیقات میں ذکر کردہ فنی حکم کے معارض نہیں بن سکتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق تحقیقات سلف کو جمع کر کے نتائج نقل کیے ہیں، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آپ فن حدیث کے مطابق اسے خوب پرکھیں، اگر آپ کے نزدیک ان نتائج کے علاوہ کوئی دوسرا

حکم قرین قیاس ہے، تو اس بارے میں احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کے فنی تبصرے کا ماہرین فن کے نزدیک رائج ہونے کی صورت میں احقر کو رجوع سے ہرگز تاہل نہیں ہوگا، اور احتیاج کے اظہار کے ساتھ، آپ کی اصلاحات کا ممنون رہوں گا۔

④ جزء اول و جزء ثانی دونوں میں متکلم فیہ راوی کے متعلق، متعلقہ روایت سے قطع نظر، ائمہ رجال کا تفصیلی کلام لایا جاتا ہے، جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس روایت پر ائمہ حدیث کے کلام کا جائزہ، ائمہ رجال کے اقوال کی روشنی میں لیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ ہماری انتہائی جستجو یہ رہی ہے کہ راوی پر کلام ہر زاویے سے سامنے آجائے، عام طور پر یہ کلام معمولی وغیر مؤثر فرق پر مبنی ہوتا ہے، البتہ بعض اوقات اس کلام میں واضح اور نتائج پر اثر انداز ہونے والا فرق ہوتا ہے، احقر نے ایسے مقامات پر نفس روایت کی حد تک تعارض کو حل کرنے کی ممکنہ کوشش کی ہے۔ اس تمام نقل و حل میں بندہ کا مقصود اس متعلقہ راوی کا عمومی فنی مقام متعین کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ نفس روایت پر ائمہ کا کلام نکھر کر سامنے آجائے، البتہ بندہ نے اگر کسی مقام پر بعض راویوں پر جزماً صریح کلام کیا ہے تو یہ کلام ان کے عمومی فنی مقام کی جانب مشیر ہے، لیکن عام طور پر صرف ائمہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کسی راوی پر شدید جرح کے موجود ہونے کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ ایسے ہر ہر راوی کی ہر روایت کا یہی حال ہوگا، بلکہ ائمہ حدیث راوی پر عمومی کلام کے بعد، ان کی نقل کردہ حدیثوں کا کئی جہات سے جائزہ لیتے ہیں، چنانچہ بعض امور اور قرائن کی وجہ سے ان کی بعض روایات کو ضعف شدید کے باب سے خارج سمجھتے ہیں، یہ انتہائی دقیق اور وسیع نظر کا نتیجہ ہوتا ہے، اگر

کوئی شخص اس بات کو تفصیل سے جاننا چاہے تو حافظ ابن عدی رحمہ اللہ کی ”الکامل فی الضعفاء“ میں دیکھ سکتا ہے، اس تفصیل کے بعد قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ بندہ کا مقصد صرف نفسِ روایت پر ائمہ کے کلام کی توضیح و تسہیل ہے، ان نقول کو روایانِ حدیث کے عمومی فنی مقام کی تعیین نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی ان راویوں کی ہر ہر حدیث پر اس کلام کو جاری کرنے کی کوشش کریں، یہ ایک سنگین غلطی ہے۔

⑧ ان روایات کے بارے میں جو احکامات نقل کیے گئے ہیں وہ صرف انتساب بالرسول ﷺ کی حیثیت سے ہیں، البتہ معتد بہ مقامات پر آپ یہ محسوس کریں گے کہ روایت کا معنی تو درست ہے، اور حقیقتاً ایسا ہوتا بھی ہے کہ اگرچہ وہ روایت فی نفسہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لیکن قطع نظر روایت کے، اس کا معنی درست ہوتا ہے، حاصل یہ ہے کہ معنی کا درست ہونا حدیثِ رسول ﷺ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا (یعنی یہ معنی، حدیثِ رسول ﷺ نہیں بن سکتا)، بلکہ ثبوتِ روایت کی اپنی اسنادی کسوٹی ہے، چنانچہ معنی کی درستی اور اس معنی پر مشتمل روایت کا ساقط ہونا دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

⑨ معتد بہ غرض و اوسط نہ ہونے کی وجہ سے، فصل ثانی میں مصادرِ ثانویہ نقل کرتے ہوئے قدیم یا مشہور مصادر پر اکتفاء کیا ہے، اور تمام کتب کا استیعاب بھی نہیں کیا، بلکہ اکثر مقامات پر ایک ہی مصدر کو ذکر کر دیا ہے۔

⑩ دورانِ تحقیق ضمنی روایتوں کی تحقیق صرف ضرورت کی حد تک کی گئی ہے، اختصار کے پیش نظر زائد تفصیلات سے عمدہ گریز کیا گیا ہے۔

⑪ لفظِ امام، حافظ، شیخ، علامہ کا استعمال زمانی ورتبی مراتب کے بغیر ہو گیا ہے، اگرچہ یہ الفاظ رتبہ کے فرق کے ساتھ استعمال کرنا ہی بہتر ہے۔

فائدہ: بندہ کی بعض تعبیرات کی توضیح

- ① ”بیان نہیں کر سکتے“ سے مراد ہے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔
- ② جزء ثانی میں ”مختصر نوع“ کے عنوان سے روایات یکجا کی گئی ہیں، ان میں معتبرہ روایات سند نہ ملنے میں مشترک ہیں، ایسی تمام روایات کے تحت التزاماً یہ عبارت لکھی گئی ہے:

”تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً محال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔“

قارئین کرام کو اس عبارت سے یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ معتبر سند ملنے تک اسے ہرگز بیان نہ کریں، کیونکہ یہ روایات تلاش بسیار کے باوجود سنداً نہیں مل سکی ہیں، اور بعض روایات میں ”وضع“ کے قرائن بھی مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں، نیز بعض روایات میں کسی معتبر سند کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ انہیں ”معتد سند“ ملنے تک بالکل بیان نہ کریں، یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے ان روایات کے بارے میں صراحتاً ”بے سند“، یا ”بے اصل“، یا ”موضوع“، اس لئے نہیں لکھا کہ یہ تمام الفاظ محدثین کے نزدیک خاص اصطلاحات ہیں، جنہیں اہل صنعت کے اعلام وائمہ استعمال کرتے ہیں، اور ان کا یہ قول ”حجت“ ہوتا ہے، اس لئے ہم نے ان روایات کے تحت ایک ایسی توضیحی عبارت پیش کر دی ہے، جس سے اہل صنعت کا ان روایات میں عملی منہج و مقصود بھی واضح ہو جائے، اور اصطلاحی الفاظ کا استعمال بھی نہ ہو۔

یہاں یہ احتیاط رہے کہ ”مختصر نوع“ میں روایت نہ ملنے کی صورت میں، بغرض افادہ، حسبِ موقع بعض ایسی ”معتبر روایات“ بعنوان تتمہ، فائدہ لکھ

دی گئی ہیں، جو متعلقہ زیر بحث روایت کے ہم معنی یا ہم مضمون ہوتی ہیں، انہیں بلا تردد بیان کیا جاسکتا ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ ان ”معتبر روایات“ کو زیر بحث ”قابل توقف“ روایات کے ساتھ خلط نہ کیجئے، کیونکہ دونوں کے احکامات جدا جدا ہیں، جن کی وضاحت بھی ہر مقام پر التزاماً کر دی گئی ہے۔

۳) ”بے اصل“ اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔

۴) ”لفظ اسرائیلی روایت“ سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آرہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، بشرطیکہ آپ ﷺ نے بذات خود اسے بیان نہ کیا ہو۔

۵) بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ ”یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے“، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحب قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

۶) بسا اوقات متاخرین نفس روایت یا راوی پر کلام کرتے ہوئے صرف متقدمین کا کلام نقل کر دیتے ہیں، یعنی کوئی تعاقب نہیں کرتے، ایسی جگہوں میں سیاق و سباق اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقلین ان ائمہ متقدمین کے کلام پر اعتماد و تقریر فرما رہے ہیں، اور اکثر قرین قیاس بھی یہی ہوتا ہے، احقر ایسے موقعوں پر لفظ ”اکتفاء“ استعمال کرتا ہے، مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ”اکتفاء“ کیا ہے۔

طارق امیر حنان

مختص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

فصل اول

(مفصل نوع)

روایت نمبر: ①

روایت: ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام“۔
حکم: من گھڑت

تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ حدیث تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:
(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایت بہت سے محدثین نے مختلف سندوں سے تخریج کی ہے، تسہیلاً روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہم چار بنیادی سندوں پر تقسیم کریں گے، اور ہر ایک پر ائمہ حدیث کا کلام اور حسبِ موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال مستقل عنوانات کے ساتھ ذکر کریں گے، ان شاء اللہ۔

ان سندوں کے اجمالی عنوانات یہ ہیں:

(۱) علاء بن عمرو حنفی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۲) سہل بن صفیر خلاطی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۳) ابن الجعفی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۴) محمد بن بابشاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فارغ ہو کر پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول زیر بحث روایت کی تحقیق کی جائے گی، اور اس میں بھی سند پر ائمہ حدیث کے اقوال اور حسب موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال لکھے جائیں گے۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

۱- علاء بن عمرو سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (۳۵۵ھ) ”الکتاب اللطیف“^۱ میں لکھتے ہیں:

”حدثنا عثمان بن أحمد بن عبد الله الدقاق، ثنا محمد بن الحسين، ثنا العلاء بن عمرو الشيباني، ثنا أبو إسحاق الفزاري، ثنا سفیان بن سعيد الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضي الله عنه، قال: كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده أبو بكر الصديق، وعليه عباءة، قد خلها في صدره بخلال، فنزل عليه جبريل، فقال: يا محمد! مالي أرى أبا بكر عليه عباءة قد خلها [وفي بعض الكتب قد خلها] في صدره بخلال، فقال: يا جبريل! أنفق ماله عليّ قبل الفتح، قال: فإن الله يقرأ عليك السلام [وفي بعض الكتب: فإن الله يقرأ عليه السلام]، ويقول لك: قل له أراض أنت عني في فرك هذا أم ساخط؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”يا أبا بكر! إن الله يقرأ عليك السلام ويقول لك: أراض أنت عني في فرك أم ساخط؟“ فقال أبو بكر: أسخط على ربّي؟ أنا عن ربّي راض، أنا عن ربّي راض، أنا عن ربّي راض ثلاثاً“.

^۱ الكتاب اللطيف: ۱/ ۱۷۵، رقم: ۱۲۵، ت: عبد الله بن محمد البصري، مكتبة الغرباء الأثرية - المدينة المنورة، ط: ۱۴۱۶ھ.

ﷺ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، اور اس مجلس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی چغہ پہنے تشریف فرما تھے، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کیا ہوا تھا، اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے محمد! یہ کیا بات ہے کہ ابو بکر چغہ پہنے ہوئے ہیں، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کر رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے جبریل! ابو بکر فتح مکہ سے قبل ہی مجھ پر اپنا مال خرچ کر چکے ہیں۔“

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرما رہے ہیں [بعض کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام فرما رہے ہیں، ازراقم] اور آپ (ﷺ) سے فرما رہے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہیں، کیا آپ رضی اللہ عنہ اس فقر و فاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرما رہے ہیں، اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اس فقر و فاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ کیا میں اپنے پروردگار سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، یہ جملہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

روایت کے دیگر مصادرِ اصلیہ

یہ روایت مذکورہ سند کے مطابق ان کتب میں بھی تخریج کی گئی ہے:

(۱) المجروحین لابن حبّان^۱ (۲) تاریخ بغداد للخطیب^۲

^۱ المجروحین: ۱/۱۸۵، ت: محمود ابراہیم زاید، دارالمعرفة بیروت.

^۲ تاریخ بغداد: ۲/۴۶۵، رقم: ۴۴۹، ت: دکتور بشّار عواد، دار الغرب الإسلامي - بیروت، الطبعة الأولى:

(۳) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الأصفہانی^۱ (۴) المعجم لابن المقرئ^۲
(۵) تاریخ دمشق لابن عساکر^۳ (۶) أمالی ابن سمعون^۴ (۷) أسباب
النزول للواحدی^۵ (۸) تفسیر الثعلبی^۶ (۹) ومن طریق الثعلبی
أخرجه البغوي في معالم التنزيل^۷ (۱۰) وذكره ابن كثير من طریق
البغوي في تفسیره^۸.

یہ تمام سندیں حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کے راوی ”علاء بن
عمر و الشیبانی“ پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال

۱- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”المجروحین“ میں لکھا ہے:

”العلاء بن عمرو: شیخ یروی عن أبی إسحاق الفزاري العجائب،
لا يجوز الاحتجاج به بحال. ”علاء بن عمرو شیخ“ ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے
عجائب نقل کرتے ہیں، بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۱۰۵/۷، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ المعجم لابن المقرئ: ص: ۸۲، رقم: ۱۷۷ ت: عادل بن سعد، مکتبۃ الرشد - الرياض، الطبعة الأولى:
۱۴۱۹ھ۔

^۳ تاریخ دمشق: ۷۱/۳ ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۴ أمالی ابن سمعون: ۱/۱۶۵، رقم: ۱۳۲ ت: عامر حسن صبری، دار البشائر الإسلامیۃ - بیروت، الطبعة
الأولی: ۱۴۲۳ھ۔

^۵ أسباب النزول: سورة الحديد، ص: ۴۰۶، ت: عصام بن عبد المحسن، دار الإصلاح - الدمام، الطبعة
الثانیۃ: ۱۴۱۲ھ۔

^۶ الكشف والبيان: سورة الحديد، ۲۳۶/۹، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربی - بیروت،
الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

^۷ معالم التنزيل: سورة الحديد، ۳۴/۸، دار طيبة - الرياض، الطبعة: ۱۴۱۲ھ۔

^۸ تفسیر ابن کثیر: سورة الحديد، ۱۳/۴۱۴، مؤسسة قرطبة - مصر، الطبعة الأولى: ۱۴۲۱ھ۔

^۹ المجروحین: ۱/۱۸۵، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بیروت۔

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت نقل کی، جس میں علاء بن عمرو، ابواسحاق فزاری سے روایت نقل کر رہے ہیں۔

۲- حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”غریب من حدیث الثوری لم نکتبه إلا من حدیث الفزاری“^۱ ”یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث میں غریب (ایک فنی اصطلاح) روایت ہے، ہم نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو احادیث فزاری ہی سے نقل کیا ہے ...“

فائدہ:

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت، صرف ابواسحاق فزاری ہی نے نقل کی ہے۔

۳- حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف ”المحلی بالآثار“^۲ میں لکھتے ہیں:

”وأما حدیث الآخر الذي فيه: ”أنفق عليّ ماله قبل الفتح“ فلا يحل الاحتجاج به، لأنه من طريق العلاء بن عمر و الحنفي - وهو هالك مُطَرَّحٌ - ثم التوليد فيه لائح، لأن فيه نصّاً: إن ذلك كان بعد الفتح، وكان فتح خيبر قبل الفتح بعامين، وكان لأبي بكر فيها من سهمه مال واسع مشهور“.

دوسری حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے قبل مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا ہے“، اس روایت سے استدلال ناجائز ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں علاء بن عمرو حنفی - ایک ہالک مطرح راوی - (شدید جرح)

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۱۰۵/۷، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ المحلی: کتاب الہبات، ۹ / ۱۴۱، محمد منیر الدمشقی، إدارة الطباعة المنيرية - مصر، ط: ۱۳۵۲ھ۔

ہے، پھر اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے، کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے، حالانکہ خیبر، مکہ سے دو سال پہلے ہی فتح ہو گیا تھا، اور فتح خیبر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے حصے میں سے، وسعت کے ساتھ مال کا ملنا مشہور و معروف ہے۔

۴- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ ”تاریخ الخلفاء“^۱ میں لکھتے ہیں:

”وأخرج ابن شاهين في السنة والبغوي في تفسيره وابن عساكر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما غريب وسنده ضعيف جدا“
 ”ابن شاہین نے ”السنة“ میں، بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساكر رحمۃ اللہ علیہ (ان تمام حضرات نے) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے یہ حدیث غریب (ایک فنی اصطلاح) ہے اور سند شدید ضعیف ہے“
 اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے دیگر طریق لانے کے بعد لکھتے ہیں:

”قال ابن كثير: وهذا منكر جدا، لولا أن هذا و الذي قبله يتداوله كثير من الناس لكان الإعراض عنهما أولى.“
 حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت شدید منکر ہے، اگر یہ اور اس سے پہلے والی روایت لوگوں میں رائج نہ ہوتی تو ان کے ذکر سے اعراض ہی اولیٰ تھا۔

۵- حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف ”الصواعق المحرقة“^۲ میں رقمطراز ہیں: ”وسنده غريب ضعيف جدا“. حدیث کی سند غریب، شدید ضعیف ہے۔

^۱ تاریخ الخلفاء: أبو بکر الصديق، ۱/۴۰، ت: محمد محي الدين عبد الحميد، مطبعة السعادة - مصر، الطبعة الأولى: ۱۳۷۱ھ۔

^۲ الصواعق المحرقة: في ذكر فضائل أبي بكر، ۱/۲۱۴، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۹۹۷ھ۔

۶- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف ”میزان الاعتدال“^۱ میں، علاء بن عمرو کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں: ”وہو کذب“۔ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

۷- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے ”لسان المیزان“^۲ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۸- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ ”المغنی عن حمل الأسفار“^۳ میں لکھتے ہیں: ”ابن حبان والعقيلي في الضعفاء. قال الذهبي في ”الميزان“: ”هو كذب“. ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور عقيلي رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ”ضعفاء“ میں تخریج کی ہے، ”میزان“ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

حدیث بسند علاء بن عمرو پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”شدید ضعیف“ قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صریح جھوٹ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اکتفاء کیا ہے، چونکہ اکثر ائمہ نے ”علاء بن عمرو الحنفی“ کی وجہ سے اس روایت کو ساقط قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ”علاء بن عمرو“ کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال بھی

^۱ میزان الاعتدال: العلاء بن عمرو، ۱۰۳/۲، رقم: ۵۷۳۷، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت.
^۲ لسان الميزان: علاء بن عمرو، ۴۶۶/۵، رقم: ۵۲۸۰، ت: شيخ عبدالفتاح أبو غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية - حلب.

^۳ المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۴۷۰، رقم: ۱۷۸۷، ت: أبو محمد أشرف، مكتبة طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ.

معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

علاء بن عمرو الحنفی (۲۲۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے:

”علاء بن عمرو شیخ“ ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے عجائب نقل کرتے ہیں،

بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔“

واضح رہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ صراحت کے باوجود

موصوف کو ”ثقات“ میں بھی نقل کیا ہے۔

ایسے ہی حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی آچکا ہے: ”... لآئنه من

طریق العلاء بن عمرو الحنفی - وهو هالك مطرَحٌ -“۔ ”... کیونکہ یہ

حدیث علاء بن عمرو حنفی سے مروی ہے، جو ہالک مطرح (شدید جرح) ہے...“۔

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”مارأینا إلا خیراً“^۱۔ ہم نے ان میں

خیر ہی دیکھی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب العلل“ میں حدیث:

أحبوا العرب ثلاث، لأني عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي“۔

اپنی سند سے تخریج کی ہے، اور اس سند میں علاء بن عمرو الحنفی موجود ہے، تخریج کسند

کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا حديث كذب“۔^۲ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علاء بن عمرو الحنفی کا ترجمہ

”میزان“^۳ میں قائم کیا، اور حدیث: ”أحبوا العرب“۔ نقل کر کے حافظ

^۱ لہ الجرح والتعديل: باب العين، ۶/ ۷۱، ت: مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ کتاب العلل: ۶/ ۲۶، رقم: ۲۶۴۱، ت: سعد بن عبد الله وخالد بن عبد الرحمن الجريسي، مكتبة الملك الفهد - الرياض، الطبعة: ۱۴۲۷ھ۔

^۳ ميزان الاعتدال: علاء بن عمرو الحنفی، ۱۰۳/ ۳، رقم: ۵۷۳۷، ت: علي محمد البجاوي دارالمعرفة - بيروت۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول نقل کیا ہے، جس سے قرین قیاس یہی ہے کہ کذب کی نسبت علاء بن عمرو کی طرف ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ الإسلام“^۱ میں لکھتے ہیں: ”شیخ واہی الحدیث ... روى عن أبي إسحاق الفزاري حديثا موضوعا....“ علاء بن عمرو شیخ، واہی الحدیث (شدید جرح) ہے.... علاء نے اسحاق فزاری کے انتساب سے ایک من گھڑت روایت نقل کی ہے....“

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ”من گھڑت“ روایت سے مراد زیر بحث روایت ہے، کیونکہ اس روایت میں علاء اسحاق فزاری سے نقل کر رہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بطریق علاء اسے جھوٹ کہنا پہلے گزر چکا ہے۔

اسی طرح ”میزان الاعتدال“^۲ میں بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ”متروک“ (شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“^۳ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”... وذكر ابن حبان في الثقات فقال: عن ابن إدريس، ربما خالف، وقال النسائي: ضعيف، نقله عنه أبو العرب في تاليفه، ونقل الحاكم في تاريخ نيسابور عن صالح جَزَرَة أنه سئل عنه فقال: لا بأس به، وقال أبو حاتم: كتبت عنه، وما رأيت إلا خيرا“.

^۱ تاریخ الإسلام: الطبقة الثالثة والعشرون، ۶/ ۱۱۱ رقم: ۶۳۶۸، ت: مصطفى عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۲۰۰۵ م.

^۲ میزان الاعتدال: العلاء بن عمرو الحنفی، ۳/ ۱۰۳ رقم: ۵۷۳۷، ت: علی محمد البجاوی، دارالمعرفة - بیروت۔

^۳ لسان المیزان: ۵/ ۴۶۶، رقم: ۵۲۸۰، ت: شیخ عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ هـ۔

”... ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ثقات میں نقل کیا ہے، پھر کہا ہے کہ وہ ابن ادریس سے احادیث نقل کرتا تھا، بعض اوقات مخالفت بھی کرتا ہے۔ ابوالعرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف میں نقل کیا ہے کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علاء بن عمرو کو ضعیف کہا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ نیشاپور“ میں نقل کیا ہے کہ صالح جزره رحمۃ اللہ علیہ سے علاء کے بارے میں پوچھا گیا تو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے ”لاباس بہ“ (تعدیل) کہا، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور میں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔“

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے اقوال آپ ماقبل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسند علاء بن عمرو کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں اگرچہ توثیق ہے، لیکن انھیں حضرات سے دوسرے مقام پر موصوف کے بارے میں قولاً و عملاً جرح بھی منقول ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ضعیف“ اور صالح جزره رحمۃ اللہ علیہ نے ”لاباس“ (تعدیل) کہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے شدید جرح (ہالک، مطرح، واپسی الحدیث) ذکر کی ہے۔

نفس حدیث پر ائمہ کا کلام اور علاء بن عمرو کے بارے میں بھی ائمہ رجال کے اقوال آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس تفصیل کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اکتفاء کیا ہے، نیز حافظ ابن حجر، ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شدید ضعیف کہا ہے، ان تمام اقوال کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کے سابقہ ذکر کردہ تمام طرق ”علاء بن عمرو“ پر آکر مجتمع ہو جاتے تھے، اور علاء بن عمرو یہ روایت ابو اسحاق فزاری سے نقل کرنے والے ہیں، ابو اسحاق فزاری سے علاء بن عمرو کے علاوہ ”سہل بن صقیر“ نے بھی یہ روایت ابو اسحاق سے نقل کی ہے۔ ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو اسحاق سے یہی روایت ”سہل بن صقیر“ نقل کرنے والے ہیں۔

۲۔ سہل بن صقیر سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۵ھ) ”الحجۃ فی بیان المَحَجَّة“^۱ میں لکھتے ہیں:

”أخبرنا سليمان، أنا أبو بكر بن مردويه، نا محمد بن عبد الله ابن إبراهيم [كذا في الأصل]، نا محمد بن يونس العلاء بن عمرو [هكذا فيه، والصحيح صيغة التحديث بينهما كما صرح به في تاريخ دمشق] أبو إسحاق الفزاري، قال أبو بكر بن مردويه [وهو التحويل] وحدثنا محمد بن فارس بن حمدان، نا شعيب بن محمد الديلمي، نا سهل بن صقير، نا أبو إسحاق الفزاري، عن سفيان، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: بينما النبي صلى الله عليه وسلم جالس.....“

^۱ الحجۃ فی بیان المَحَجَّة: ۲/۳۲۶، رقم: ۳۰۷، ت: محمد بن محمود، دار الراية - الرياض.

سند میں موجود، سہل بن صقیر ابو الحسن الخلاطی کے بارے میں اقوال ائمہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل فی الضعفاء“^۱ میں لکھتے ہیں:

”.... وأرجو أن لا يتعمد الكذب، وإنما يغلط، أو يشبهه عليه الشيء فيرويه“..... مجھے امید ہے کہ سہل جان بوجھ کر جھوٹی روایت نقل نہیں کرتا، بات صرف یہ ہے کہ ان سے غلطی ہو جاتی ہے، یا مشتبہ چیز بھی نقل کر دیتے ہیں۔“

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ ”تہذیب الکمال“^۲ میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: ”وقال أبو بكر الخطيب: يضع الحديث، وقال أبو نصر بن ماکولا: فيه ضعف“. ابو بکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہل حدیث گھڑتا تھا، اور ابن ماکولا کہتا ہے کہ اس میں ضعف ہے۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”الکاشف“^۳ میں لکھتے ہیں: سہل ”متمہم“ (شدید جرح) ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”التقریب“^۴ میں لکھتے ہیں: ”منكر الحديث، اتهمه الخطيب بالوضع“. سہل منکر الحدیث ہے، سہل کو خطیب نے ”متمہم“ بالوضع“ کہا ہے۔

^۱ الکامل فی الضعفاء: سہل بن صقیر، ۳/ ۴۴۱، رقم ۸۵۸، دار الفکر - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۵ھ۔
^۲ تہذیب الکمال: سہل بن صقیر، ۱۲/ ۱۹۴، رقم: ۲۶۱۶، ت: بشار عواد، مؤسسة الرسالة - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

^۳ الکاشف: ۱/ ۴۶۹، رقم: ۲۱۶۳، ت: محمد عوامہ وأحمد الخطیب، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، الطبعة الأولى: ۱۴۱۳ھ۔

^۴ التقریب: ۲۵۸، رقم: ۲۶۶۲، ت: محمد عوامہ، دار الرشید - حلب، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۱ھ۔

خلاصہ اقوال اور روایت ابن عمرؓ بسندِ سہل بن صقیر کا حکم

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن صقیر کو ”وضع حدیث“ سے متہم قرار دیا ہے، اور اس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ فرمایا ہے کہ سہل حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا، لیکن اس قول سے فی الجملہ ”ثبوت کذب خطا“ کی طرف اشارہ ملتا ہے، اگرچہ کذب عمدہ نہیں ہے، بہر حال ان تمام اقوال کی روشنی میں بے غبار بات یہی ہے کہ سہل بن صقیر کی موجودگی میں یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی اس لائق نہیں ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کیا جائے۔

یہاں تک ذکر کردہ تمام سندوں (علاء بن عمرو اور سہل بن صقیر کی روایت) میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابواسحاق فزاری نے زیر بحث حدیث نقل کی ہے، البتہ یہی روایت حسن بن حسین ابو علی الاسواری نے بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو علی الاسواری، یہ حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

۳- محمد بن عمر الجعفی سے منقول روایت ابن عمرؓ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”حلیۃ الأولیاء“ میں تخریج کرتے ہیں:

”حدثنا محمد بن عمر بن سلم، ثنا محمد بن نهشل بن عبد الواحد البصري، وما سمعته إلا منه، ثنا الحسن بن حسين أبو علي الأسواري، ثنا سفیان الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر....“

روایت پر کلام

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں: ”وحدیث

الأسواری لم نكتب إلا عن محمد بن عمر بن سلم“. اسواری کی حدیث ہم نے صرف محمد بن عمر بن سلم سے لکھی ہے۔
سند کی تحقیق

اس سند میں مذکور، ابو نعیم اصفہانی کے شیخ محمد بن عمر بن سلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱- محمد بن عمر بن محمد سلم الجعابی (المتوفی ۳۵۵ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں لکھتے ہیں:

”الحافظ من أئمة هذا الشأن ببغداد على رأس الخمسين وثلاثمائة، لأنه فاسق رقيق الدين وله غرائب، وهو شيعي، روى عنه ابن زرقويه، وأبو نعیم الأصفهانی، قال أبو علي النيسابوري: مارأيت في أصحابنا أحفظ من أبي بكر ابن الجعابي، حيرني حفظه، قال الحاكم: ذكرت هذا للجعابي فقال: يقول أبو علي هذا القول، وهو أستاذي على الحقيقة، وروی محمد الحسين بن الفضل القطان عنه، قال: ضاقت لي كتب، فقلت لغلامي: لا تغتم، فإن فيها مائتي ألف حديث، لا يشكل علي منها حديث لا إسنادا ولا متنا.

وروی أبو القاسم التنوخي، عن أبيه، قال: ما شاهدنا أحفظ من أبي بكر بن الجعابي، كان يفضل الحفاظ بأنه كان يسوق المتون بألفاظها، ولم يبق في زمانه من يتقدمه في الدنيا.

قال أبو بكر الخطيب: حدثني الحسن بن محمد الأشقر، سمعت أبا عمر القاسم بن جعفر الهاشمي غير مرة يقول: سمعت الجعابي يقول:

أحفظ أربع مائة ألف حديث، وأذاكر بست مائة ألف حديث.

فقيل: كان ابن الجعابي يشرب في المجلس ابن العميد، وقال الحاكم: ذكر لي الثقة من أصحابه كان نائماً فكتب على رجله، قال: فكنت أراه ثلاثة أيام لم يمسه الماء.

وقال الدار قطني: شيعي وذكر أنه خلط.

قال الخطيب: حدثني الأزهري أن ابن الجعابي أوصى أن تحرق كتبه فأحرقت، وكانت فيها كتب الناس.

”حافظِ حدیث، موصوف ۳۵۰ھ میں حدیث کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے، مگر فاسق تھے، اور ان کی دینی حالت پتلی تھی.... اور ان سے غرائب مروی ہیں، اور وہ شیعہ تھے، ابن زرقویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔“

ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں ابن الجعابی جیسا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا، ان کے حافظہ نے مجھے حیران کر دیا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الجعابی سے ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا وہ کہنے لگے کہ ابو علی نے تو یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ درحقیقت وہ میرے استاد ہیں۔

ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری کتابیں ضائع ہو گئیں، میں نے غلام سے کہا کہ فکر نہ کرو، ان میں دولاکھ احادیث تھیں، جن میں کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی مجھے پریشانی نہیں ہے، نہ سنداً نہ متناً۔

ابو القاسم تنوخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے ابن جعابی سے بڑھ کر کسی کو حافظہ والا نہیں پایا، آپ کو دیگر حفاظ پر یہ فضیلت حاصل تھی کہ

متون حدیث آپ کو زبانی یاد تھے، اور آپ کے زمانے میں دنیا میں آپ سے آگے کوئی نہیں تھا۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ سنداً نقل کرتے ہیں کہ ابنِ جَعابی کہتے تھے کہ مجھے چار (۴) لاکھ احادیث یاد ہیں، اور میں چھ (۶) لاکھ احادیث کا مذاکرہ کر چکا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ابنِ جَعابی، ابنِ عمید کی مجلس میں شراب پیتا تھا، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابنِ جَعابی کے ساتھیوں میں ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ سونے کی حالت میں ابنِ جَعابی کو دیکھا کہ اس نے حدیثیں اپنے پیروں پر لکھی ہوئی تھیں، پھر میں نے تین دن تک دیکھا کہ انہوں نے پیروں کو نہیں دھویا۔

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ازہری نے مجھے بیان کیا ہے کہ ابنِ جَعابی نے وصیت کر دی تھی کہ اس کی کتابیں جلادی جائیں، چنانچہ کتابیں جلادی گئیں، حالانکہ ان کتابوں میں دوسروں کی کتابیں بھی تھیں۔

(۲) محمد بن نہشل بن عبد الواحد البصري موصوف کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود احقر کو نہیں ملا۔

(۳) حسن بن حسین أبو علي الأسواري انتہائی تلاش کے باوجود ترجمہ نہیں ملا۔

روایت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بسندِ محمد بن عمر الجعابی کا حکم

مذکورہ روایت پر اس سند کے ساتھ مجھے صرف حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہی مل سکا، یعنی ”اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر نے نقل کی ہے۔“ سند میں موجود حسن بن حسین اسواری اور محمد بن نہشل کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا، اور محمد بن عمر جعابی کا تفصیلی ترجمہ آپ کے سامنے آچکا ہے،

مذکورہ روایت کی سند کا خلاصہ یہ ہے کہ اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جبالی نے نقل کی ہے، اور سند میں موجود دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل ”مجهول“ ہیں، نیز سابقہ سندوں کے ساتھ متن حدیث کو صاف لفظوں میں من گھڑت کہا گیا ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے (حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ) یہ جھوٹی حدیث ہے (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

آئندہ سندوں میں بھی متن حدیث کو من گھڑت کہا گیا ہے، چند اقوال یہ ہیں: یہ حدیث ابو بکر اشانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے) یہ من گھڑت روایت ہے (علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

ان محدثین کرام نے حدیث کے متن کو من گھڑت کہا ہے، اب زیر بحث متن کی موجودہ سند میں دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل ”مجهول“ ہیں، نیز اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جبالی نے نقل کی ہے، جن کے حالات آپ جان چکے ہیں، چنانچہ سند میں موجود ”جہالت“ اور ”تفرد“ ایک ایسے متن کے ثبوت کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے، جسے سلف و خلف کے آٹھ محدثین کرام من گھڑت کہہ چکے ہوں، بلکہ متن حدیث کے بارے میں انھیں محدثین کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہ من گھڑت روایت ہے، واللہ اعلم۔

۴- محمد بن بانشاذ سے منقول روایت بن عمر رضی اللہ عنہما

اسواری سے محمد بن نہشل کے علاوہ محمد بن بانشاذ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، چنانچہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ بغداد“^۱ میں تخریج کرتے ہیں:

^۱ تاریخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ۲/ ۴۶۴، رقم: ۴۴۹، ت: بشار عواد، دار الإسلامیة - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

”أخبرنا أبو بكر البرقاني، قال: أخبرنا عمر بن بشران ومحمد بن خلف ابن جيان الخلّال، وأخبرنا القاضيان، أبو العلاء محمد بن عليّ الواسطي وعليّ بن المحسن أبو القاسم التّوخي، قالوا: حدثنا محمد بن خلف بن جيان، قالوا: حدثنا أبو عبيد الله محمد بن بابشاذ البصري، زاد ابن بشران: مولى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، وقال القاضيان في حديثهما: ببغداد، وحدثنا أبو طالب يحيى بن علي بن الطيب الدسكري لفظاً بخُلوان، قال: أخبرنا أبو بكر بن المقرئ بأصبهان، قال حدثنا محمد بن بابشاذ أخو سهل الجبائي ببغداد، قال: حدثنا الحسن بن الحسين أبو علي الأسواري، قال حدثنا سفيان بن سعيد الثوري، عن آدم بن عليّ، عن ابن عمر“

مذکورہ روایت میں موجود، محمد بن بابشاذ ابو عبید اللہ البصری (المتوفی ۳۰۶ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وفي حديثه غرائب ومناكير“^۱۔ ان کی حدیثوں میں غرائب اور منکر روایتیں ہیں۔

اس کے بعد حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بابشاذ کی منکر روایتوں میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی، قطع نظر خاص اس روایت کے، ”البدایة والنهاية“^۲ میں ابن بابشاذ کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ ان کی احادیث میں غرائب و مناکیر ہیں۔

^۱ تاریخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ۲/ ۶۶۴، رقم: ۴۴۹، ت: بشار عواد، دار الإسلامیة - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ البدایة والنهاية: ۱/ ۱۴۷، ت: علی شیری، دار إحياء التراث العربي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”المغنی فی الضعفاء“^۱ میں لکھتے ہیں:

”وثقه الدارقطني، ولكنه روى حديثاً موضوعاً راجعاً عليه، ولم يهتد إليه في فضل أبي بكر“. موصوف کی دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے، لیکن محمد بن بانشاذ نے ایک من گھڑت روایت (زیر بحث روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے، یہ روایت ان کی طرف لوٹتی ہے، جس کی جانب انھیں رہنمائی نہیں ہوئی۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسند محمد بن بانشاذ کا حکم

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کی روایتوں میں غرائب اور مناکیر کی نشاندہی کر کے اس روایت کو نقل کیا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن بانشاذ سے منقول ایک دوسری موضوع روایت میں محمد بن بانشاذ کو علت قرار دیا ہے، اس لئے زیر بحث روایت، مذکورہ سند سے بھی درست نہیں ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی چار سندوں کا خلاصہ

آپ یہاں تک تفصیل سے مشاہدہ کر چکے ہیں کہ علاء بن عمرو حنفی، سہل بن صقیر، ابن الجعابی اور محمد بن بانشاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ساقط الاعتبار اور ناقابل بیان ہے۔

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ بغداد“^۲ میں تخریج کرتے ہیں:

^۱ المغنی فی الضعفاء: محمد بن بانشاذ، ۱/۶۸، رقم: ۵۳۲۸، ت: دکتور نور الدین عتر، إدارة إحياء التراث الإسلامي - قطر .

^۲ تاریخ بغداد: محمد عبد اللہ بن إبراهیم، ۳/۴۶۰، رقم: ۹۸۳، ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ .

”حدثنا الحسن بن محمد الخلال، قال: حدثنا أبو بكر بن شاذان، قال: حدثنا محمد بن عبد الله بن إبراهيم بن ثابت الأشناني، قال: حدثنا حنبل بن إسحاق بن حنبل، قال: حدثنا وكيع، عن شعبة، عن الحجاج، عن مِقْسَم، عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال:

هبط عليّ جبريل وعليه طِفْسَةٌ وهو متخلّل بها، فقلت: يا جبريل! ما نزلت إليّ في مثل هذا الزي؟ قال: إن الله أمر الملائكة أن تخلل في السماء كتخلّل أبي بكر في الأرض“.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس اس حالت میں آئے کہ ٹاٹ پہنے ہوئے تھے، اور گریبان میں کپڑا سمیٹنے کے لئے خال لگایا ہوا تھا، میں نے کہا، اے جبریل! آج آپ میرے پاس کیسی حالت بنا کر آئے ہیں؟ جبریل نے کہا کہ اللہ نے آسمان کے فرشتوں کو حکم فرما رکھا ہے کہ تم بھی ایسے ہی کپڑوں میں لکڑی کا تنکا لگاؤ، جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گریبان سمیٹنے کیلئے لکڑی کا تنکا لگا رکھا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے یہ روایت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“ میں تخریج کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں:

”قلت: وما أبعد الأشناني من التوفيق، تراه ما علم أن حنبلا لم يرو عن وكيع ولا أدركه أيضا“ ”میں کہتا ہوں کہ اللہ نے اُشنانی کو اپنی توفیق سے کس قدر دور رکھا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اُشنانی یہ بھی نہیں جانتا کہ

حنبل نے نہ تو کعب سے روایت کی ہے اور نہ و کعب کو پایا ہے (حالانکہ سند میں اُثنانی نقل کر رہا ہے کہ حنبل نے یہ حدیث و کعب سے سنی ہے)....“

۲- حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کا کلام

موصوف ”کتاب الموضوعات“^۱ میں لکھتے ہیں: ”هذا مما عملته يد الأثناني“. یہ حدیث اُثنانی کے ہاتھوں کا کمال ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی ”اللائی المصنوعة“^۲ میں حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ جیسے کلام پر اکتفاء کیا ہے، نیز ”تاریخ الخلفاء“ میں اس سند کو ”واہی“ کہا ہے۔^۳

۳- حافظ ابن عراق رحمہ اللہ کا کلام

موصوف ”تنزیہ الشریعة“^۴ میں لکھتے ہیں: (حظ) من حدیث من طریق أبي بكر الأثناني، وهو مما عملت يداه. حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بطریق ابی بکر اُثنانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے، اور یہ حدیث ابو بکر اُثنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا قول

موصوف ”الفوائد المجموعة“^۵ لکھتے ہیں: ”وهو موضوع“. یہ من گھڑت روایت ہے۔

^۱ کتاب الموضوعات: ۱/ ۳۱۴، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

^۲ اللائی المصنوعة: ۱/ ۲۶۹، دار الکتب العلمیة - بیروت۔

^۳ تاریخ الخلفاء: أبو بکر الصدیق، ۱/ ۴۰، ت: محمد محی الدین عبد الحمید، مطبعة السعادة - مصر، الطبعة الأولى: ۱۳۷۱ھ۔

^۴ تنزیہ الشریعة: الفصل الأول، ۱/ ۳۴۲، رقم: ۵، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱ھ۔

^۵ الفوائد المجموعة: ۱/ ۴۱۹، رقم: ۱۰۴۳، ت: رضوان جامع، مكتبة نزار مصطفى الباز - مكة المكرمة۔

محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن ثابت ابو بکر اُشنانی کے بارے میں اقوال ائمہ حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وكان كذابا يضع الحديث“۔^۱ وہ جھوٹی حدیث گھڑتا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروكين“^۲ میں لکھتے ہیں: ”قال الدارقطني: كذاب دجال ...“۔ ”دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ جھوٹا، دجال ہے....“۔

کلام کا خلاصہ اور روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حکم

اس روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ زیر بحث روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے بھی بیان کرنا درست نہیں ہے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

واضح رہے کہ زیر بحث روایت بسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل الصحابة“ میں تخریج کی ہے، یہ ”فضائل الصحابة“ تلاش بسیار کے باوجود مجھے اب تک میسر نہیں ہو سکی، البتہ اس روایت کا ذکر اور اس کے بعد روایت پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ”کنز العمال“ کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

”قال ابن كثير: فيه غرابة شديدة، وشيخ الطبراني عبد الرحمن بن معاوية العنبي وشيخه محمد بن نصر الفارسي لا أعرفهما ولم أر أحدا

^۱ تاریخ بغداد: محمد عبد اللہ بن ابراہیم، ۳/ ۶۶۰، رقم: ۹۸۳، ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ الضعفاء والمتروكين، ۳/ ۷۹، رقم: ۳۰۸۸، ت: عبد اللہ القاضی، دار الکتب العلمیہ - بیروت۔

ذکر ہما“^۱۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس روایت میں شدید غرابت ہے، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد عبد الرحمن بن معاویہ غثبی، اور محمد بن نصر فارسی کو میں نہیں پہچانتا، اور نہ ہی میں نے کسی کو انہیں ذکر کرتے دیکھا ہے۔

واضح رہے کہ شیخ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ”عبد الرحمن بن معاویہ، ابو القاسم الأموی العثبی البصری (۲۹۲ھ)“ کا ترجمہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا جرح و تعدیل نقل کیا ہے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق زیر بحث روایت بطریق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ”شدید غرابت“ ہے، اس کے ساتھ ساتھ متن حدیث کے متعلق، حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال گذر چکے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے موجودہ سند بھی ثبوتِ متن کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

زیر بحث متن حدیث تین صحابہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں سے مروی ہے، ان تینوں سندوں پر تفصیلی کلام آپ کے سامنے آچکا ہے، جس میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں فرما چکے ہیں کہ

^۱ کنز العمال: ۵۰۵/۱۲، رقم: ۳۵۶۴۹، مؤسسة الرسالة - بیروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۰۵ھ۔

^۲ تاریخ الإسلام: ۱۹۵/۲۲، رقم: ۲۷۶، ت: عمر عبد السلام تدمری، دار الكتاب العربی - بیروت، الطبعة: ۱۴۰۷ھ۔

^۳ الأنساب: العتبی، ۱۴۹/۳، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان - بیروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۸ھ۔

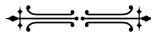
یہ روایت من گھڑت ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے۔ (حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ) یہ جھوٹی حدیث ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ حدیث ابو بکر اُشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔ (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے) یہ من گھڑت روایت ہے۔ (علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

نہ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے چغہ میں تنکے لگائیں ہیں، اور نہ ہی فرشتوں نے، بلکہ یہ جھوٹ ہے۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ۱

ان ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔



روایت نمبر: (۲)

روایت: ”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام
ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا قول

”المقاصد الحسنة“^۱ میں ہے:

”لم أقف له على أصل، ولكن ذكر برهان الإسلام في كتابه
”تعليم المتعلم“ عن شيخه المرغيناني صاحب الهداية في فقه
الحنفية، أنه كان يُوقف بداية السبق على يوم الأربعاء، وكان يروي في
ذلك بحفظه ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ما من شيء
بُدئ به يوم الأربعاء إلا وقد تم“، قال: وهكذا كان يفعل أبي، فيروي
هذا الحديث بإسناده عن القوام أحمد بن عبد الرشيد، انتهى.

ويعارضه حديثُ جابر مرفوعاً: يَوْمُ الْأَرْبَعَاءِ يَوْمٌ نَحْسٌ
مُسْتَمِرٌّ، أخرجه الطبراني في الأوسط، ونحوه ما يروى عن ابن عباس
أنه لا أخذ فيه ولا عطاء، وكلها ضعيفة، وبلغني عن بعض الصالحين

^۱ المقاصد الحسنة، رقم الحديث: ۹۴۳، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت.
كما ذكره العلامة أبو محمد عبد القادر القرشي في ”الجواهر المضيئة“ في ترجمة: برهان الدين
المرغيناني معزواً إلى برهان الإسلام الزرنوجي. (العين مع اللام، ۳۸۴/۱، مير محمد - كراتشي).

مَنْ لَقِيْنَاهُ أَنَّهُ قَالَ: شَكَّتِ الْأَرْبَعَاءُ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ تَشَاوُفَ النَّاسِ بِهَا فَمَنْحَهَا أَنَّهُ مَا ابْتَدَى بِشَيْءٍ فِيهَا إِلَّا تَمَّ“۔

”میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں، البتہ برہان الاسلام رحمہ اللہ اپنی کتاب ”تعلیم المتعلم“ میں اپنے شیخ مرغینانی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ بدھ تک سبق کی ابتداء کو روکے رکھتے تھے اور اس بارے میں زبانی یہ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“

صاحب ہدایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ایسا کرتے تھے، پھر صاحب ہدایہ رحمہ اللہ اپنی سند سے قوام الدین احمد بن عبد الرشید رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے معارض مرفوع روایت (آپ ﷺ کا قول) منقول ہے کہ ”بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے۔“ اس روایت کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ”اوسط“ میں تخریج کیا ہے، ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی اس کے معارض ہے کہ ”بروز بدھ کچھ لینا، دینا نہیں ہے“، یہ سب روایتیں (حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ) ضعیف ہیں۔ میرے ملنے والوں میں ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ”یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ“ بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے کلام سے مستفاد چند امور

① حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے کلام ”میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں“ سے مراد یہ ہے کہ میں اس روایت کی کسی مرفوع سند سے واقف نہیں ہوں۔

۲) صاحب ہدایہ امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) اپنے شیخ قوام الدین احمد بن عبد الرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سند کے ساتھ نقل کی ہے، اگرچہ صاحب ہدایہ نے صریح طور پر سند کو ذکر نہیں کیا۔

۳) بعض ضعیف روایتیں اس روایت کے معارض ہیں۔

۴) ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ”یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ “بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے“۔

۲۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”قال السخاوي: لم أقف له على أصل“۔ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں اس کی کسی اصل سے واقف نہیں ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الأسرار المرفوعة“ میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

”وفيه أن معناه كان يوماً نحساً مُستَمِراً على الكفار، فمفهوماً أنه سعد مستقر على الأبرار وقد اعتمد من أئمتنا صاحب الهداية على هذا الحديث، وكان يعمل به في ابتداء درسه، وقد قال العسقلاني: بلغني عن بعض الصالحين ممن لقيناه أنه قال اشتكت الأربعاء إلى الله تعالى تشاؤم الناس بها فمنحها أنها ما ابتدئ بشيء فيها إلا وتم، والله سبحانه أعلم وأحكم“۔

”حدیث: (بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے) کا معنی یہ ہے کہ بدھ کافروں پر دائمی نحوست کا دن ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کا دن مسلمانوں کی

۱۔ المصنوع: رقم: ۲۷۵، ت: شیخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب۔

۲۔ الأسرار المرفوعة: رقم الحديث: ۴۰۱، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: ۱۳۹۱ھ۔

دائمی سعادت کا دن ہے، اور ہمارے ائمہ میں صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور درس کی ابتداء میں اس حدیث پر عمل کرتے تھے۔
عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ”یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ایک زائد بات یہ ہے کہ زیر بحث روایت کے خلاف موجودہ ضعیف حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار کے لئے تو دائمی نحوست کا دن ہے، البتہ مسلمانوں کے لئے دائمی سعادت کا دن ہے، نیز امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور یہ حدیث معمول بہ ہے۔

۳- حافظ محمد بن اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”کشف الخفاء“^۱ میں حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر دیا، اس کے علاوہ اور کوئی بات نقل نہیں کی۔

۴- حافظ محمد بن محمد المحوت رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ان تینوں حضرات نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کیا ہے، یعنی اس کی اصل معلوم نہیں۔

^۱ کشف الخفاء: ۱/۱۸۱، رقم: ۲۱۹۱، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۸ھ۔

^۲ أسنى المطالب: رقم: ۱۲۴۳، دار الکتب العلمیہ - بیروت۔

^۳ اللؤلؤ المرصوع: رقم: ۴۶۶، فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة: ۱۴۱۵ھ۔

^۴ النخبة البهية: ۱/۱۰۵، رقم: ۲۸۷، المكتب الإسلامي - بیروت۔

۵- حافظ ابن عراق رحمہ اللہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمہ اللہ مذکورہ روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت ”یوم الأربعاء یوم نحس مُستمر“ پر کلام کرنے کے بعد مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

” (ومما) اشتهر على الألسنة في نقيض هذا حديث: ما ابتدئ بشيء يوم الأربعاء إلا تم. لا أصل له، وينسب لصاحب هداية الحنفية أنه كان يُوقف بداية الدروس على يوم الأربعاء ويحتج بهذا الحديث، وكذا كان جماعة من أهل العلم يتحرون البداية يوم الأربعاء، والأولى أن يلحظ في ذلك ما في الصحيح من أن الله عز وجل خلق النور يوم الأربعاء والعلم نور فيتفاءل لتمامه ببداءته يوم خلق النور، إذ يأبى الله إلا أن يتم نوره كما قال جل شأنه، وفي جزء أبي بكر بن بُندار الأنباري من جهة عطاء بن ميسرة عن عطاء بن أبي رباح عن عائشة رضي الله عنها قالت: أحب الأيام أن يخرج فيه مسافري وأنكح فيه واختن فيه الصبي يوم الأربعاء، والله أعلم“^۱.

”اس حدیث کی“ اصل نہیں ہے، اور صاحب ہدایہ رحمہ اللہ کی جانب منسوب ہے کہ آپ بدھ تک سبق کی ابتداء روکے رکھتے، اور اس حدیث کو استدلال کے طور پر پیش کرتے، علماء کی ایک جماعت اسی طرح بدھ کو سبق کی ابتداء کرتی ہے، بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مد نظر ہو کہ ”اللہ عز وجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی“ انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہیں گے“، جزء ابی بکر

انباری میں عطاء بن میسرہ عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے: ”(میرے نزدیک) میرے مسافر کی رواجی کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کی ختنہ کے لئے پسندیدہ دن بدھ ہے۔“

۶- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کا قول

آپ حافظ سخاوی رحمہ اللہ، اور ملا علی قاری رحمہ اللہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قد استخرجت لذلك أصلاً آخر لطيفاً، وهو أخرجه البخاري في الأدب وأحمد والبخاري عن جابر بن عبد الله قال: دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا المسجد، مسجد الفتح، يوم الإثنين ويوم الثلاثاء ويوم الأربعاء، فاستُجيب له بين الصلاتين، أي: الظهر والعصر من الأربعاء.“

قال جابر: ولم ينزل بي أمرٌ منهم إلا تَوَخَّيْتُ تلك الساعة، فدعوت الله فيه بين الصلاتين يوم الأربعاء في تلك الساعة إلا عرفت الإجابة“۔

مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الادب المفرد“ میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

سابقہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، میں اس کی اصل (مرفوع سند، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول) سے واقف نہیں ہوں، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صاف لفظوں میں ”بے اصل“ کہا ہے، ان تمام ائمہ کی تصریحات کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس کو بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بدھ کو بعض دیگر معتبر روایات کے مطابق قبولیت اور فضیلت حاصل ہے، اس لئے ان معتبر روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے درس وغیرہ کی ابتداء بدھ سے کرنا بلاشبہ مستحسن ہے، اور حضرات علماء سلف کا معمول بھی ہے، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ زیر بحث روایت کو ”بے اصل“ کہا ہے، لیکن بروز بدھ، درس کی ابتداء کو مستحسن سمجھتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے:

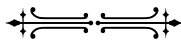
”بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مد نظر ہو کہ ”اللہ عز وجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی“ انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہیں گے“، جزء ابی بکر انباری میں عطاء بن میسرہ

عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے، ”سفر کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کے ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے۔“

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروز بدھ ابتداء درس کو پسند کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے:

”مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الادب المفرد“ میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی۔“



روایت نمبر: (۳۰)

روایت: ”إن يمين ملائكة السماء: والذي زين الرجال باللحي، والنساء بالذوائب“.

يَكْتُمُهُمْ، آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے۔
حکم: ساقط، بیان نہیں کر سکتے۔

مذکورہ متن تین (۳) مختلف سندوں سے مرفوعاً اور موقوفاً منقول ہے :

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے مرفوعاً

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے موقوفاً

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً

ذیل میں تینوں سندوں کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

مصدرِ اصلی

امام شہر داد بن شیر ویہ رحمہ اللہ ”مسند فردوس“^۱ میں یہ روایت امام حاکم رحمہ اللہ کی سند سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں:

”أخبرنا ابن عسمة، حدثنا الحسين بن داود بن مُعَاذ، حدثنا النَّضْرُ بن شُمَيْل، حدثنا عوف، عن الحسن، عن عائشة مرفوعاً: ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحي الرجال، يقولون: سبحان الذي

^۱ ”مسند فردوس“ فی الوقت میسر نہیں، البتہ ”مسند فردوس“ کی مذکورہ سند ثانوی مرجع سلسلۃ الأحادیث الضعیفة ”سے نقل کی جارہی ہے، فانظر: سلسلۃ الأحادیث الضعیفة: ۵۲/۱۴، رقم: ۶۰۲۵، مکتبۃ المعارف-الریاض۔

زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب“۔

تَعَزَّجَہُمْ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں، مینڈھیوں والی عورتوں اور داڑھی والے مردوں کے لئے، وہ فرشتے کہتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ ”فیض القدير“^۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا الفاظ سے قسم کھاتی تھی: ”والذي زين الرجال بالحلي ...“۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام ۱- حافظ ابن عراق رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ کا کلام

حافظ ابن عراق رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ ”تنزيه الشريعة“^۲ کی ”الفصل الثالث“ میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ”من حديث عائشة، وفيه الحسين بن داود بن مُعَاذِ الْبَلْخِي“۔ یہ روایت حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے منقول ہے، اور اس کی سند میں حسین بن داؤد بن معاذ ملتی ہے۔

واضح رہے کہ ابن عراق رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ نے مقدمہ میں ”حسین بن داؤد“ کو وضاعین میں شمار کیا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر پٹنی رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ کا کلام

علامہ پٹنی رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ اس روایت کو ”تذكرة الموضوعات“^۳ میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”فيه ابن داود، ليس بثقة“۔ اس میں ابن داؤد ہے، جو ثقہ نہیں ہے۔

^۱ فیض القدير: ۶/ ۱۴، رقم: ۸۲۵۱، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۳۹۱ھ۔

^۲ تنزيه الشريعة: كتاب الأنبياء والقدمات، الفصل الثالث، ۲۴۷/ ۱، رقم: ۱۴، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ تذكرة الموضوعات: ص: ۱۶۰، كتب خانة مجيديدية - ملتان۔

۳۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت بسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ”ذیل اللاکھی“ میں نقل کرنے کے بعد سند کے راوی حسین بن داؤد کو ”لیس بثقة“ کہا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں موجود راوی ”حسین بن داؤد بلخی“ کو محدثین نے اس روایت میں مدارِ علت بنایا ہے، ذیل میں حسین بن داؤد کے بارے میں ائمہ رجال کی آراء ذکر کی جا رہی ہیں۔

حسین بن داؤد بن معاذ بلخی (المتوفی ۲۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ بغداد“ میں ”حسین بن داؤد بلخی“ کے متعلق لکھتے ہیں:

”ولم یکن الحسین بن داؤد ثقة، فإنه روی نسخة عن یزید بن ہارون، عن حمید، عن أنس، أكثرها موضوع“. حسین بن داؤد ثقہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے یزید بن ہارون عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک نسخہ نقل کیا ہے، جس کی اکثر روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروکین“ میں نقل کرتے ہیں: ”قال الأزدی: کذاب، ساقط“۔ ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسین بن داؤد جھوٹا، ساقط ہے۔

^۱ ذیل اللاکھی المصنوعة: ص: ۷۳، دار ابن حزم - بیروت.

^۲ تاریخ بغداد: ۵۷۶/۸، رقم: ۴۰۵۳، ت: بشار عواد معروف، ط: دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۲۲ھ.

^۳ الضعفاء والمتروکین: من اسمہ حسین، ۱/ ۲۱۸، رقم: ۹۱۴، ت: عبد اللہ القاضی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ.

حافظ ذہبی رحمہ اللہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”تاریخ الإسلام“^۱ میں فرماتے ہیں: ”نزیل نيسابور، وأحد المتروكين“. ”نیشاپور میں آیا ہے اور متروکین میں سے ایک تھا“ (شدید جرح)۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”المغنی“^۲ میں فرماتے ہیں: ”متهم بالكذب“. حسین بن داؤد متهم بالكذب ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن عراق رحمہ اللہ

”تنزیہ الشریعة“^۳ کے مقدمہ میں وضاعین کی فہرست میں ابن عراق رحمہ اللہ نے حسین بن داؤد کے بارے میں یہ کلمات نقل کیے ہیں:

”قال الخطيب: حديثه موضوع، وقال الحاكم: له عجائب يستدل بها على حاله“. خطیب رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی حدیث گھڑی ہوئی ہے، اور امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے عجیب روایتیں منقول ہیں، ان روایتوں سے حسین بن داؤد کی حالت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

روایت بطریق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

روایت کو مذکورہ سند سے امام سیوطی رحمہ اللہ اور حافظ ابن عراق رحمہ اللہ نے صراحتاً موضوعات میں شمار کیا ہے، نیز سند میں موجود راوی حسین بن داؤد کی جانب (قطع نظر خاص اس روایت کے) حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اور حافظ ازدی رحمہ اللہ نے صاف لفظوں میں جھوٹ اور وضع حدیث کی نسبت کی ہے، اور اسی پر حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ

^۱ تاریخ الإسلام: ۱۵۹/۲۱، رقم: ۲۲۵، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۲ المغني في الضعفاء: ص: ۲۶۰، رقم: ۱۵۷۳، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م۔

^۳ تنزیہ الشریعة: ۱/۵۲، رقم: ۱۰، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ سند سے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق، موقوف روایت (صحابی کا قول) مصدر اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۱ میں ”عبدالعزیز بن محمد نخشی“ کے ترجمے میں یہ روایت ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

”أنا القاضي أبو سعيد الخليل بن أحمد بن محمد بن الخليل، نا أبو عبد الله محمد بن مُعَاذ بن فَهْد النُّهْأَوْدِي وسمعتَه يقول: لي مائة وعشرون سنة وقد كتبت الحديث ولحقت أبا الوليد الطيالسي والقعنبي وجماعة من نظرائهم، ثم ذكر أنه تصوف ودفن الحديث الذي كتبه أول مرة ثم كتب الحديث بعد ذلك وذكر أنه حفظ من الحديث الأول حديثاً واحداً، وهو ما حدثنا به [كذا في الأصل] محمد بن المنهال الضَّرِير، نا يزيد بن زُرَّيع، نا رَوْح بن القاسم، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: إن يمين ملائكة السماء والذي زين الرجال باللحي والنساء بالذوائب.“

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک آسمان کے فرشتوں کی قسم یہ ہے: قسم اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام ۱- حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں:

^۱ تاریخ مدینة دمشق: حرف العين، ۳۶/۳۴۳، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

”هذا حديث منكر جدا وإن كان موقوفا، فأولت^۱ النّها وتندي نسبه فيما نسي، فإنه لا أصل له من حديث محمد بن المنهال والله أعلم“^۲.

یہ حدیث شدید منکر ہے، اگرچہ موقوف بھی ہے، شاید نہاوندی کو نسیان ہو گیا ہے، کیونکہ ”محمد بن منہال“ کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی، واللہ اعلم۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل اللآلی“^۳ میں حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس سند کے کے بعد انھیں کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۴ میں اس روایت کو ”محمد بن معاذ شعرائی“ کے ترجمے کے تحت ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

”وروی عنه أبو سعيد الخليل بن أحمد بن الخليل البستي حكاية منكرة“. ابو سعيد الخلیل نے ”محمد بن معاذ“ سے ایک منکر روایت نقل کی ہے، اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی ہے۔

۳- حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۵ میں اس روایت کو

۱۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوع نسخے میں یہ لفظ ”فأولت“ ہے، اور بظاہر یہاں اس کا کوئی مطلب بن بھی نہیں بن سکتا، چنانچہ دیگر حضرات جنہوں نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے، انہوں نے اس لفظ کو ”ولیت“ لکھا ہے، جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“ میں لکھا ہے، اسی طرح ”لسان المیزان“ میں ”نخشبی“ کی جگہ ”یحسبی“ لکھا ہے۔

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق: حرف العین ۳۶/۳۴۳، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

۳۔ ذیل اللآلی المصنوعة: ص: ۷۳، دار ابن حزم - بیروت۔

۴۔ لسان المیزان: حرف المیم، ۷/۵۱۲، رقم: ۷۳۱۷، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

۵۔ تنزیہ الشریعة: کتاب الأنبياء والقدماء، الفصل الثالث، ۱/۲۴۷، رقم: ۱۳، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

نقل کرنے کے بعد ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، ملاحظہ ہو:
”وقال: منکر، لا أصل له“. ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر، بے اصل کہا ہے۔

حضرات محدثین نے مذکورہ سند میں موجود ایک راوی ”محمد بن معاذ نہاوندی شعرانی“ کو مدار علت بنایا ہے، ذیل میں مزید وضاحت کے لئے نہاوندی کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو۔

محمد بن معاذ بن فہد نہاوندی شعرانی (بعد ۳۳۴ھ) پر ائمہ رجال کا کلام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”سیر أعلام النبلاء“^۱ میں فرماتے ہیں:
”وہو واہ ولہ أوہام“. نہاوندی ”واہی“ ہے، اور اس کے بہت سے ادہام ہیں (شدید جرح)۔

اسی طرح ”تاریخ الإسلام“^۲ میں فرماتے ہیں: ”وہو متروک، واہ“۔ نہاوندی متروک، واہی شخص ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۳ میں نہاوندی کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت بسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نہاوندی کو متروک، واہی (شدید جرح) قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن منہال سے منقول روایتوں میں اس روایت کو شدید منکر کہا ہے، اور اسی نہاوندی کو

^۱ سیر أعلام النبلاء: ۳۸۷/۱۵، رقم: ۲۱۰، ت: شعب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۰۲ھ۔

^۲ تاریخ الإسلام: ۳۸۷/۱۵، رقم: ۲۲۵، ت: عمر عبدالسلام تدمری، دار الكتاب العربی - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۳ لسان المیزان: حرف المیم، ۵۱۲/۷، رقم: ۷۳۱۷، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

اس کی علت اور سبب قرار دیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، چنانچہ ائمہ حدیث کی ان تصریحات کے بعد یہ متن اس سند کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحاوی للفتاویٰ“^۱ میں اس مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

”وقال علي رضی اللہ عنہ: عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: عليكم بالمشط فإنه يذهب الفقر، ومن سرح لحيته حتى يصبح كان له أمانا حتى يمسي، لأن اللحية زين الرجال وجمال الوجه.“

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ”کنگی ضرور کیا کرو، کیونکہ یہ فقر کو ختم کرتی ہے، اور جو شخص صبح کو داڑھی میں کنگی کرے وہ شام تک مأمون رہے گا، کیونکہ داڑھی مردوں کی زینت اور ان کے چہروں کی خوبصورتی ہے۔“

روایت بسند حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کلام
علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”موضوع“^۲ کہا ہے۔

تحقیق کا خلاصہ اور تینوں روایتوں کا حکم

زیر بحث حدیث کی تینوں سندیں (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ) درجہ اعتبار سے ساقط اور شدید ضعیف ہیں، تفصیل گزر چکی ہے، چنانچہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

^۱ الحاوی للفتاویٰ: ص: ۳۹/۲، ت: عبد اللطیف حسن، دار الکتب العلمیہ — بیروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔
^۲ کشف الخفاء: ۳۱۱/۲، رقم: ۲۵۳۹، ت: یوسف بن محمود الحاج أحمد، مکتبۃ العلم الحدیث — دمشق، ۱۴۲۱ھ۔

روایت نمبر ۴۲

روایت: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔“
 ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“
 کی تحقیق کی گئی ہے۔

حکم: دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔

پہلی روایت دو صحابہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

① انس بن مالک رضی اللہ عنہ ② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دوسندوں کے ساتھ مروی ہے:

① ابو عاتکہ کے طریق سے ② زہری رضی اللہ عنہ کے طریق سے

سب سے پہلے ابو عاتکہ سے منقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے

بحث کی جائیگی، اس کے بعد دیگر سندوں کو ذکر کیا جائے گا۔

ابو عاتکہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الضعفاء الکبیر“ میں ”ابو عاتکہ طریف بن

سلمان“ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

”من حدیثہ ما حدثناہ جعفر بن محمد الزعفرانی، قال: حدثنا

أحمد بن سريح، قال: حدثنا حماد بن خالد الخياط، قال: حدثنا

طريف بن سلمان أبو عاتكة، قال: سمعت أنس بن مالك عن النبي

صلى الله عليه وسلم قال: ”أطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلب العلم

فريضة على كل مسلم“^۱۔

^۱ کتاب الضعفاء، باب الطاء، ۲/ ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية -

تَرْجَمَهُمْ؛ حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللهُ عَنْهُ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے، بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مذکورہ روایت اسی سند کے ساتھ درج ذیل کتب میں تخریج کی گئی ہے:

- (۱) البحر الزخار المعروف بمسند البزار^۱ (۲) المجروحین لابن حبان البستی^۲ (۳) الکامل فی الضعفاء لابن عدی^۳ (۴) تاریخ أصبہان لأبّی نعیم الأصبہانی^۴ (۵) شعب الإیمان للبیہقی^۵ (۶) المنتخب من العلل للخلال لابن قدامة المقدسی^۶ (۷) جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر^۷ (۸) الرحلة فی طلب الحديث للخطیب البغدادی^۸ (۹) المدخل إلى السنن الكبرى للبیہقی^۹ (۱۰) تاریخ

^۱ البحر الزخار، مسند علی، ۱/ ۱۷۵، رقم: ۹۵، ت: محفوظ الرحمن زین اللہ، مؤسسة القرآن - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ المجروحین: باب الطاء، ۱/ ۳۱۲، ت: محمود إبراهیم زاید، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۳ الکامل فی الضعفاء: باب الطاء، من اسمہ طریف، ۴/ ۱۱۸، رقم: ۹۶۳، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۴ کتاب ذکر أخبار أصبہان، ۳/ ۱۵۶، ت: سید کسروی حسین، دار الکتاب الإسلامی - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۰ھ۔

^۵ شعب الإیمان: باب فی طلب العلم، ۳/ ۱۹۴، رقم: ۱۵۴۴، ت: عبد العلی عبد الحمید حامد، مكتبة الرشد - سوريا، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۶ المنتخب من العلل: کتاب العلم، ص: ۱۲۹، رقم: ۶۳، ت: أبو معاذ طارق بن عوض اللہ، دار الرأیة - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ۔

^۷ جامع بیان العلم: باب قوله (صلی اللہ علیہ وسلم) طلب العلم فريضة، ۱/ ۳۰، ت: أبو الأشبال الزهري، دار ابن الجوزي - الدمام، ط: ۱۴۱۹ھ۔

^۸ الرحلة فی طلب الحديث: ص: ۷۲، رقم: ۱، ت: نور الدین عتر، دار الكتب العلمية - بیروت، ط: ۱۳۹۰ھ۔

^۹ المدخل إلى السنن الكبرى: باب العلم العام، ص: ۲۴۱، رقم: ۳۲۴، ت: محمد ضیاء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء - الكويت، ط: ۱۴۰۴ھ۔

مدینۃ السلام بغداد لأبي بكر الخطيب البغدادي^۱ (۱۱) التدوين في أخبار قزوين للرافعي^۲ (۱۲) الموضوعات لابن الجوزي^۳.

ان تمام کتب کی سندیں، سند میں مذکور ”ابوعاتکہ طریف بن سلمان“ پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے ”طریف بن سلمان“ کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ذکر کر دیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابوعاتکہ طریف بن سلمانؒ کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ابوعاتکہ کے متعلق ”المجروحین“ میں فرماتے ہیں: ”منکر الحدیث جدا، یروی عن أنس ما لا یشبه حدیثہ، وربما روى عنه ما ليس من حدیثہ“^۴.

ابوعاتکہ شدید منکر الحدیث ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی روایتیں نقل کرتا ہے، جو ان کی احادیث کے مشابہ نہیں ہوتیں، اور بعض دفعہ ان سے ایسی روایت بیان کرتا ہے، جو ان کی روایت کردہ احادیث میں سے نہیں ہوتی۔

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعاتکہ کی زیر بحث روایت نقل کی۔
حافظ ابوبشر ڈولابی رحمۃ اللہ علیہ ”الکنی والأسماء“^۵ میں لکھتے ہیں:

لہ الرحلة في طلب الحديث: ص: ۷۲، رقم: ۱، ت: نورالدین عترة، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۳۹۰ھ۔

لہ التدوين: فصل: حرف الفاء في الأباء، ۱/ ۴۹۲، ت: عزيز الله العطاردي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

لہ الموضوعات: كتاب العلم، ۱/ ۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

لہ طریف بن سلمان ويقال بن سليمان. كذا في ”الكامل في الضعفاء لابن عدي“. (باب الطاء، من اسمه طریف، ۴/ ۱۸۱ رقم: ۹۶۳، دارالفکر - بیروت). وقال الخطيب: والمحفوظ ابن سلمان. (تاريخ مدينة السلام بغداد: باب الطاء، من اسمه طریف، ۱۰/ ۴۹۷، رقم: ۴۸۸۴، دار الغرب الإسلامي - بيروت).

لہ المجروحین: باب الطاء، ۱/ ۳۱۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

لہ الکنی والأسماء، ۲/ ۷۰۷، رقم: ۱۲۴۲، ت: أبو قتيبة نظر محمد، دار ابن حزم - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۱ھ۔

”آخر نبی أبو عبد الرحمن النسائی، قال: أنبأ علي بن الحسن بن الحسين قال: ثنا حماد بن خالد، قال: سألت شيخا يقال له: طريف بن سليمان [كذا في الأصل] أبو عاتكة وكان قد أتى عليه مائة سنة وأربع سنين فقلت له: ربما اختلط عليك عقلك؟ قال: نعم، قلت: سمعت من أنس بن مالك: طلب العلم فريضة على كل مسلم؟ قال: نعم“.

”۔۔۔ حماد بن خالد کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص جسے طریف بن سلیمان ابو عاتکہ کہا جاتا تھا، اور اس وقت ان کی عمر ۱۰۴ برس ہو چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کبھی کبھی اختلاطِ عقل بھی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ حصولِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے، اس نے کہا: ہاں۔“

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ الجرح والتعديل“ میں اپنے والد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ابو عاتکہ کے ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں: ”ذاهب الحديث، ضعيف الحديث“^۱.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”التاريخ الكبير“ میں زیر بحث روایت تخریج کرنے کے بعد، طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“^۲.

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل“^۳ میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“۔ اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عاتکہ کی زیر بحث روایت تخریج کی۔

^۱ الجرح والتعديل: باب من روي عنه العلم ممن يسمي طريف، ۴ / ۹۹۴، رقم: ۲۱۶۹، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۲ التاريخ الكبير: باب طريف، ۴ / ۳۵۷، رقم: ۳۱۳۵، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۳ الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ۴ / ۱۱۸، رقم: ۹۶۳، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروکین“^۱ میں ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”لیس بثقة“.

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابوعاتکہ طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں: ”ضعیف“^۲.

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الضعفاء الکبیر“ میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد ابوعاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”هو متروک الحدیث“^۳. ابو عاتکہ ”متروک الحدیث“ ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تلخیص“^۴ میں زیر بحث روایت ذکر کرنے کے بعد، ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”أبو عاتکہ طریف واه“. ابوعاتکہ ”واہی“ ہے۔

اور ”المغنی فی الضعفاء“ میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”مجمع علی ضعفه“^۵. یعنی اس شخص کے ضعف پر اجماع ہے، اسی طرح ”الکاشف“ میں لکھتے ہیں: ”ضعفوه“^۶.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں: ”فیمن

^۱ الضعفاء والمتروکین للنسائی: باب الطاء، ۱/ ۱۴۴، رقم: ۳۳۵، ت: کمال یوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية- بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ.

^۲ تہذیب الکمال: باب العین، ۵/ ۳۴، رقم: ۷۴۵۸، ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة- بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۳ھ.

^۳ کتاب الضعفاء: باب الطاء، ۲/ ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطی أمين قلعجي، دار الكتب العلمية- بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ.

^۴ تلخیص الموضوعات: باب العلم، ۱/ ۲۳، رقم: ۱۱۰، ت: أبو تمیم یاسر بن إبراهیم، مكتبة الرشد- ریاض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ.

^۵ المغنی: باب الکنی، ۲/ ۴۷۷، رقم: ۷۵۶۱، ت: نور الدین عتر، دار إحياء التراث العربی- بیروت، ط: ۱۹۸۷م.

^۶ الکاشف: باب العین، ۲/ ۴۳۷، رقم: ۶۷۰۰، ت: شیخ محمد عوامه، مؤسسة علوم القرآن- بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۳ھ.

عرف بوضع الحديث“^۱۔ ابو عاتکہ ان لوگوں میں سے ہے جو وضع حدیث میں معروف ہیں۔

علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ ”الکشف الحثیث“^۲ میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سلیمانی کا قول نقل کیا ہے، بذاتِ خود ابو عاتکہ کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”تقریب التہذیب“^۳ میں لکھتے ہیں: ”بالغ السلیمانی“۔ سلیمانی نے (ابو عاتکہ کو معروف بالوضع کہہ کر) مبالغہ کیا ہے، نیز ابو عاتکہ کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود: ”ضعیف“ کہتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”تعقیبات علی الموضوعات“ میں اس روایت کے تحت ابو عاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”أن أبا عاتكة من رجال الترمذي ولا يجرح بكذب ولا تهمة“^۴۔ ابو عاتکہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے رجال میں سے ہیں، اور ان پر کذب اور تہمت کذب کی جرح نہیں کی گئی۔

لیکن اس پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے تعقب کیا ہے، چنانچہ آپ ”تنزیہ الشریعہ“^۵ میں لکھتے ہیں: ”کونه لم يُجرَح ممنوع كما يُعلم من ترجمته في المقدمة“۔ یہ کہنا کہ ان پر جرح نہیں کی گئی یہ بات درست نہیں،

^۱ میزان الاعتدال: حرف الطاء، من اسمه طريف، ۲/ ۳۳۵، ۳۹۸۴، ت: علي البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۲ الکشف الحثیث: حرف الراء، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۵۴، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۳ تقریب التہذیب: ص: ۶۵۳، رقم: ۸۱۹۳، ت: شيخ محمد عوامه، دارال رشد - سوريا، ط: ۱۴۱۱ھ۔

^۴ تعقیبات علی الموضوعات: کتاب العلم، ص: ۴، بمطبع محمدی، المكتبة الأثرية - ضلع شیخوپورہ، ط: ۱۳۸۰ھ۔

^۵ تنزیہ الشریعہ: کتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

جیسا کہ مقدمہ میں ان کے ترجمہ سے معلوم ہو رہا ہے۔^۱

یَعْنِي: پیچھے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ ابو عاتکہ رجال ترمذی میں سے ہے، یہاں کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ ان کی ”ولو بالصين“ والی روایت کو موضوع کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ابو عاتکہ اگرچہ رجال ترمذی میں سے ہیں، لیکن ان کی جو روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اسے بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔^۲

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”حدیث انس حدیث لیس إسناده بالقوي، ولا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب شيء“. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ”صحیح“ روایت منقول نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آگے ابو عاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”أبو عاتكة يضعف“^۳ ابو عاتکہ کو ضعیف کہا گیا ہے۔

۱۔ علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں ابو عاتکہ کے متعلق سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، لیکن اس قول کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”بالغ سلیمانی“ کہہ کر رد کیا ہے۔

۲۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سنن ترمذی“ میں ابو عاتکہ کی سند سے جو روایت تخریج کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں: ”حدثنا عبد الأعلى بن واصل الكوفي، حدثنا الحسن بن عطية، حدثنا أبو عاتكة، عن أنس بن مالك: قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اشتكت عيني فأكتحل وأنا صائم؟ قال: ”نعم“. ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں سرمہ لگا لوں؟ حالانکہ میں روزے سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“۔ سنن الترمذی: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۹۶/۳، رقم: ۷۲۶، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية: ۱۳۹۷ھ۔ یہ بھی واضح رہے کہ ”سنن الترمذی“ کی اس روایت کے دیگر شواہد بھی ہیں، دیکھیے: التلخیص الحبیبر، ۳۶۵/۲، رقم: ۸۸۶۔

۳۔ سنن الترمذی: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۹۶/۳، رقم: ۷۲۶، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية: ۱۳۹۷ھ۔

اور مقدمہ میں یہ بات آپجی ہے کہ کسی راوی کی روایت کے ساقط ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے منقول تمام متون ساقط ہوں گے، بلکہ دیگر قرائن وغیرہ سے ایسے راویوں کے بعض متون سقط سے محفوظ ہوں سکتے ہیں۔ خلاصہ: ابوعاتکہ کے بارے میں سوائے سلیمانی کے کسی نے بھی وضع حدیث کی نسبت نہیں کی، البتہ مختلف کلمات سے جرح کی گئی ہے، جن میں بعض شدید جرح پر مشتمل ہیں، مثلاً:

”منکر الحدیث جداً“۔ (امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

”منکر الحدیث“۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

”مترک الحدیث“۔ (حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ)

”واہی“۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ ابوعاتکہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کرنے میں (جس میں اطلبوا العلم ولو بالصین کے الفاظ ہیں) متفرد ہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بطریق ابوعاتکہ پر ائمہ کا کلام

۱۔ امام ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ ”البحر الزخار المعروف بمسند البزار“ میں فرماتے ہیں:

”حدیث أبي العاتكة: اطلبوا العلم ولو بالصين، لا يعرف أبو العاتكة ولا يدرى من أين هو، فليس لهذا الحديث أصل“^۱۔ حدیث: ”اطلبوا العلم ولو بالصين“۔ ابوعاتکہ معروف شخص نہیں، اور یہ بھی معلوم

۱۔ البحر الزخار: مسند علي، ۱/۷۵، رقم: ۹۵۔ محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القرآن۔ بيروت، الطبعة الأولى:

نہیں کہ وہ کہاں کا ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ”المنتخب من علل الخلال“ میں مروّذی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”أن أبا عبد الله ذكر له هذا الحديث، فأنكره إنكاراً شديداً“^۱۔
ابو عبد اللہ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر کی۔

۳۔ امام یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ

علامہ دُوری رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وسألت يحيى بن معين عن أبي عاتكة هذا فلم يعرفه“^۲۔
میں نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اس ابو عاتکہ کے بارے پوچھا، تو آپ نے اسے نہیں پہچانا۔

۴۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ”الموضوعات“ میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ”هذا باطل، لا أصل له“^۳۔ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

^۱ المنتخب من علل الخلال: كتاب العلم، ص: ۱۲۹، رقم: ۶۳، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله دار الرؤية - الرياض ط: ۱۴۱۹ھ۔

^۲ المنتخب من علل الخلال: كتاب العلم، ص: ۱۲۹، رقم: ۶۳، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرؤية - الرياض، الطبعة الاولى: ۱۴۱۹ھ۔

^۳ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول ”مجروحین“ میں نہیں ملا، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”موضوعات“ میں ذکر کیا ہے، اور یہیں سے باقی حضرات نے لیا ہے، البتہ ان کے متعلق ”مجروحین“ میں دوسرے الفاظ ہیں جو پہلے ذکر کیے گئے ہیں۔

۵۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”المدخل“ میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”هذا حديث متنه مشهور وأسانيده ضعيفة، لا أعرف له إسنادا يثبت بمثله الحديث“^۱۔ اس حدیث کا متن مشہور اور سندیں ضعیف ہیں، مجھے اس حدیث کی اس درجے کی کوئی سند نہیں مل سکی ہے، جس سے یہ حدیث ثابت کہلائی جاسکے۔

”شعب الإيمان“ میں اس روایت کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ ہو:

”هذا حديث متنه مشهور، وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة“^۲۔ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اسناد ضعیف ہے، اور یہ کئی طرق سے منقول ہے لیکن وہ تمام کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

۶۔ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الضعفاء الكبير“ میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة، وهو متروك الحديث....“^۳۔ لفظ ”ولو بالصين“ صرف ابو عاتکہ ہی سے محفوظ (منقول) ہے، اور ابو عاتکہ متروک الحدیث ہے....“

^۱ المدخل إلى السنن الكبرى: باب العلم، ص: ۲۴۱، رقم: ۳۲۴، ت: محمد ضياء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء - الكويت، ط: ۱۴۰۴ هـ۔

^۲ شعب الإيمان: باب في طلب العلم، ۱۹۴ / ۳، رقم: ۱۵۴۴، ت: عبد العلي عبد الحميد حامد، مكتبة الرشد - سوريا، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ هـ۔

^۳ كتاب الضعفاء: باب الطاء، ۲ / ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ هـ۔

۷- حافظ ابن عدی رحمہ اللہ

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ ”الکامل فی الضعفاء“^۱ میں ابو عاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”منکر الحديث“.

آگے روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ما أعلم يرويه غير الحسن بن عطية عن أبي عاتكة“. میرے علم میں (اس حدیث کی صرف ایک ہی سند ہے، یعنی حسن بن عطیہ عن ابی عاتکہ) حسن کے علاوہ کوئی دوسرا اسے ابو عاتکہ سے روایت کرنے والا نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حسن، ابو عاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہے، تفصیل آرہی ہے۔

۸- حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں ”الموضوعات“ میں فرماتے ہیں:

”هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... وأما أبو عاتكة فقال البخاري منكر الحديث ...“^۲ یہ روایت آپ ﷺ سے ”صحیح“ نہیں ... نیز ابو عاتکہ بقول بخاری رحمہ اللہ منکر الحديث ہے ...“

۹- حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ”مجموع الفتاوی“^۳ میں مذکورہ روایت (قطع

^۱ الکامل فی الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ۱۸/۴، رقم: ۹۶۳، دارالفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ الموضوعات: کتاب العلم، ۱/۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

^۳ مجموع الفتاوی: سنل شیخ الإسلام عن أحاديث يرويهها القصاص، ۱۸/۲۲۰، عامر الجزار، دارالوفاء - مصر، ط: ۱۴۲۶ھ۔

نظر کسی خاص سند کے) کے متن کے بارے میں فرماتے ہیں: ”لیس هذا ولا هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم“۔

نہ یہ روایت (ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ ہے) نبی ﷺ کا کلام ہے نہ وہ (یعنی، علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے)۔^۱

۱۰۔ علامہ عراقی رحمہ اللہ کا کلام

حافظ مرتضیٰ زبیری رحمہ اللہ ”إتحاف السادة المتقين“^۲ میں لکھتے ہیں:

”قال العراقي: أخرجه ابن عدي في الكامل والبيهقي في الشعب والمدخل وابن عبد البر في العلم من رواية أبي عاتكة عن أنس، وأبو عاتكة منكر الحديث، وقال البيهقي: هذا الحديث مشهور وأسانيده ضعيفة...“

عراقی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن عدى رحمہ اللہ... ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، اور بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے، اور اس کی سندیں ضعیف ہیں...“

۱۱۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”میزان الاعتدال“ میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”هو صاحب حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين“^۳۔ ”اطلبوا

العلم ولو بالصين“ والی روایت نقل کرنے والے یہی ابو عاتکہ ہیں۔

^۱ ”مجموع الفتاوي“ میں مکمل متن اس طرح ہے: ”يا علي! تخذ لك نعلين من حديد وأفئهما في طلب العلم ولو بالصين“۔ اس پورے متن کے بارے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام ہے۔

^۲ إتحاف السادة: كتاب العلم، الباب الأول، ۱/۱۴۸، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۳۳ھ۔

^۳ ميزان الاعتدال: حرق الطاء، من اسمه طريق، ۲/۳۲۵، رقم: ۳۹۸۴، ت: علي البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی ”تلخیص الموضوعات“^۱ میں اس روایت کو لکھ کر ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں: ”هذا باطل وأبو عاتكة طريف وإي“. یہ باطل روایت ہے، اور ابو عاتکہ طریف، ایک وہی شخص ہے۔

۱۲- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت مذکور کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وهو ضعيف من الوجهين، بل قال ابن حبان: إنه باطل لا أصل له، وذكره ابن الجوزي في الموضوعات ...“^۲۔ یہ روایت دونوں سندوں (جو ماقبل میں ذکر کی گئی ہیں) سے ضعیف ہے، بلکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔۔۔“

۱۳- حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الموضوعات“^۳ میں مذکور روایت نقل کر کے ابو عاتکہ کو ”منکر الحدیث جدا“ کہا ہے۔

(۱۴) علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعہ“^۴ میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ تلخیص الموضوعات: باب العلم، ۱/ ۲۳، رقم ۱۱۰، ت: أبو تمیم یاسر بن إبراهیم، مکتبۃ الرشد - ریاض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ۸۵، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ تذکرۃ الموضوعات: حرف الألف، ص: ۲۹، نور محمد کتب خانہ - کراچی۔

^۴ تنزیہ الشریعہ: کتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱ھ۔

(۱۵) علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”أسنى المطالب“^۱ میں مذکورہ روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق ابو عاتکہ پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

ابو عاتکہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر محدثین کرام کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، ذیل میں اس کلام کا خلاصہ لکھا جائے گا:

یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر فرمائی۔ (مروزی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے نہیں ہے۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)

ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔

^۱ أسنى المطالب: ص: ۵۸، رقم: ۲۰۸، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیة - بیروت، ط:

اہم فائدہ

یہاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ایک غلط فہمی ہو سکتی ہے، بلکہ بعض حضرات نے ان کے کلام کو استناد کے لئے ذکر بھی کیا ہے، اس لئے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإیمان“ میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ”هذا حديث متنه مشهور، وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة“^۱۔ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: ”له طرق ربما يصل بمجموعها إلى الحسن“^۲۔ اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ”تلخیص الواہیات“^۳ کے حوالے سے منقول ہے: ”روي من عدة طرق واهية وبعضها صالح“^۴۔

^۱ شعب الإیمان: باب في طلب العلم، ۳/ ۱۹۴، رقم: ۱۵۴۴، ت: عبد العلي عبد الحميد حامد، مكتبة الرشد - سوريا، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ كشف الخفاء: ۱/ ۱۶۳، رقم: ۳۹۷، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۳ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعہ“ اور علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كشف الخفاء“ میں لکھا ہے۔

^۴ كشف الخفاء: ۱/ ۱۶۳، رقم: ۳۹۷، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۵ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بحوالہ ”تلخیص الواہیات“ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، جبکہ ”تلخیص کتاب الموضوعات“ میں یہ قول تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی ہیں اور بعض صالح ہیں۔

غلط فہمی کی توضیح

بعض علماء کو ان اقوال سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ ان اقوال (یعنی بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متن کا مشہور اور سند کا ضعیف ہونا، بقول امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ طرق کا حسن ہونا، بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بعض سندوں کا صالح ہونا) کا تعلق مذکورہ پورے متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان اقوال کا تعلق صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو باطل، بے اصل، منکر اور شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات (اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں) کو کہنے کے بعد ”شعب الایمان“ میں آگے جتنی بھی سندیں ذکر کیں ہیں، وہ اس دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی ہیں، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کے ساتھ صرف یہی ایک سند ذکر کی ہے (یعنی ابو عاتکہ کا طریق) آگے کوئی بھی سند نقل نہیں کی۔

اسی طرح حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے دوسرے حصے کے نو (۹) طرق نقل کیے ہیں، اور پہلا حصہ دو (۱) ابوعاتکہ، ۲۔ زہری رحمہ اللہ، اس پر آگے کلام ذکر کیا جائے گا) طریق سے ہے، اسی طرح حافظ مزنی رحمہ اللہ نے ”تحفة الأشراف“^۱ میں دوسرے حصے کی سند کو ذکر کیا ہے، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

حافظ عقیلی رحمہ اللہ، حافظ سخاوی رحمہ اللہ اور حافظ ابن عراق رحمہ اللہ کے کلام سے بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ، حافظ مزنی رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے کلام کا تعلق حدیث کے صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، ذیل میں ہر ایک کا کلام لکھا جائے گا۔

حافظ عقیلی رحمہ اللہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: ”لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة“^۲۔
ولو بالصين صرف ابوعاتکہ سے مروی ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا قول

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے ”المقاصد الحسنة“ باب الطاء میں ان الفاظ سے حدیث کا عنوان قائم کیا: ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“^۳۔ (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں: ابوعاتکہ نے مذکورہ روایت کے شروع میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے“۔

^۱ تحفة الأشراف: مسند أنس بن مالك، ۱/ ۳۷۴، رقم: ۱۴۷، ت: عبدالصمد شرف الدين، المكتبة الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۰۲ھ۔

^۲ كتاب الضعفاء: باب الطاء، ۲/ ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطي أمين قلججي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

^۳ المقاصد الحسنة: حرف الطاء رقم: ۶۶۰، ص: ۴۴۱، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

حافظ ابن عراق رحمہ اللہ کا کلام

اسی طرح ابن عراق رحمہ اللہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۱ میں نفس روایت پر کلام کرنے کے بعد دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ مزنی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول نقل کیا ہے، اس کے بعد اس کے بعض طرق بیان کر کے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول لکھتے ہیں:

”نصفہ الثاني أخرجه ابن ماجه، قال الحافظ المزي الشافعي: وله طرق كثيرة عن أنس، يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن“.

نصف ثانی (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی تخریج ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کی ہے، اور حافظ مزنی شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے منقول ہے، جن کا مجموعہ مرتبہ حسن تک پہنچتا ہے۔

اہم فائدہ کے تحت تفصیل کا خلاصہ

اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ نکلا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا قول (اس حدیث کا متن مشہور ہے، اور سند ضعیف ہے) حافظ مزنی رحمہ اللہ کا قول (اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتا ہے) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا قول (اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے وہی ہیں اور بعض صالح ہیں) حدیث کے صرف اس حصے سے متعلق ہے: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“۔ اور حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) سے ان اقوال کا کوئی تعلق نہیں ہے، حافظ عقیلی رحمہ اللہ، حافظ سخاوی رحمہ اللہ اور حافظ ابن عراق رحمہ اللہ کے کلام سے اسی بات کی طرف اشارہ ملتا ہے، تفصیل آپ کے سامنے گزر چکی ہے۔

^۱ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب العلم، فصل الثاني، ۱/۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ.

اہم تنبیہ

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کشف الخفاء“^۱ میں لکھا ہے: ”رواہ أبو یعلیٰ عن أنس بلفظ: اطلبوا العلم ولو بالصین فقط.“ ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فقط ”اطلبوا العلم ولو بالصین“ کے الفاظ سے روایت نقل کی ہے۔

”مسند أبو یعلیٰ الموصلی“^۲ میں جب مذکورہ روایت کو تلاش کیا گیا، تو روایت میں صرف دوسرا حصہ مذکور ہے، پہلا حصہ (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) ذکر ہی نہیں کیا گیا۔

دوسری اہم تنبیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں: ”ما أعلم یرویه غیر الحسن بن عطیة عن أبي عاتكة عن أنس“^۳۔ میں نہیں جانتا کہ حسن بن عطیہ کے علاوہ کوئی اور شخص بھی ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتا ہو، یعنی امام موصوف کا کہنا ہے کہ روایت مذکورہ ابو عاتکہ سے حسن بن عطیہ ہی نقل کرنے والے ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن عطیہ کے بارے میں تفرد کے دعویٰ کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ ”الموضوعات“^۴ میں حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اسی طرح کی بات نقل کی ہے:

”قال الحاکم أبو عبد الله النيسابوري: تفرد به الحسن بن

^۱ کشف الخفاء: ۱/۱۶۳، رقم: ۳۹۷، ت: یوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۲ مسند أبي یعلیٰ: مسند أنس، الزبير بن عدي عن أنس، ۹۶/۷، رقم: ۴۰۳۵ وكذا في الرقم: ۲۸۳۷ و ۲۹۰۳ عن أنس، ت: حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث - دمشق، ط: ۱۴۰۴ھ۔

^۳ الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ۱۱۸/۴، رقم: ۹۶۳، دار الفکر - بيروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۴ الموضوعات: كتاب العلم، ۱/۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

عطیہ“۔ حاکم رحمۃ اللہ ابو عبد اللہ نیشاپوری کہتے ہیں حسن بن عطیہ اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ اس قول کی تردید میں لکھتے ہیں:

”قلت: وهذا تحريف [كذا في الأصل و في بعض النسخ تخريف] من الحاكم لأنه قد رواه غير الحسن أنبأنا حدثنا حماد بن خالد الخياط قال: حدثنا طريف بن سليمان [كذا في الأصل] أبو عاتكة ...“^۱

میں کہتا ہوں کہ حاکم رحمۃ اللہ نے یہ بات اندازہ سے کی ہے، اسے حسن کے علاوہ نے بھی نقل کیا ہے.... حماد بن خالد الخياط کہتے ہیں کہ ہمیں طریف بن سلیمان ابو عاتکہ نے بیان کیا“

اسی طرح امام سمعانی رحمۃ اللہ اس روایت کو ”ابراہیم بن اسحاق صینی“ کے حوالے سے ”الأنساب“^۲ میں لکھتے ہیں:

”إبراهيم بن إسحاق الصيني، كوفي..... يروي عن أبي عاتكة، عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: ”أطلبوا العلم ولو بالعين“.

ابراہیم بن اسحاق ابو عاتکہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے“۔

ان تمام باتوں سے یہ حاصل ہوا کہ حسن، ابو عاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ابو عاتکہ سے حماد بن خالد الخياط اور ابراہیم بن اسحاق بھی مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔

^۱ الموضوعات: كتاب العلم، ۱/ ۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ هـ.

^۲ الأنساب للسمعاني: حرف الصاد، باب الصاد والياء، الصيني، ۳/ ۵۷۷، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ هـ.

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابو عاتکہ کی سند مکمل ہو گئی، ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی جائے گی۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”أخبرنا أحمدنا مسلمة، نا يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم العسقلاني، ثنا يوسف بن محمد الفرّيايبي بيت المقدس، ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم“^۱.

روایت پر کلام، ابو عاتکہ کے طریق میں آچکا، لہذا یہاں پر مذکورہ طریق پر ائمہ کا کلام نقل کیا جائے گا۔

مذکورہ سند پر ائمہ کا کلام

۱- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ ”إتحاف السادة المتقين“^۲ میں لکھتے ہیں:

”قال العراقي: ... وأخرجه ابن عبد البر أيضا من رواية الزهري عن أنس، وفي إسناده يعقوب بن إسحاق العسقلاني فقد كذبه البيهقي ...“

^۱ جامع بيان العلم وفضله: باب طلب العلم فريضة، ۱/ ۳۰، رقم: ۲۱، ت: أبو الأشبال الزهري، دار ابن الجوزي - الدمام، ط: ۱۴۱۹ھ.

^۲ إتحاف السادة المتقين: كتاب العلم، الباب الأول، ۱/ ۱۴۸، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۳۳ھ.

عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے ... نیز اس روایت کو ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے زہری عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور اس سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، جسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جھوٹا کہا ہے۔۔۔“

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“ میں سند میں موجود ”یعقوب بن اسحاق“ کے ترجمہ میں مذکورہ روایت اور یعقوب سے مروی دیگر روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا من أباطيل يعقوب“۔^۱ یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور اور اس سے پہلے ابوعاتکہ کی سند تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وهو ضعيف من الوجهين“۔^۲ یہ روایت دونوں سندوں (یعنی زہری و ابوعاتکہ کے طریق) سے ضعیف ہے۔

۴- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآلآلی المصنوعة“^۳ میں مذکورہ روایت بسند یعقوب بن اسحاق نقل کرنے کے بعد یعقوب کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ”کذاب“ کو ذکر کیا، پھر یعقوب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کردہ مسلمہ بن قاسم کا قول تحریر کیا ہے، جو عنقریب آئے گا۔

^۱ لسان المیزان: حرف الباء، من اسمه يعقوب، ۸/ ۵۲۵، رقم: ۸۶۳۱، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۲۰ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ۸۵، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ الآلآلی المصنوعة: كتاب العلم، ۱۰/ ۱۷۵، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

۵- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور کے متعلق لکھتے ہیں:

”آخر جہ ابن عبد البر من طریق یعقوب بن إسحق العسقلانی ... عن الزهري عن أنس، لكن يعقوب رمي بالكذب، ووثقه مسلمة بن القاسم، وحكى توثيقه عن بعضهم“^۱۔ ابن عبد البر نے یعقوب بن اسحاق العسقلانی کے طریق سے روایت تخریج کی ہے ... زہری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، لیکن یعقوب پر کذب کی تہمت ہے، البتہ مسلمہ بن قاسم نے یعقوب کی توثیق کی ہے، اور بعض محدثین سے ان کی توثیق بھی نقل کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود ”تنزیہ الشریعة“^۲ کے مقدمہ میں یعقوب کو ”کذاب“ لکھا ہے۔

سابقہ ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق اس سند میں یعقوب متہم ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم واضح طور پر معلوم ہو سکے۔

یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”المغنی“^۳ میں ”یعقوب بن اسحاق عسقلانی“ کے ترجمہ میں اس سے مروی ایک دوسری روایت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

^۱ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب العلم، الفصل الثانی ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب المناقب، الفصل الأول، ۱/ ۱۲۹، ت: عبد اللہ الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ المغنی فی الضعفاء الرجال: حرف الیاء ۲/ ۴۳۰، رقم: ۷۱۸۳، ت: نور الدین عتر، دار إحياء التراث العربی - بیروت، ط: ۱۹۸۷م۔

”یعقوب بن إسحاق العسقلانی، عن حمید بن زنجویہ، عن یحییٰ بن بکیر، عن مالک، عن نافع، عن ابن عمر مرفوعاً: من حفظ علی أمتی أربعین، وهذا کذب فی السند والمتن“.... اس روایت کی سند و متن دونوں میں جھوٹ ہے۔

اسی طرح ”میزان الاعتدال“^۱ میں یعقوب العسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: ”کذاب“۔ یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۲ میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

مذکورہ سند میں یعقوب سے مسلمہ بن قاسم نے روایت نقل کی ہے، یہی مسلمہ، یعقوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”واختلف فیہ أهل الحدیث، فبعضهم یضعفه وبعضهم یوثقه، ورأیتهم یکتبون عنه فکتبت عنه، وهو عندی صالح جائز الحدیث“۔^۳

علماء حدیث کے نزدیک یعقوب کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کی تضعیف کی ہے اور بعض نے توثیق کی ہے، میں نے محدثین کو ان سے روایت لیتے دیکھا ہے، چنانچہ میں بھی ان سے روایت لیتا ہوں، میرے نزدیک وہ صالح، جائز الحدیث ہے۔

^۱ میزان الاعتدال: حرف الباء، من اسمہ یعقوب، ۴/ ۴۹، رقم: ۹۸۰، ت: علی البجای، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۲ لسان المیزان: حرف الباء، من اسمہ یعقوب، ۸/ ۵۲۵، رقم: ۸۶۳۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مکتبۃ المطبوعات الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۲۰ھ۔

^۳ لسان المیزان: حرف الباء، من اسمہ یعقوب، ۸/ ۵۲۵، رقم: ۸۶۳۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مکتبۃ المطبوعات الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۲۰ھ۔

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق زہری پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب کی باطل روایات کے تناظر میں اس سند سے یہ روایت لکھی ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بسند ہذا نقل کر کے سند میں موجود یعقوب کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کذاب لکھا ہے، نیز قطع نظر خاص اس سند کے یعقوب کے بارے میں ائمہ کے اقوال بھی آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، لہذا سند مذکور سے بھی روایت بیان کرنا درست نہیں ہے۔

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابو عاتکہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر کلام مکمل ہو چکا ہے، آگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق پر کلام کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق
حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وحدث ابن کرام عنه [أي الجويباري] أيضا عن الفضل بن موسى، عن محمد بن عمرو، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلبه فريضة على كل مسلم“۔^۱

روایت پر ائمہ کا کلام
۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل“ میں اس سند کے متعلق لکھتے ہیں:

لہ کامل فی الضعفاء: ذکر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ۱/ ۱۷۷، رقم: ۱۷، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

لہ کامل فی الضعفاء: ذکر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ۱/ ۱۷۷، رقم: ۱۷، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

”هذا بهذا الإسناد باطل“۔ یہ روایت اس سند کے ساتھ باطل ہے۔
نیز حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود ابو علی احمد الجویباری کے متعلق لکھتے ہیں:

”حدث عن جرير والفضل بن موسى وغيرهما بأحاديث وضعها عليهم، وكان يضع الحديث لابن كرام على ما يريد“۔

جویباری، جریر، فضل بن موسیٰ وغیرہ کے انتساب سے روایتیں گھڑتا تھا، نیز یہ ابن کرام کے لئے ان کی خواہش کے مطابق روایت گھڑتا تھا۔
واضح رہے کہ ہماری اس سند میں بھی فضل بن موسیٰ اور ابن کرام موجود ہیں۔

۲- محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ سند ”ذخيرة الحفاظ“ میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”وهذا باطل، والجويباري كذاب“۔^۱ یہ روایت باطل ہے اور جویباری کذاب ہے۔

محدثین کرام نے اس سند میں احمد الجویباری کو متہم قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جویباری کے متعلق ائمہ فن کے اقوال جان لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

جویباری کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، جویباری کے بارے میں فرماتے ہیں: ”أبو علي الجويباري دجال من الدجاجلة“۔^۲ ابو علی الجویباری دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

^۱ ذخيرة الحفاظ: ۱/۱۶۷، رقم: ۵۴۳، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ۱۴۱۶ھ۔

^۲ المجروحين: باب الألف، من اسمه أحمد، ۱/۱۴۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جو بیاری کے متعلق فرماتے ہیں: ”کذاب“^۱۔ یہ جھوٹا ہے۔
 دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں: ”کذاب“^۲۔ یہ جھوٹا ہے۔
 حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”قلت: الجَوْبِيَّارِي مَمْنُ
 يَضْرِبُ الْمَثَلَ بِكَذِبِهِ“^۳۔ میں کہتا ہوں جو بیاری ان لوگوں میں سے ہے جن کا
 جھوٹ ضرب المثل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا حکم

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ مقدسی نے صراحت
 سے مذکورہ سند سے روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ

زیر بحث متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی جان پڑے) حضرت انس
 بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں کے ساتھ منقول ہے،
 جس کے بارے میں تیرہ (۱۳) ائمہ رجال کے اقوال (مختلف سندوں میں) آپ
 ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ روایت باطل من گھڑت اور بے اصل ہے، مکرر ملاحظہ ہو:
 یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس
 قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ
 اور حافظ الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر
 شدید نکیر کی۔ (مروزی رحمۃ اللہ علیہ)

^۱ میزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ۱۰۶/۱، رقم: ۴۲۱، ت: علي البجاوي، دار المعرفة-
 بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۲ میزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ۱۰۶/۱، رقم: ۴۲۱، ت: علي البجاوي، دار المعرفة-
 بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۳ میزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ۱۰۶/۱، رقم: ۴۲۱، ت: علي البجاوي، دار المعرفة-
 بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)
 یہ روایت اس سند (جو بیاری کی سند) کے ساتھ باطل ہے۔ (حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)
 نہ یہ نبی علیہ السلام کے کلام میں سے ہے نہ وہ۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)
 یہ روایت باطل ہے اور جو بیاری کذاب ہے۔ (حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)
 یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، اسی پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)
 اس روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ (حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)
 ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت باطل ہے، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔
 اہم فائدہ

جیسا کہ ماقبل میں بتلایا جا چکا ہے کہ مذکورہ روایت کے دو ٹکڑے ہیں:
 (۱) اطلبوا العلم ولو بالصین (۲) طلب العلم فريضة على كل مسلم.

پہلے کے بارے میں کلام تفصیل سے آچکا، دوسرے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے بارے میں علامہ ٹپنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قبول و عدم قبول کے بارے میں علماء کی دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے، اور خود ثبوت حدیث کی جانب مائل ہیں، چنانچہ ”تذکرۃ الموضوعات“ میں تمام اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”لكن قال العراقي: قد صحح بعض الأئمة بعض طرقه، وقال المُرَني^۱: إن طريقه تبلغ رتبة الحسن“^۲۔ لیکن حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

۱۔ یہ لفظ ”مُرَني“ ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے آپ پڑھ چکے ہیں ”مُرَني“ کا لفظ یہاں کتاب میں غلط ہے۔
 ۲۔ تذکرۃ الموضوعات: کتاب العلم، ص: ۱۷، کتب خانہ مجیدیہ۔

کہ بعض ائمہ نے اس کے بعض طرق کو صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے طرق حسن درجے کے ہیں۔

اسی طرح حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“^۱ میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“ میں دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے ثبوت کی جانب مائل ہوئے ہیں، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی بحث کے آخر میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں:

”روي من عدة طرق واهية، وبعضها صالح“^۲۔ اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی (اصطلاح) ہیں اور بعض صالح ہیں^۳۔

تتمہ: فضیلت علم کے باب میں روایت: ”اطلبوا العلم ولو بالصين“ (علم حاصل کرو، اگرچہ چین جانا پڑے) کے ساتھ: ”اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد“ (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) کو بھی بیان کیا جاتا ہے، یہ روایت کتب حدیث میں باوجود تلاش کے نہیں مل سکی، البتہ حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

^۱ المقاصد الحسنة: حرف الطاء، رقم: ۶۶۰، ص: ۴۴۱، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۲ كشف الخفاء: ۱/ ۱۶۳، رقم: ۳۹۷، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۳ مذکورہ روایت: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“۔ پر احمد بن محمد بن الصديق الغماري نے ”المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة علي كل مسلم“ کے نام سے تحقیقی کام کیا ہے، اس میں انہوں نے مذکورہ روایت کے نو (۹) مختلف طریق ذکر کئے ہیں، آخر میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هذا ما وقفت عليه من طرق هذا الحديث، وبالنظر فيها يعلم أن الحديث بمجموعها يبلغ رتبة الصحيح ولا بد“۔ یہ ہیں حدیث کے وہ طرق جو مجھے ملے ہیں، اور ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مجموعی طور پر درجہ ”صحیح“ تک پہنچ جاتی ہے، اور یہ ضرور ایسا ہی ہے۔ (المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة علي كل مسلم: فصل، ص: ۳۶، مكتبة طبرية - الرياض، ط: ۱۴۳۳ھ)۔

”كشف الظنون“^۱ میں لکھا ہے:

”قد حث الشارع عليه الصلاة والسلام على اكتسابه حيث قال:
....: اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد“ . نبی اکرم ﷺ نے علم حاصل
کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”علم حاصل کرو،
ماں کی گود سے قبر تک۔“

مذکورہ روایت کے متعلق متقدمین محدثین میں سے کسی کا کلام نہیں
ملا، البتہ شیخ عبد الفتاح ابوغده رحمۃ اللہ علیہ ”قيمة الزمن عند العلماء“^۲ میں اس
کے بارے میں فرماتے ہیں:

”هذا الكلام: ”طلب العلم من المهد إلى اللحد“. ويحكي أيضا
بصيغة: ”اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد“. ليس بحديث نبوي، وإنما هو
من كلام الناس، فلا يجوز إضافته إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كما
يتناقله بعضهم .. وهذا الحديث الموضوع: ”اطلبوا العلم من المهد إلى
اللحد“. مشتهر على الألسنة كثير، ومن العجب أن الكتب المؤلفة في
الأحاديث المنتشرة لم تذكره.“

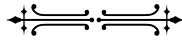
یہ کلام: ”طلب العلم من المهد إلى اللحد“۔ (طلب علم ماں کی گود
سے قبر تک ہے) اور اسی طرح یہ الفاظ: ”اطلبوا العلم من المهد إلى
اللحد“۔ (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) حدیث نبوی ﷺ نہیں ہے،
یہ تو لوگوں کا کلام ہے، اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں
ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے اسے حدیث کہہ کر نقل کیا ہے.... یہ موضوع

^۱ كشف الظنون: المنظر العاشر: في التعلم وفيه فتوحات أيضا، ۵۲/۱، ت: علي البجاوي، دار الفكر -
بيروت، ط: ۱۴۰۴ھ۔

^۲ قيمة الزمن عند العلماء: ص: ۲۹، حاشية، دار عالم الكتب - بيروت، ط: ۱۴۰۴ھ۔

روایت: ”اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد“ (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) زبان زد عوام ہے، اور تعجب ہے کہ جن حضرات نے ”احادیث مشترکہ“ پر تالیفات کی ہیں، انہوں نے اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

حاصل یہ رہا کہ شیخ ابو غندہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ الفاظ: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“ حدیث نہیں ہے، بلکہ من گھڑت روایت ہے، اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



روایت نمبر ۵

روایت: ”لم یکن یریٰ له ظلٌ.....“
حضور ﷺ کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔۔۔
حکم: شدید ضعیف ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت تین سندوں سے مروی ہے:

① روایت ذکوان

② روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

③ روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت ذکوان

روایت کا مصدر

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص الكبرى“^۱ میں یہ روایت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

”أخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی، عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد، عن ذکوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم یکن یریٰ له ظلٌ فی شمس ولا قمر ولا أثرٌ قضاء حاجة“.

ترجمہ: ذکوان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں دکھائی دیتا تھا، نہ چاند کی روشنی میں اور نہ آپ کی قضاء حاجت کا نشان ہوتا۔

^۱ الخصائص الكبرى: باب الآية في حفظه، ۱۲۱، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔
یہ روایت ”نوادر الاصول“ میں نہیں مل سکی، اس لئے ثانوی مصدر سے روایت نقل کی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مناہل الصفا فی تخریج أحادیث الشفا“^۱ میں بھی یہ روایت اسی سند سے بیان کی ہے۔

روایت پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مناہل الصفا“^۲ میں حدیث: ”أنه كان إذا أراد أن يتغوط انشقت الأرض...“ کے تحت ”نوادر الاصول“ کی سند ذکر کرتے ہوئے، سند میں موجود ”عبدالرحمن بن قیس“ کو وضاع، کذاب اور ”عبدالملک بن عبداللہ راند“ کو مجہول کہا ہے، ملاحظہ ہو:

”... وأخرج الحكيم الترمذي في نوادر الأصول من طريق عبد الرحمن بن قيس - وهو وضاع كذاب - عن عبد الملك بن عبد الله بن الرائد [كذا في الأصل] - وهو مجهول - عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة“.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”شرح الشفاء“^۳ میں مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

”ذكره الحكيم الترمذي في نوادر الاصول عن عبدالرحمن بن قيس - وهو مطعون - عن عبدالملك بن عبد الله بن الوليد - وهو مجهول - عن ذكوان من أنه كان لا ظل لشخصه في شمس ولا قمر“.

^۱ له مناهل الصفا: ص: ۴۲، رقم: ۶۸، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ.

^۲ له مناهل الصفا: ص: ۴۲، رقم: ۶۸، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ.

^۳ شرح الشفاء: ۱/ ۷۵۳، ت: الحاج أحمد طاهر القنوي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۳۱۹ھ.

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے نقل کیا۔ جو مطعون راوی ہے۔ وہ عبد الملک بن عبد اللہ سے نقل کرتا ہے۔ جو مجہول ہے۔ اور عبد الملک نے ذکوان سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک سورج و چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا۔

قائد: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود عبد الرحمن بن قیس کو کذاب، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مطعون کہا ہے، اس لئے ذیل میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کی فنی حیثیت واضح ہو جائے:

عبد الرحمن بن قیس ابو معاویہ زعفرانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ”العلل ومعرفة الرجال“ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں پوچھا، آپ نے موصوف کے بارے میں کہا: ”لم یکن بشيء متروک الحدیث (شدید جرح)“۔^۱

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء الکبیر“ میں اور حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معرفة التذکرہ“ میں زعفرانی کے متعلق امام احمد کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱العلل ومعرفة الرجال: ۱/ ۳۸۴، رقم: ۷۴۸، ت: وصی اللہ بن محمد عباس، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

^۲الضعفاء الکبیر: باب العین، ۲/ ۳۴۲، رقم: ۹۳۱، ت: عبد المعطی أمین قلجی، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

^۳معرفة التذکرہ: حرف المیم، ص: ۲۶، میر محمد کتب خانہ - کراتشی۔

امام عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ مدینۃ السلام“ میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں حافظ ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ”کان عبد الرحمن بن مہدی یكذبہ“^۱۔ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے جھوٹا کہتے تھے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہی ”تاریخ مدینۃ السلام“^۲ میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ”کذاب“۔ یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المغنی فی الضعفاء“^۳ میں عبد الرحمن کے بارے میں ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البقی رحمۃ اللہ علیہ ”المجروحین“ میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں:

”کان ممن یقلب الأسانید، وینفرد عن الثقات بما لا یشبه حدیث الأثبات، ترکہ أحمد بن حنبل“^۴۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو سندوں میں تبدیلی کیا کرتے تھے، اور یہ تنہا ثقہ راویوں سے ایسی احادیث نقل

^۱ تاریخ مدینۃ السلام: من اسمہ عبد الرحمن، ۱۱/۵۲۶، رقم: ۵۳۲۱، ت: دکتور بشار عواد، دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ تاریخ مدینۃ السلام: من اسمہ عبد الرحمن، ۱۱/۵۲۶، رقم: ۵۳۲۱، ت: دکتور بشار عواد، دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۳ المغنی: حرف العین، ۱/۵۴۴، رقم: ۳۶۱۴، ت: نورالدین عتہ، دار إحياء التراث العربی - بیروت، ط: ۱۹۸۷م۔

^۴ المجروحین: باب العین، ۲/۵۹، ت: محمود ابراہیم زاہد، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

کرتے ہیں جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔

امام ابوسعید عبدالکریم السمعانی رحمۃ اللہ علیہ ”الأنساب“^۱ میں عبدالرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”التاریخ الكبير“^۲ میں عبدالرحمن بن قیس کے متعلق فرماتے ہیں: ”ذهب حديثه“ (جرح)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ مدينة السلام“^۳ میں عبدالرحمن بن قیس کے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: ”ذاهب الحديث“ (جرح)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروكين“^۴ میں فرماتے ہیں: ”متروك الحديث“ (شدید جرح)۔

^۱ الأنساب للسمعاني: باب الزاء والعين، الزني، ۳/ ۱۵۳، ت: عبدالله عمر البارودي، دار الجنان - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ هـ۔

^۲ التاريخ الكبير: باب عبدالرحمن، ۵/ ۳۳۹، رقم: ۱۰۸۲، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ هـ۔

^۳ تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/ ۵۲۶، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۱۲ هـ۔

^۴ الضعفاء والمتروكين: باب العين، ۱۵۹، رقم: ۳۸۳، ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ هـ۔

امام صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں: ”کان يضع الحديث“^۱۔ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ مدینۃ السلام“^۲ میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو علی صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الضعفاء“^۳ میں عبد الرحمن کو ”لا شیء“ (جرح) کہا ہے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء والمتروکین“^۴ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”تقریب التہذیب“^۵ میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں فرماتے ہیں: ”متروک، کذبہ أبو زرعة وغيره“۔ یہ متروک ہے، ابو زرہ وغیرہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

^۱ تاریخ مدینۃ السلام: من اسمہ عبد الرحمن، ۱۱/۵۲۶، رقم: ۵۳۲۱، ت: دکتور بشار عواد، دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ تاریخ مدینۃ السلام: من اسمہ عبد الرحمن، ۱۱/۵۲۶، رقم: ۵۳۲۱، ت: دکتور بشار عواد، دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۳ کتاب الضعفاء: باب العین، ۱۰۳، ت: فاروق حمادہ، دار الثقافة - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروکین: ۲/۹۸، رقم: ۱۸۹۲، ت: عبد اللہ قاضی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ تقریب التہذیب: ص: ۳۴۹، رقم: ۳۹۸۹، ت: محمد عوامہ، دار الرشد - سوریا، ط: ۱۴۰۶ھ۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت ذکوان کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نوادیر الاصول“ کی سند ذکر کرتے ہوئے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کو وضاع، کذاب کہا ہے، نیز (قطع نظر کسی خاص سند کے) حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین کرام نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں جرح کے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں (مثلاً: متروک، جھوٹا، حدیث گھڑتا ہے) اور یہ بھی واضح رہے کہ عبد الرحمن زعفرانی تنہا اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، چنانچہ عبد الرحمن زعفرانی جیسے راوی کا اس حدیث کو تنہا نقل کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ روایت کسی بھی طرح ضعیف شدید سے خالی نہیں ہو سکتی۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

علامہ تقی الدین احمد بن علی مقرر زری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۴۵ھ) ”إمتاع الأسماع“ میں لکھتے ہیں:

”قال أحمد بن عبد الله الغدافي، أخبرنا عمرو بن أبي عمرو، عن محمد بن السائب، عن أبي صالح، عن ابن عباس رضي الله عنه: لم يكن لرسول الله ظل، ولم يقيم مع شمس قط إلا غلب ضوء الشمس [كذا في الأصل]، ولم يقيم مع سراج قط إلا غلب ضوءه على ضوء السراج.“

لہ إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع: ۲/ ۱۷۰، ت: محمد عبد الحميد النميسي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۲ھ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو سورج کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی، اور چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی غالب آجاتی۔

سند میں موجود محمد بن سائب کلبی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں، تاکہ اس روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو:

ابونضر محمد بن سائب کلبی کوفی (المتوفی ۱۴۶ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلبی نے مجھ سے کہا کہ ہر وہ شے جو میں نے ابو صالح سے نقل کی ہے، وہ جھوٹی ہے۔^۱

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: ”الکلبی هذا مذهبه في الدين، ووضوح الكذب فيه اظهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفه“۔^۲ یہ ہے کلبی کا مذہب، کلبی کی روایات میں جھوٹ اس قدر واضح ہے کہ ان کے احوال کی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حافظ جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کذاب“۔^۳

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کیس بشیء، کذاب، ساقط“۔^۴
حافظ زائدہ رحمۃ اللہ علیہ، امام لیث رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سلیمان تیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

^۱ الکامل فی الضعفاء: ۱۱۵/۶، رقم: ۱۶۲۶، دار الفکر - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۵ھ۔

^۲ المجروحین: ۲/۲۵۳، ت: محمود ابراہیم زاید، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۳ میزان الاعتدال: ۳/۵۵۹، رقم: ۷۵۷۴، ت: علی البجاوی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروکین لابن الجوزي، ۳/۶۲، رقم: ۲۹۹۸، ت: عبد اللہ قاضی، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

”وہ کذاب ہے“۔^۱

حافظ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کذاب ساقط“۔^۲

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متروک“۔^۳

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”محمد بن السائب الکلبی عن أبي صالح أحاديثه موضوعة“۔^۴ محمد بن سائب کلبی، ابوصالح سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وقد حدث عن الكلبي سفيان وشعبة وجماعة، ورضوه في التفسير، وأما في الحديث فعنده مناكير، وخاصة إذا روى عن أبي صالح، عن ابن عباس“۔ کلبی سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ کی ایک جماعت نے روایت نقل کی ہے، یہ حضرات ان کی تفسیر سے راضی رہے ہیں، البتہ احادیث میں ان کے ہاں مناکیر ہیں، خاص کر جب وہ عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کرے۔^۵

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متهم بالكذب، ورمي بالرفض“۔^۶ محمد بن سائب کے ترجمہ میں بازام او باذان ابوصالح مولیٰ ام ہانی کا ذکر آتا رہا ہے، اس لئے ضمناً ذیل میں ان کے احوال بھی لکھے جا رہے ہیں:

^۱ الضعفاء والمتروكين، ۳/ ۶۲، رقم: ۲۹۹۸، ت: عبد اللہ قاضی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ الضعفاء والمتروكين، ۳/ ۶۲، رقم: ۲۹۹۸، ت: عبد اللہ قاضی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ میزان الاعتدال: ۳/ ۵۵۹، رقم: ۷۵۷۴، ت: علی البجاوی، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۴ کتاب الضعفاء: ص: ۱۳۸، رقم: ۲۱۰، ت: فاروق حمادۃ، دار الثقافۃ - قاہرہ، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۵ میزان الاعتدال: ۳/ ۵۵۹، رقم: ۷۵۷۴، ت: علی البجاوی، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

^۶ تقریب التہذیب: ص: ۴۷۹، رقم: ۵۹۰۱، ت: محمد عوامۃ، دار الرشد - سوریا، ط: ۱۴۰۶ھ۔

بازام او باذان ابو صالح مولیٰ ام ہانی

عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ ابو صالح کی تفسیر سے منع فرماتے تھے۔^۱

امام یحییٰ بن سعید قطان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لم أر أحدا من أصحابنا ترك أبا صالح مولیٰ أم هانئ، وما سمعت أحدا من الناس يقول فيه شيئا، ولم يتركه شعبة ولا زائدة ولا عبد الله بن عثمان“^۲۔ میں اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے ابو صالح مولیٰ ام ہانی کو ترک کیا ہو اور نہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اس میں کوئی بات ہے، اور اسے شعبہ، زائدہ اور عبد اللہ بن عثمان نے ترک نہیں کیا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن مہدی رضی اللہ عنہ نے ابو صالح کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا...“^۳۔

امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”أبو صالح مولیٰ أم هانئ ليس به بأس، فإذا روى عنه الكلبي فليس بشيء، وإذا روى عنه غير الكلبي فليس به بأس.....“^۴۔ ابو صالح مولیٰ ام ہانی ”لیس بہ بأس“ ہے، اگر اس سے کلبی [محمد بن سائب] روایت نقل کرے تو یہ ”لیس بشی“ ہے، البتہ اگر اس سے کلبی کے علاوہ کوئی شخص روایت نقل کرے تو یہ ”لیس بہ بأس“ ہے۔“

۱۔ التاريخ الكبير: ۲/ ۱۴۴، رقم: ۱۹۸۸، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

۲۔ الجرح والتعديل: ۲/ ۴۳۲، رقم: ۱۷۱۶، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

۳۔ الجرح والتعديل: ۲/ ۴۳۲، رقم: ۱۷۱۶، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

۴۔ الجرح والتعديل: ۲/ ۴۳۲، رقم: ۱۷۱۶، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ابو صالح باذان صالح الحدیث، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ“۔^۱ ابو صالح باذان، صالح الحدیث ہے، ان کی حدیث لکھی تو جائے گی مگر ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باذام کو ”لیس بثقة“ کہا ہے۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ حضرات ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ فرما چکے ہیں، مذکورہ سند میں موجود راوی ”محمد بن سائب کلبی“ پر ائمہ نے شدید کلام کیا ہے (قطع نظر خاص اس روایت کے)، خصوصاً ان کی وہ روایات جو یہ ابو صالح سے نقل کرنے والے ہیں، انھیں کے اقرار کے مطابق من گھڑت ہیں، اور اس سند میں بھی یہ ابو صالح سے روایت نقل کر رہے ہیں، چنانچہ یہ روایت اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

امام فقیہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۷۱۰ھ) ”مدارک التنزیل وحقائق التاویل“ میں سورہ نور کی آیات افک کی تفسیر میں، مذکورہ روایت بلا سند نقل فرماتے ہیں:

”وذلك نحو ما يروى أن عمر - رضی اللہ عنہ - قال لرسول الله عليه الصلاة والسلام: أنا قاطع بكذب المنافقين، لأن الله عصمك من وقوع الذباب على جلدك، لأنه يقع النجاسات فيتلطخ بها، فلما عصمك الله

^۱ الجرح والتعديل: ۴۳۲/۲، رقم: ۱۷۱۶، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۲ میزان الاعتدال: ۱/۲۹۶، رقم: ۱۱۲۱، ت: علي الجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۳۸۲ھ۔

من ذلك القدر من القَدَر، فكيف لا يعصمك عن صحبة من تكون متلطخة بمثل هذه الفاحشة؟ وقال عثمان: إن الله ما أوقع ظلك على الأرض لئلا يضع إنسان قدمه على ذلك الظل، فلما لم يمكن أحدا من وضع القدم على ظلك، كيف يمكن أحدا من تلويث عرض زوجتك؟ وكذا قال علي - عليه السلام -: إن جبريل أخبرك أن على نعليك قَدَرًا، وأمرك بإخراج النعل عن رجلك، بسبب ما التصق به من القَدَر، فكيف لا يأمرك بإخراجها بتقدير أن تكون متلطخة بشيء من الفواحش؟!“^۱.

روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ اقلک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں منافقین کے اس جھوٹ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی کو بیٹھنے نہیں دیا کہ کوئی نجاست آپ پر نہ لگے، جب نجاست کی اتنی سی مقدار سے بھی اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ فحاشی سے ملوث عورت سے آپ کی حفاظت نہ فرمائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ کسی کا قدم اس پر نہ پڑے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک پر قدم رکھ سکے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ اختیار دیدے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والی کی ناموس کو خراب کر دے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تون میں گندگی لگی ہوئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تون کی اس گندگی کی وجہ سے حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اتار دیں، تو اب یہ کیسے ہو سکتا

^۱ تفسیر النسفی: ۲/ ۴۹۲، ت: یوسف علی بدیوی، دار الکلم الطیب - بیروت، ط: ۱۴۱۹ھ۔

ہے کہ آپ ﷺ کی گھر والی ذرہ برابر بھی کسی برائی میں مبتلا ہو اور وہ آپ ﷺ کو اسے جدا کرنے کا حکم نہ دے۔

روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم

مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہ مل سکی، لہذا جب تک اس روایت کی کوئی متعبر سند نہ مل جائے، اسے بیان کرنے سے موقوف رکھا جائے۔

تحقیق کا خلاصہ

روایت تینوں سندوں (ذکوان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے شدید ضعیف و بے سند ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

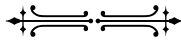
تتمہ: حضور اقدس ﷺ کے سایہ مبارک کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے، مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی ”مسند“ میں نقل کیا ہے:

”حدثنا عفان، حدثنا حماد قال: ثابت عن شُمَيْسَةَ، عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في سفر له فاعْتَلَّ بعير لصفية، وفي إبلٍ زينب فضل، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن بعيراً لصفية اعتلَّ، فلو أعطيتها بعيراً من إبلك، فقالت: أنا أعطيتك تلك اليهودية؟ قال: فتركها رسول الله صلى الله عليه وسلم ذا الحجة والمحرم شهرين أو ثلاثة لا يأتيتها، قالت: حتى يئست منه و

لہ مسند أحمد: ۶۱/۴۶۲، رقم: ۲۵۰۰۲، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔ وكذا في ”سنن أبي داود“ مختصراً فقال الملا علي القاري في ”مرقاة المفاتيح“ بعد ذكره: ”قال صاحب التصحيح: رجاله رجال مسلم إلا سمية البصرية الراوية عن عائشة فلم يخرج لها مسلم اهـ وقال المنذري: سمية لم تثبت. وقال العسقلاني: مقبولة من الثالثة نقله ميرك“۔ (مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، ما يهني من التهاجر...، رقم: ۵۰۴۸، دار الفكر - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ)۔

حوالت سریری، قالت: فبینما أنا یوما بنصف النهار، إذا أنا بظلِّ رسول الله صلی الله علیه وسلم مُقبل“

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، دورانِ سفر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے، اگر تم اپنا ایک اونٹ انہیں دے دو، انہوں نے کہا: میں اس یہودیہ کو اونٹ دوں؟ اس بات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذی الحجہ، محرم دو ماہ یا تین ماہ چھوڑے رکھا، ان کے پاس نہیں گئے، وہ خود فرماتی ہیں: بالآخر میں ناامید ہو گئی اور اپنی چار پائی کی جگہ بدل لی، اچانک ایک دن نصف نہار کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مجھے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہو گئے)۔“



روایت نمبر ۶

روایت: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“. ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔
حکم: محدثین کی ایک جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔

مذکورہ روایت ان الفاظ کے ساتھ زبان زد عوام و خواص ہے، زیر بحث تحقیق میں آپ دیکھیں گے کہ یہ خاص الفاظ سنداً منقول نہیں ہیں، البتہ یہ روایت ان الفاظ سے مختلف سندوں سے مروی ہے:

”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا۔“

”اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔“

”اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو۔“

”میری عزت کی قسم! اگر آپ (محمد ﷺ) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو

پیدا کرتا نہ دنیا کو۔“

تحقیق کا خاکہ

زیر بحث روایت مختلف الفاظ کے ساتھ استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی جاتی ہے:

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مر فوع طریق)۔

اس سند کے تحت طریق ابوالزناد عبد اللہ بن ذکوان کو ضماً لکھا جائے گا۔

② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مر فوع طریق)۔

③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً دو مختلف سندوں سے)۔

ذیل میں ہر ایک طریق کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں پوری تحقیق کا خلاصہ اور اس کا حکم لکھا جائے گا۔

روایت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مرثیاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

مذکورہ روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”مستدرک“ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی سند سے نقل کرتے ہیں:

”حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العدل، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفهري، ثنا إسماعيل بن مسلمة، أنبا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لما اقترف آدم الخطيئة، قال يا رب! أسألك بحق محمد لما غفرت لي، فقال الله: يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم أخلقه؟ قال: يا رب! لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت في من روحك و رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا: لا إله إلا الله محمد رسول الله. فعلمت أنك لم تضيف إلى اسمك إلا أحب الخلق، فقال الله: صدقت يا آدم! إنه لأحب الخلق إليّ، ادعني بحقه فقد غفرت لك و لولا محمد ما خلقتك.

هذا حديث صحيح الإسناد، و هو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب^۱.

تَرْجُمَہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوا تو عرض کی: اے میرے رب! میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ آپ

۱۔ المستدرک علی الصحیحین: کتاب التاریخ، استغفار آدم، ۲/ ۶۱۵، ت: یوسف عبد الرحمن المرعشلی، دار المعرفة- بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

میری مغفرت فرمادیں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آدم! تو نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا، جبکہ میں نے انہیں ابھی تک پیدا نہیں کیا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کر کے، مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا، اور میں نے اپنا سرا اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا: ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“۔ تو میں نے جان لیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ اپنی محبوب ترین مخلوق کا ہی نام ملا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے سچ کہا اے آدم! یقینی بات ہے کہ مجھے محمد (ﷺ) مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، تم ان کے حق کے وسیلے سے مجھ سے مانگو، لہذا میں نے تیری مغفرت کر دی اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی پہلی روایت ہے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔
حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے حاکم رحمۃ اللہ کی موافقت میں اسے صحیح قرار دیا ہے، تفصیل آرہی ہے۔

دیگر مصادر

روایت مذکور بسندِ عمر بنی النعمان مروا گو امام بیہقی رحمۃ اللہ نے ”دلائل النبوة“^۱ میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ نے ”المعجم الصغیر“^۲ اور ”المعجم الأوسط“^۳ میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ نے ”تاریخ دمشق“^۴ میں ذکر کیا ہے۔

^۱ دلائل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ۵/ ۵۵۸، ت: عبد المعطي قلعي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۲ المعجم الصغیر: باب المیم، من اسمه محمد، ۲/ ۱۸۲، رقم: ۹۹۲، ت: محمد شکور محمود، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ المعجم الأوسط: ۶/ ۳۱۳، رقم: ۶۵۰۲، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين - قاهرہ، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۴ تاریخ دمشق: ذکر من اسمه إدريس، آدم نبي الله يكني ابا محمد، ۷۰/ ۴۳۷، ت: عمر بن غزامه العمري، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

اہم فائدہ: واضح رہے کہ شیخ ابو بکر آجری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الشریعة“ میں اپنی سند سے یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

روایت بسند عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے بارے میں ائمہ کا کلام

۱- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”تفرد به عبد الرحمن بن زيد بن أسلم من هذا الوجه عنه، وهو ضعيف“۔^۱ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم اس سند میں زید بن اسلم سے نقل روایت میں مفرد ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

حافظ اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”البدایہ والنہایہ“^۲ میں سابقہ ذکر کردہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ”مجموع الفتاویٰ“^۳ میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قلت: ورواية الحاكم لهذا الحديث مما أنكر عليه، فإنه نفسه قد قال في كتاب المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم روى عن أبيه أحاديث موضوعه، لا تخفى [كذا فيه] على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه“۔

^۱ دلایل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ۵/ ۴۵۸، ت: عبد المعطي قلعجي، دارالكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۲ البدایہ والنہایہ: باب ماورد في خلق آدم عليه السلام، ۱/ ۱۹۰، ت: عبد اللہ بن عبد المحسن التركي، دار هجر - بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ مجموع الفتاویٰ: فصل في الوسيلة، ۱/ ۱۸۲ - ۱۸۵، عامر الجزار، دار الوفاء - بيروت، ط: ۱۴۲۶ھ۔

میں کہتا ہوں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر نکیر کی گئی ہے، بلکہ خود حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”المدخل“ میں کہا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم (سند میں موجود راوی) نے اپنے والد زید بن اسلم کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کی ہے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کو ”صحیح“ قرار دینے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وأما تصحيح الحاكم لمثل هذا الحديث وأمثاله، فهذا مما أنكره عليه أئمة العلم بالحديث وقالوا: إن الحاكم يصحح أحاديث وهي موضوعة مكذوبة عند أهل المعرفة بالحديث“

”رہی بات حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایات کا صحیح قرار دینا، اس پر ائمہ حدیث نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم کبھی ایسی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں جو اہل علم کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی ہوتی ہیں....“

۳- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تلخیص المستدرک“^۱ میں فرماتے ہیں: ”بل موضوع وعبد الرحمن وإه۔ بلکہ یہ من گھڑت ہے، اور عبد الرحمن ”واہی“ ہے۔ اسی طرح ”میزان الاعتدال“^۲ میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

^۱ المستدرک علی الصحیحین: کتاب التاریخ، استغفار آدم، ۲/ ۶۱۵، ت: یوسف عبد الرحمن المرعشلی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ میزان الاعتدال: باب العین، من اسمہ عبد الرحمن، ۲/ ۵۰۴، رقم: ۴۶۰۴، ت: علی محمد البجاوی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

”عبد اللہ بن مسلم أبو الحارث الفہری روى عن إسماعيل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن يزيد بن أسلم خبراً باطلاً فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك. رواه البيهقي في دلائل النبوة“.

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری، اسماعیل بن مسلمہ کے واسطے سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا“، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ”دلائل النبوة“ میں نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۱ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآثار المرفوعة“^۲ میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت شمار کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظاً ووروده معنئ ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك“.

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ لفظاً ثابت نہ ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام و خواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: ”أول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ”لولاك“ پر مشتمل روایات نقل کی، جس میں مستدرک کی مذکورہ روایت بھی ذکر کی ہے۔

^۱ لسان الميزان: من اسمه عبدالله، ۵/ ۱۲، رقم: ۴۴۶۲، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۴، ت: محمد السعيد بن بيسوني زغلول، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

ائمہ حدیث نے زیر بحث سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔
عبد الرحمن بن زید بن اسلم (المتوفی ۱۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام
امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ،
امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ”الجرح والتعديل“^۱ میں نقل کرتے ہیں:
”عبد الرحمن بن زید بن اسلم لیس حدیثہ بشيء، ضعيف.“ اس کی
حدیث ”کوئی شئی نہیں“، وہ ضعیف ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”العلل ومعرفة الرجال“ میں حافظ عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ عبد
الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں: ”کان أبی يضعف عبد الرحمن بن
زید بن أسلم ...“^۲ میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) عبد الرحمن کی تضعیف
کیا کرتے تھے ...“۔

مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔^۳

امام علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”التاریخ الكبير“^۴ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم

^۱ الجرح والتعديل: باب من اسمه عبد الرحمن، ۵ / ۲۳۳، رقم: ۱۱۰۷، دار الکتب العلمیہ - بیروت،
الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۲ العلل ومعرفة الرجال: ۳ / ۲۷۱، رقم: ۵۲۰۳، ت: وصی اللہ بن محمد عباس، المکتبہ الاسلامیہ -
بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۲۲ھ۔

^۳ کتاب الضعفاء الكبير: باب العین، ۲ / ۳۳۱، رقم: ۹۲۶، ت: عبد المعطیٰ امین قلجی، دار الکتب
العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

^۴ التاریخ الكبير: باب من اسمه عبد الرحمن، ۵ / ۲۸۴، رقم: ۹۲۲، ت: محمد عبید بن علی، دار الکتب

کے متعلق حافظ علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف نقل کرتے ہیں: ”ضعفه علی جدا“۔ علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

اسی طرح ”التاریخ الصغير“^۱ اور ”التاریخ الأوسط“^۲ میں بھی یہی کلام نقل کیا ہے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ضعیف الحديث“^۳۔

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ ”الجرح والتعديل“ میں لکھتے ہیں:

”سألت أبي عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم فقال: ليس بقوي الحديث، كان في نفسه صالحا، وفي الحديث واهيا، ضعفه علي ابن المديني جدا“^۴۔ میں نے اپنے والد (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ) سے عبد الرحمن بن زيد بن اسلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہیں، فی نفسہ صالح ہیں، لیکن حدیث میں واهی ہیں (جرح)۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۱ التاریخ الصغير: باب العين، ص: ۷۴، رقم: ۲۰۸، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ التاریخ الاوسط: عشرا إلى تسعين ومائة، ۲۰۹، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ الجرح والتعديل: باب من اسمه عبد الرحمن، ۵ / ۲۳۳، رقم: ۱۱۰۷، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۴ الجرح والتعديل: باب من اسمه عبد الرحمن، ۵ / ۲۳۳، رقم: ۱۱۰۷، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حدیثہ عند أهل العلم بالحديث في النهاية من الضعف“۔^۱ اہل علم کے نزدیک ان کی روایات ضعف کے انتہائی درجہ پر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ”سنن الترمذی“^۲ اور ”العلل الكبير“^۳ میں فرماتے ہیں:

”عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف في الحديث، ضعفه أحمد بن حنبل وعلي بن المديني وغيرهما من أهل الحديث، وهو كثير الغلط“۔ عبد الرحمن بن زيد بن اسلم حدیث میں ضعیف ہے، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء حدیث نے ان کی تضعیف کی ہے، اور یہ کثیر الغلط ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروكين“^۴ میں عبد الرحمن بن زيد بن اسلم کے متعلق فرماتے ہیں: ”ضعيف“۔ یہ ضعیف ہے۔

^۱ تہذیب التہذیب: ۲/ ۵۰۸، من اسمہ عبد الرحمن، ت: عادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۱۶ھ۔

^۲ سنن الترمذی: کتاب الزکاة، ۳/ ۱۷، رقم: ۶۳۲، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، مطبعة مصطفى البابي - القاهرة، ط: ۱۳۹۷ھ۔

^۳ علل الترمذی الكبير: ماجاء الرجل ينالم عن الوتر، ص: ۸۴، رقم: ۱۳۵، سيدصبيحي السامرائي، عالم الكتب - بيروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروكين: باب العين، ۱/ ۱۵۸، رقم: ۳۷۷، ت: کمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ”المجروحین“^۱ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کان ممن یقلب الأخبار وهو لا یعلم حتی کثر ذلک فی روایتہ من رفع المراسیل وإسناد الموقوف فاستحق الترتک“۔

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو نادانستہ طور پر روایات کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثیر تعداد میں مراسیل کو مرفوع اور موقوف کو مسند کر دیا گیا ہے، چنانچہ یہ اس کا مستحق ہے کہ اسے متروک قرار دیا جائے۔ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء والمتروکین“^۲ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں سابقہ ذکر کردہ ائمہ کرام کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ”صحیح“ میں عبد الرحمن بن زید کے متعلق فرماتے ہیں:

”عبد الرحمن بن زید لیس هو ممن یحتج أهل الثبیت بحديثه لسوء حفظه للأسانید، و هو رجل صناعته العبادة والتقیف و الموعظة و الزهد، لیس من أحلاس الحديث الذي یحفظ الأسانید“^۳۔

عبد الرحمن بن زید ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن کی روایات سے اہل علم میں پختہ کار لوگ استدلال کریں، کیونکہ وہ اسانید کو یاد رکھنے کے سلسلے

^۱ المجروحین: باب العین، ۳۱۲/۱، ت: محمود ابراہیم زاید، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ الضعفاء والمتروکین: باب من اسمہ عبد الرحمن، ۹۵/۲، رقم: ۱۸۷۱، ت: عبد اللہ قاضی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعۃ الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ صحیح ابن خزیمہ: ذکر البیان أن الحجامة تفتقر، ۲۳۳/۳، رقم: ۱۹۷۲، ت: محمد مصطفیٰ اعظمی، المکتبہ الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۰۰ھ۔

میں سوء حفظ کا شکار ہیں، عبادت، ادنیٰ حالت پر کفایت، نصیحت اور زہدان کا مشغلہ ہے، وہ حدیث کا مستقل مشغلہ رکھنے والوں میں سے نہیں ہیں جو سندوں کو یاد رکھتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت کو ”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے، لیکن آپ ہی نے سند میں موجود عبد الرحمن بن زید بن اسلم - جو اس روایت کو اپنے والد سے نقل کر رہا ہے - کے بارے میں ”المدخل“^۱ میں لکھتے ہیں:

”روی عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه“۔ یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتے تھے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“ کے مقدمہ میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے^۲۔

اہم فائدہ:

حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے ”شفاء السقام“^۳ میں بسندِ حاکم عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے منقول اس سند، اور عنقریب آنے والی بسندِ حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے لکھا

^۱ المدخل إلى الصحيح: ص: ۱۵۴، رقم: ۹۷، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۴ھ۔

^۲ تنزيه الشريعة المرفوعة: حرف العين، ۱/ ۷۸، رقم: ۱۴۴، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ شفاء السقام في زيارة خير الأنام: ص: ۳۵۸، ت: حسين محمد علي شكوي، لم أجد المطبع، ط: ۱۴۲۷ھ۔

ہے: ”ونحن نقول: قد اعتمدنا في تصحيحه على الحاكم، وأيضا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم لا يبلغ في الضعف إلى الحد الذي ادعاه“.

ہم نے اس روایت کو صحیح قرار دینے میں حاکم پر اعتماد کیا ہے، اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم اتنے ضعیف نہیں، جتنا کہ مدعی کا دعویٰ ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ”مستدرک“ میں اس روایت کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، لیکن امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، اس لئے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد پر روایت ہذا کو صحیح کہنا محل نظر ہے، اور روایت بسند حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفصیلی تردید آگے آرہی ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عبد البہادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الصارم المنکی“ ^۱ میں حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید کی ہے، اور

لہ الصارم المنکی: ص: ۳۶، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

علامہ ابن عبد البہادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”وإني لأعجب منه كيف قلد الحاكم فيما صححه من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم الذي رواه في التوسل، وفيه قول الله لآدم: لولا محمد ما خلقتك مع أنه حديث غير صحيح ولا ثابت، بل هو حديث ضعيف الإسناد جدا، وقد حكم عليه بعض الأئمة بالوضع، وليس إسناده من الحاكم إلى عبد الرحمن بن زيد بصحيح، بل هو مفتعل على عبد الرحمن كما سنبينه، ولو كان صحيحا إلى عبد الرحمن لكان ضعيفا غير محتج به، لأن عبد الرحمن في طريقه.“

وقد أخطأ الحاكم في تصحيحه وتناقض تناقضا فاحشا كما عرف له ذلك في مواضع، فإنه قال في كتاب الضعفاء بعد أن ذكر عبد الرحمن منهم، وقال: ما حكيت عنه فيما تقدم أنه روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه. قال في آخر هذا الكتاب: فهؤلاء الذين قدمت ذكرهم قد ظهر عندي جرحهم لأن الجرح لا يثبت إلا ببينة، فهم الذين أبين جرحهم لمن طالبني به، فإن الجرح لا أستحله تقليدا، والذي اختاره لطالب هذا الشأن أن لا يكتب حديث واحد من هؤلاء الذين سميتهم، فالراوي لحديثهم دخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين.

هذا كله كلام أبي عبد الله صاحب المستدرک، وهو متضمن أن عبد الرحمن بن زيد قد ظهر له جرحه بالدلیل، وأن الراوي لحديثه داخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين. ثم أنه رحمه الله لما جمع المستدرک علی الشیخین ذکر فیہ من الأحادیث الضعیفة

اس سند سے بھی روایت کو شدید ضعیف کہا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الضعفاء“ میں فرماتے ہیں: ”عبد الرحمن بن زید بن أسلم حدث عن أبيه، لا شيء“^۱۔ عبد الرحمن بن زید بن أسلم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ ہی یہ بھی فرماتے ہیں: ”روی عن أبيه أحاديث موضوعة“^۲۔ یہ اپنے والد کے انتساب سے من گھڑت روایت بیان کرتے تھے۔

واضح رہے کہ عبد الرحمن بن زید نے مذکورہ روایت اپنے والد زید بن أسلم سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل في الضعفاء“ میں عبد الرحمن بن زید بن أسلم کے ترجمہ میں ان سے منقول بعض روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

والمنكرة بل والموضوعة جملة كثيرة، وروى فيه لجماعة من المجروحين الذين ذكرهم في كتابه في الضعفاء، وذكر أنه تبين له جرحهم، وقد أنكر عليه غير واحد من الأئمة هذا الفعل، وذكر بعضهم أنه حصل له تغير وغفلة في آخر عمره، فذلك وقع منه ما وقع، وليس ذلك ببعيد، ومن جملة ما خرجه في المستدرک حديث لعبد الرحمن بن زید بن أسلم في التوسل، قال بعد روايته: هذا حديث صحيح الإسناد، وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زید بن أسلم في هذا الكتاب. فانظر إلى ما وقع للحاكم في هذا الموضوع من الخطأ العظيم والناقض الفاحش“.

^۱ کتاب الضعفاء: باب العین، ۱/ ۱۰۲، رقم: ۱۲۲، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة - قاهرہ، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۲ تہذیب التہذیب: ۲/ ۵۰۸، من اسمہ عبد الرحمن، ت: عادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۱۶ھ۔

”عبد الرحمن بن زید بن أسلم له أحاديث حسان، وقد روى عنه كما ذكرت يونس بن عبيد وسفيان بن عيينة حديثين، وروى معتمر عن آخر عنه، وهو ممن احتمله الناس، وصدقه بعضهم، وهو ممن يكتب حديثه“^۱.

عبد الرحمن سے حسن درجے کی روایات بھی منقول ہیں، اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ ان سے یونس بن عبيد اور سفيان بن عيينہ نے دو روایتیں نقل کی ہیں، اور معتمر ان سے ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں، عبد الرحمن ایسے لوگوں میں سے ہیں جن سے محدثین روایات کا تحلل کرتے ہیں، بعض لوگوں نے ان کی توثیق بھی کی ہے، فی الجملہ وہ ایسے راویوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی روایات کو لکھا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”معرفۃ السنن والآثار“^۲ میں عبد الرحمن بن زید سے مروی روایت ذکر کرنے کے بعد عبد الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں:

”... أن عبد الرحمن بن زید بن أسلم ضعيف في الحديث، لا يحتاج بما ينفرد به“... عبد الرحمن بن زید حدیث میں ضعیف ہے، جس روایت میں یہ متفرد ہوں اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”الکاشف“ میں فرماتے ہیں: ”ضعفه“^۳ اور ”ذیوان الضعفاء“ میں فرماتے ہیں: ”ضعفه أحمد بن حنبل، والدارقطني۔“

^۱ لہ الکامل فی ضعفاء الرجال: من اسمہ عبد الرحمن، ۴/ ۲۷۳، ت: یحیی مختار غزوي، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ معرفۃ السنن والآثار: کتاب الصیام، باب القيء، ۶/ ۲۶۳، رقم: ۸۶۷۶، ت: عبد اللہ معطي أمين، دار قتيبة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

ت، ق“^۱۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ یہ ترمذی وابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ علام برہان الدین سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے الکاشف کے حاشیہ میں عبدالرحمن بن زید سے منقول سنن ترمذی میں جو روایت ہے اسے ذکر کیا اور اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔
اہم نوٹ:

ان عبارتوں کے ساتھ ساتھ یہ اصل ملحوظ رہے کہ ہر شدید ضعیف راوی کی ہر ہر روایت کا مردود ہونا ضروری نہیں، بلکہ ائمہ حدیث بعض ایسے راویوں کی بعض روایات دیگر قرائن و شواہد کی وجہ سے باب فضائل میں قبول بھی کر لیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”تقریب التہذیب“ میں فرماتے ہیں: ”ضعیف من الثامنة“^۲۔ یہ ضعیف ہیں اور آٹھویں طبقہ کے راوی ہیں۔

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ”معرفۃ التذکرۃ“^۳ میں فرماتے ہیں: ”هو ليس بشيء“۔ وہ ”لیس بشیء“ (کلمہ جرح) ہے۔

روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ، مرفوعاً کا خلاصہ اور حکم

زیر بحث روایت، بطریق عمر رضی اللہ عنہ، مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کو حافظ

^۱ الکاشف: ۱/۶۲۸، رقم: ۳۱۹۶، ت: محمد عوامۃ، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، ط: ۱۴۱۳ھ۔

^۲ دیوان الضعفاء: ص: ۲۴۲، رقم: ۲۴۴۶، ت: حماد بن محمد، مكتبة النهضة الحديثة - مكة المكرمة، ط: ۱۳۸۷ھ۔

^۳ تقریب التہذیب: ص: ۳۴۰، رقم: ۳۸۶۵، ت: محمد عوامۃ، دار الرشید - سوريا، ط: ۱۴۱۱ھ۔

^۴ معرفۃ التذکرۃ: حرف المیم، ص: ۲۶۰، میر محمد کتب خانہ - کراچی۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ، علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ (اکتفاء علی قول الذہبی رحمۃ اللہ) اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ نے صاف لفظوں میں شدید ضعیف و من گھڑت کہا ہے، اس لیے یہ روایت اس سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب نہیں کی جاسکتی۔

طریق عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اہم تنبیہ

ائمہ رجال نے روایت ”مستدرک حاکم“ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، اس لئے ان کا تفصیلی ترجمہ لکھا گیا ہے، یہ واضح رہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے بواسطہ اسماعیل بن مسلمہ اس روایت کو نقل کرنے والے عبد اللہ بن مسلمہ فہری ہیں، ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ ”میزان الاعتدال“^۱ میں فرماتے ہیں:

”عبد اللہ بن مسلم أبو الحارث الفہری روی عن إسماعیل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن یزید بن أسلم [کذا فی الأصل و الصحیح زید] خبرا باطلا فیہ: یا آدم لولا محمد ما خلقتک“۔

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری اسماعیل بن مسلمہ سے وہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا“۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ ”لسان المیزان“^۲ میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ کے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

^۱ میزان الاعتدال: باب العین، من اسمہ عبد الرحمن، ۲/ ۵۰۴، رقم: ۴۶۰۴، ت: علی محمد البجاوی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ لسان المیزان: من اسمہ عبد اللہ، ۵/ ۱۲، رقم: ۴۴۶۲، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

”قلت: لا أستبعد أن يكون هو الذي قبله فإنه من طبقته“. میں کہتا ہوں کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ یہ شخص ماقبل والا ہی ہو، کیونکہ ان دونوں کا طبقہ ایک ہی ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۱ کے مقدمہ میں ابو حارث الفہری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول لکھا ہے۔

طریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیوستہ ایک ضمنی سند (طریق ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان)

ذیل میں اس روایت (روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ضمن میں روایت ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان (موقوفاً) کی تحقیق بھی نقل کی جائے گی۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ سابقہ روایت (بطریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور درج ذیل روایت کے الفاظ قدرے مشترک ہیں، اگرچہ درج ذیل روایت میں مطلوبہ الفاظ (ولولا محمد ما خلقتك) نہیں ہیں۔

موقوف روایت (علی عبد اللہ بن ذکوان، متوفی: ۱۳۰ھ)

روایت کا مصدر اصلی

مذکورہ روایت کو موقوفاً علامہ آجری رحمۃ اللہ علیہ ”الشریعة“^۲ میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:

”أبنا أبو أحمد هارون بن يوسف بن زياد التاجر، قال:

^۱ تنزیہ الشریعة المرفوعة: ۷۶/۱، ت: عبد اللہ الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔
^۲ الشریعة للأجری: ذکر متی وجبت النبوة للنبي صلى الله عليه وسلم، ۳/۴۳، رقم: ۹۳۸، ت: عبد اللہ المديجي، دار الوطن - الرياض، ط: ۱۴۲۰ھ۔

حدثنا أبو مروان العثماني [محمد بن عثمان بن خالد]، قال: حدثني أبي عثمان بن خالد، عن عبد الرحمن بن أبي الزناد، عن أبيه [عبد الله بن ذكوان أبو الزناد] قال: من الكلمات التي تاب الله بها على آدم عليه السلام قال: اللهم إني أسألك بحق محمد صلى الله عليه وسلم عليك، قال الله عز وجل: يا آدم! وما يدريك بمحمد؟ قال: يا رب! رفعت رأسي، فرأيت مكتوبا على عرشك: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه أكرم خلقك عليك“.

تیسرا ترجمہ: عبد الرحمن بن ابوالزناد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں ان کے والد فرماتے ہیں: وہ کلمات جن کے ذریعے اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، یہ ہیں: آدم علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آدم! آپ نے محمد کو کیسے جانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب میں نے اپنا سراٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا: ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“۔ تو میں نے جان لیا کہ بے شک وہ آپ کی معزز ترین مخلوق ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکور کو ”مجموع الفتاویٰ“ میں موضوع روایات کے تحت ذکر کیا ہے، مذکورہ روایت اور اس کے ہم معنی دیگر روایات پر کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”مثل هذا لا يجوز أن تبني عليه الشريعة ولا يحتج به في الدين باتفاق المسلمين، فإن هذا من جنس الإسرائيليات ونحوها

التي لا تعلم صحتها إلا بنقل ثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم ...“
 ان جیسی روایات پر شریعت کی بنیاد رکھنا جائز نہیں ہے، اور اہل علم کا
 اس پر اتفاق ہے کہ اس جیسی روایت کو دین میں دلیل نہیں بنا سکتے، کیونکہ یہ
 اسرائیلیات میں سے ہیں، یہ اور ان جیسی روایات کی صحت صرف اس صورت ہی
 میں معلوم ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ سے اس کا منقول ہونا ثابت ہو جائے...“
 واضح رہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند ذکر نہیں کی، صرف
 ان جیسے الفاظ کی روایت نقل کی ہے، اس لئے ان کا کلام اس روایت کے تحت لکھا
 گیا ہے۔

ذیل میں، سند میں موجود راوی عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ کے
 اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو عفان عثمان بن خالد بن عمر مدنی عثمانی اموی کے بارے میں ائمہ
 کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”التاریخ الأوسط“^۱ میں فرماتے ہیں: ”عندہ مناکیر“
 اس کے پاس منکر روایات ہیں، اسی طرح ”التاریخ الكبير“^۲ میں لکھتے ہیں:
 ”منکر الحديث“۔ یہ منکر الحدیث ہے، (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) ”منکر الحديث“ اکثر
 شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں۔

^۱ التاریخ الأوسط: مابین عشري الثمانين، ۱۸۶/۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ التاریخ الكبير: باب من اسمه عثمان، ۶/۲۲۰، رقم: ۲۲۲۰، ت: محمد عبید بن علی، دار الکتب
 العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: ”منکر الحديث“۔ (جرح)۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ”المجروحین“^۱ میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

”كان ممن يروي المقلوبات عن الثقات، ويروي عن الأثبات أسانيد ليس من رواياتهم، كأنه كان يقلب الأسانيد، لا يحل الاحتجاج بخبره“۔

یہ ان لوگوں میں سے تھا جو ثقہ راویوں سے مقلوب روایات کو نقل کرتے تھے، اور ثقہ راویوں کی روایات ایسی سندوں سے نقل کیا کرتے تھے جو ان کی روایات نہیں ہو کرتی تھیں، گویا کہ یہ سندوں کو قلب کر دیا کرتا تھا، اس کی روایت سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن خالد کے متعلق ”الضعفاء والمتروكين“^۲ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ليس بثقة“^۳ (جرح)۔

^۱ المجروحین: باب العين، ۲/۱۰۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ الضعفاء والمتروكين: من اسمه عثمان، ۲/۱۶۷، رقم: ۲۲۶۰، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ المغني في الضعفاء: حرف العين، ۱/۶۰۱، رقم: ۴۰۱۵، ت: نور الدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل“^۱ میں عثمان بن خالد کے بارے میں فرماتے ہیں: ”ولعثمان غیر ما ذکرنا وکلھا غیر محفوظہ“۔ عثمان کی مذکورہ (سابقہ) روایات کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہیں، اور وہ تمام کی تمام غیر محفوظ ہیں۔

امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ ”المدخل“^۲ میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

”عثمان بن خالد بن عمر ... روى عن مالك وعيسى بن يونس وغيرهما أحاديث موضوعة“۔ عثمان نے مالک اور عیسیٰ بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ”المؤتلف والمختلف“^۳ میں فرماتے ہیں: ”ضعيف الحديث“۔

حافظ صالح جزره رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن عثمان بن خالد ابو مروان عثمانی کے ترجمہ میں ابو مروان عثمان کے والد عثمان بن خالد کے متعلق صالح جزره رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس طرح لکھتے ہیں:

^۱ الکامل في ضعفاء الرجال: من اسمه عثمان، ۵/ ۱۷۵، رقم: ۱۳۳۵، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر - بيروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۴ هـ.

^۲ المدخل: ص: ۱۶۶، رقم: ۱۹، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۴ هـ.

^۳ المؤتلف والمختلف: باب أبو عفان، ۳/ ۱۵۳۱، ت: موفق بن عبد الله بن عبد القادر، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ هـ.

”قال صالح جَزَرَة: ثقة صدوق، والمناكير التي من قبل أبيه، لامنه فأبوه متروك متهم كما قال المصنف في الميزان ...“^۱۔ صالح جزره نے کہا: (محمد بن عثمان) ثقہ اور صدوق ہے اور منکر روایات ان کے والد کی طرف سے ہیں نہ کہ محمد بن عثمان کی طرف سے، ان کے والد (عثمان بن خالد ابومروان عثمانی) متروک اور متہم ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان“ میں کہا ہے ...“۔

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الضعفاء“^۲ میں عثمان بن خالد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عثمان بن خالد بن عمر عن مالك وعيسى وغيرهما أحاديث موضوعة لا شيء“۔ عثمان بن خالد نے مالک اور عیسیٰ وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں، اور وہ (عثمان) لاشیء (جرح) ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکاشف“^۳ میں عثمان کے متعلق سابقہ ذکر کردہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ذکر کیا ہے اور ”المقتنی فی سرد الکنی“^۴ میں موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: ”واہ“۔ (شدید جرح)۔

حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجمع الزوائد“^۵ میں ایک مقام پر موصوف

^۱ الکاشف: ۱۹۹/۲، رقم: ۵۰۴۰، ت: محمد عوامہ، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جده، ط: ۱۴۱۳ھ۔

^۲ کتاب الضعفاء: باب العین، ۱/ ۱۵۵، رقم: ۱۵۷، ت: فاروق حماد، دار الثقافة - قاہرہ، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ الکاشف: ۶/۲، رقم: ۳۶۹۲، ت: محمد عوامہ، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جده، ط: ۱۴۱۳ھ۔

^۴ المقتنی فی سرد الکنی: حرف العین، ۱/ ۴۰۱، رقم: ۴۲۲۲، ت: محمد صالح عبد العزیز، الجامعة الإسلامية - مدینة، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۵ مجمع الزوائد: باب ہجرتہ (عثمان) رضي الله عنه ۸/ ۳۸۷، رقم: ۱۴۴۹۹، ت: عبد الله محمد درويش، دار

کو ”متروک“ (شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے بارے میں ”تقریب التہذیب“^۱ میں فرماتے ہیں: ”متروک الحدیث“۔ کہا ہے۔
اہم نوٹ:

واضح رہے کہ عثمان بن خالد کی ”سنن ابن ماجہ“ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل دو روایات ہیں، یہ بات مقدمہ میں لکھی گئی ہے کہ ائمہ کرام کے نزدیک کسی راوی کا، قطع نظر کسی خاص روایت کے، شدید ضعیف ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ ایسے ہر راوی کی روایت ہر جگہ شدید ضعیف ہوگی، بعض قرائن کی تائید کی صورت میں بعض ایسے راویوں کی روایت، ضعفِ شدید سے خارج ہو سکتی ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت مذکورہ بسند ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان کا حکم

عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، جن کے بارے میں بعض ائمہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مکرر ملاحظہ ہوں:

منکر الحدیث (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) ”منکر الحدیث“ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں)

منکر الحدیث (حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

لیس بثقة . (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ)

عثمان، مالک اور عیسیٰ بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کرتے ہیں (امام حاکم رحمۃ اللہ، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ)

”واہ“۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ)

متروک (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ)

اس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیر بحث روایت، اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے۔

روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدر اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ مذکورہ روایت کو ”تاریخ دمشق“^۱ میں تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أخبرنا أبو يعقوب يوسف بن أيوب بن يوسف بن الحسين بن وهرة الهمداني - بمرور - نا السيد أبو المعالي محمد بن محمد بن زيد الحسيني - إملاء بأصبهان - .

ح وأخبرنا أبو محمد بن طاوس، أنا أبو القاسم بن أبي العلاء، قال: أنا أبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله بن عبد الله السمسار، أنا حمزة بن محمد الدهقان، نا محمد بن عيسى بن حبان المدائني، نا محمد بن الصَّبَّاح، أنا علي بن الحسين الكوفي، عن إبراهيم بن اليسع، عن أبي العباس الضَّرِير، عن الخليل بن مُرَّة، عن يحيى.... [كذافي الأصل]، عن زاذان [أبو عبد الله الكندي] عن سلمان قال:

^۱ تاریخ دمشق: باب ذکر عروجه إلى السماء، ۳/ ۵۱۷، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

حضرت النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فإذا أعرابي جاء في راحل بدوي قد وقف علينا، فسلم فرددنا عليه، فقال: يا قوم! أيكم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أنا محمد رسول الله، فقال الأعرابي: إني والله قد آمنت بك قبل أن أراك، وأحببتك قبل أن ألقاك، وصدقتك قبل أن أرى وجهك ولكن - وقال يوسف ولكني - أريد أن أسألك عن خصال، فقال: "سل عما بدا لك" فقال: فذاك أبي وأمي، أليس الله جل وعز كلم موسى؟ قال: بلى. قال: وخلق عيسى من روح القدس؟ قال: بلى. قال: واتخذ إبراهيم خليلًا واصطفى آدم؟ قال: بلى. قال: بأبي أنت وأمي، أيش أعطيت من الفضل؟ فأطرق النبي صلى الله عليه وسلم وهبط - وقال يوسف: فهبط - عليه جبريل، فقال: الله يقرئك السلام وهو يسألك عما هو أعلم به منك، الله يقول: يا حبيبي! لم أطرقت رأسك رُدَّ عَلَيَّ - وقال: ابن طاوس ارفع رأسك ورُدَّ على الأعرابي - زاد ابن طاوس: جوابه قالا: - وقال: أقول ماذا يا جبريل؟

قال: الله يقول: إن كنت اتخذت - وقال يوسف قد اتخذت - إبراهيم خليلًا فقد اتخذتك من قبل حبيبا، وإن كنت كلمت - وقال يوسف: قد كلمت - موسى في الأرض فقد كلمتك - زاد ابن طاوس: وأنت وقالا: - معي في السماء، والسماء أفضل من الأرض، وإن كنت خلقت عيسى من روح القدس فقد خلقت اسمك من قبل أن أخلق الخلق بألفي سنة، ولقد وطئت في السماء موطأ لم يطأه أحد قبلك، ولا يطأه أحد بعدك، وإن كنت اصطفتي آدم، فبك ختمت الأنبياء، ولقد خلقت مائة ألف نبي وأربعة وعشرين ألف نبي ما خلقت خلقا

أكرم عليّ منك، ومن يكون أكرم عليّ - وقال ابن طاوس: عندي - منك، وقد أعطيتك الحوض والشفاعة والناقة والقضيب والميزان والوجه الأقرم والجمال الأحمر والتاج والهاوأة والحجة والعمرة والقرآن وفضل شهر رمضان والشفاعة كلها لك حتى ظل عن شيء في القيامة على رأسك ممدود وتاج الحمد على رأسك معقود، ولقد قرنت اسمك مع اسمي فلا أذكر في موضع حتى تذكر معي.

ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرفهم كرامتك - وزاد يوسف: عليّ وقال: - ومنزلتك عندي ولولاك يا محمّد ما خلقت الدنيا.

تَرْجَمُهُ: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) بے شک میں نے دنیا اور اس کے بسنے والوں کو پیدا کیا تاکہ انہیں آپ کی پہچان کراؤں (سند کے ایک راوی یوسف نے لفظ ”میرے نزدیک“ کا اضافہ کیا ہے) اور فرمایا: تاکہ میرے نزدیک آپ کے اعزاز و مقام کو پہچان سکیں، اور اے محمد! آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

روایت کے متعلق ائمہ فن حدیث کا کلام

۱- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے بارے میں ”الموضوعات“^۱ میں فرماتے ہیں:

”هذا حديث موضوع لا شك فيه، وفي إسناده مجهولون وضعفاء، والضعفاء أبو السكين وإبراهيم بن اليسع قال الدارقطني: أبو السكين ضعيف، وإبراهيم ويحيى البصري متروكان“

^۱ کتاب الموضوعات: باب فضله علی الأنبياء، ۱/ ۲۸۸، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبد المحسن - مدينة المنورة، ط: ۱۳۸۶ هـ.

”بلاشبہ یہ حدیث موضوع ہے، اور اس کی سند میں مجہول اور ضعفاء ہیں، ابوسکین اور ابراہیم بن یسع ضعفاء ہیں، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوسکین ضعیف ہے، ابراہیم اور یحییٰ بصری متروک ہیں“

۲- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق ”تلخیص الموضوعات“^۱ میں فرماتے ہیں:

”قال ابن الجوزي: موضوع بلا شك، ويحيى البصري تالف كذاب، والسند ظلمة“. ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ روایت موضوع ہے، یحییٰ بصری تالف (شدید جرح) کذاب ہے، اور اس کی سند تاریک ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآلآ لی المصنوعة“^۲ میں زیر بحث روایت بسند سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۳- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۳ میں لکھتے ہیں:

”(ابن الجوزي) من طريق يحيى البصري، وفيه أيضا مجهولون وضعفاء“. (مذکورہ روایت کو) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بصری کے طریق سے نقل کیا ہے، اور اس میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بصری کے بارے میں وضاعین و متہمین کی فہرست میں لکھتے ہیں:

^۱ تلخیص کتاب الموضوعات: ص: ۳۷، رقم: ۱۹۵، ت: یاسر بن ابراہیم، دارالرشد - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

^۲ الآلآ لی المصنوعة: کتاب الفضائل، ص: ۲۴۹، دارالکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب المناقب، الفصل الأول، ۱/ ۳۲۴، رقم: ۶، ت: عبد اللہ الغماري، دارالکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

”یحییٰ بن میمون أبو الولید البصری التمار، اتهمه ابن عدي.“
یحییٰ بن میمون ابو الولید بصری تمار، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متہم قرار دیا ہے۔
۴۔ علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ
آپ نے ”اللؤلؤ المرصوع فیما لا أصل له أو بأصله موضوع“^۱
میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں مذکور یحییٰ البصری کو متہم قرار دیتے ہوئے ان پر کلام فرمایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ البصری کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال کو بھی نقل کر دیا جائے، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

یحییٰ بصری پر ائمہ رجال کا کلام

ان کا پورا نام ”ابو ایوب یحییٰ بن میمون بن عطاء البصری التمار (المتوفی: ۱۹۰ھ)“ ہے۔

امام عمرو بن علی الفلاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کتبت عنه وكان كذابا، حدث عن علي بن زيد بأحاديث موضوعة، روى عن عاصم الأحول أحاديث منكورة“^۲۔ میں نے اس سے روایات لکھی ہیں اور یہ جھوٹا تھا، علی بن زید کے انتساب سے موضوع روایات اور عاصم احول کے انتساب سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ فلاس رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے^۳۔

^۱ لؤلؤ المرصوع: ص: ۱۵۴، رقم: ۴۵۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ۹/ ۱۸۸، رقم: ۷۸۵، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۳ التاريخ الأوسط: عشر إلى تسعين ومائة، ص: ۲/ ۲۳۶، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة -

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لیس بشيء، خرقتنا حدیثہ، کان یلقن الأحادیث“^۱۔ یہ ”لیس بشيء“ (جرح) ہے، اس کی حدیثوں کو ہم نے پھاڑ دیا، ان کو احادیث کی ”تلقین“ (اصطلاح) کی جاتی تھی۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (یہ قول آ رہا ہے) کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”منکر الحدیث“^۲۔ (جرح)
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لیس بثقة ولا مأمون“^۳۔ (جرح)
حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قدم بغداد سنة تسعين ومائة وحدثهم بها، فعند أهل العراق منه العجائب التي يروها مما لم يتابع عليها حتى إذا سمعها من الحديث صناعته لم يشك أنها معمولة، لا تحل الرواية عنه، ولا الاحتجاج به بحال“^۴۔

سن ایک سو نوے (۱۹۰) ہجری میں بغداد آیا، اور اہل بغداد کو روایات بیان کیں، اہل عراق اس سے ایسے عجائب نقل کرتے ہیں جن میں اس کی (یکجی بن میمون) کسی نے متابعت نہیں کی، صناعت حدیث سے شغف رکھنے والے شخص کو اس کے من گھڑت ہونے میں شک نہیں ہوتا، اس سے روایت کرنا اور اس

بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۱ العلل ومعرفة الرجال: ۳/ ۳۰۱، رقم: ۵۳۳۶، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ المغني في الضعفاء: حرف الباء، ۲/ ۴۱۴، رقم: ۷۰۵۸، ت: نور الدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م۔

^۳ الضعفاء والمتروكين: ۳/ ۲۰۳، رقم: ۳۷۵۷، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروكين: ۳/ ۲۰۳، رقم: ۳۷۵۷، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ المجروحين: باب الباء، ۳/ ۱۲۱، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

سے احتجاج کرنا کسی حال میں درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بصری کو ”ثقات“^۱ میں بھی ذکر کیا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے موصوف کو ”مجروحین“ و
”ثقات“ دونوں میں ذکر کرنے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فكانه ظنه غيره
وهو هو“^۲۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اسے کوئی اور سمجھے ہوں گے، حالانکہ یہ وہی ہے (یعنی
جسے وہ مجروحین میں نقل کر چکے ہیں)۔

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متروك“^۳۔ (شدید جرح)

امام زکریا ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”كان يكذب، يحدث عن علي
بن زيد أحاديث بواطيل“^۴۔ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا، علی بن زید کے انتساب
سے باطل روایات بیان کرتا تھا۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ولیحیی بن میمون غیر ما ذکر،
وعامة ما يرويه ليس بمحفوظ“^۵۔ یحییٰ بن میمون کی مذکورہ (سابقہ) روایات
کے علاوہ احادیث بھی ہیں، اور ان کی مرویات عام طور پر محفوظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو عندهم كذاب، حدث بأحاديث
موضوعة عن علي بن زيد، وعن عاصم بأحاديث منكورة“^۶۔ محدثین کے

^۱ کتاب الثقات: ۶۰۳/۷، دائرة المعارف - بحیدر آباد دکن۔

^۲ تہذیب التہذیب: ۳۹۴/۴، ت: ابراہیم الزبیق و عادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بیروت۔

^۳ تاریخ بغداد: من اسمہ یحییٰ، ۱۸۹/۱۶، رقم: ۷۴۰۹، ت: بشار عواد، دار الغرب الاسلامی - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۴ إكمال تہذیب الکمال: ۳۷۱/۱۲، رقم: ۵۲۰۸، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد، الفاروق الحدیثہ
للطباعة والنشر - القاهرة، ط: ۱۴۲۲ھ۔

^۵ الکامل فی ضعف الرجال: من اسمہ یحییٰ، ۲۲۷/۷، رقم: ۲۱۲۴، ت: یحییٰ مختار غزاوی، دار
الفکر - بیروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۴ھ۔

^۶ إكمال تہذیب الکمال: ۳۷۱/۱۲، رقم: ۵۲۰۸، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد، الفاروق الحدیثہ
للطباعة والنشر - القاهرة، ط: ۱۴۲۲ھ۔

نزدیک یحییٰ بن میمون کذاب ہے، علی بن زید کے انتساب سے موضوع اور عاصم کے انتساب سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”متروک“^۱۔ (شدید جرح)

روایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں زیر بحث روایت بسند سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ اور علامہ محمد بن خلیل مشیش رحمۃ اللہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لئے یہ روایت اس سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول)

یہ دو سندوں سے مروی ہے:

① سعید بن مسیب رحمۃ اللہ کی سند سے ② عبد الصمد بن علی کی سند سے

۱- روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ

روایت کا مصدر

اس روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری ”مستدرک“^۲ میں تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حدثنا علي بن حمشاد العدل إملاء، ثنا هارون بن العباس الهاشمي، ثنا جندل بن والقي، ثنا عمرو بن أوس الأنصاري، ثنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام: يا عيسى! آمِنْ بِمُحَمَّدٍ

^۱ تقریب التہذیب: ص: ۵۹۷، رقم: ۷۶۵۸، ت: محمد عوامة، دار الرشد - سوريا، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ المستدرک علی الصحیحین: کتاب التاریخ، استغفار آدم، ۲/ ۶۱۵، ت: یوسف عبدالرحمن المرعشلی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

وَأُمْرَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أَمْتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتَ آدَمَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتَ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ، وَلَقَدْ خَلَقْتَ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكُتِبَتْ عَلَيْهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَسَكَنَ.” هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه“.

تیسرے حصے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو انہیں پائے اسے حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائے، کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو، جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، میں نے اس پر ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن شیخین (امام بخاری رحمۃ اللہ و مسلم رحمۃ اللہ) نے اس کی تخریج نہیں کی۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ ”تلخیص المستدرک“^۱ میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ”أظنه موضوعا على سعيد“۔ میرا گمان ہے کہ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ (پر گھڑی گئی ہے)۔

اسی طرح ”میزان الاعتدال“^۲ میں عمرو بن اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”آخرجه الحاكم في مستدركه، وأظنه موضوعا من طريق جندل“

^۱ المستدرک علی الصحیحین: کتاب التاریخ، استغفار آدم، ۲/ ۶۱۵، ت: یوسف عبدالرحمن المرعشلی، دار المعرفة-بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ میزان الاعتدال: باب العین، من اسمہ عمرو، ۳/ ۲۴۶، رقم: ۶۳۳۰، ت: علی محمد البجاوی، دار المعرفة-بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

بن والی أوحى الله إلى عيسى آمن بمحمد، فلولا ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار“.

حاکم رحمۃ اللہ نے اپنی ”مستدرک“ میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے، اور میرا گمان ہے کہ وہ موضوع ہے، جندل بن والی کے طریق سے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا، اور نہ ہی جنت و دوزخ کو بناتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے ”لسان المیزان“^۱ میں مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ کا کلام

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ ”الآثار المرفوعة“^۲ میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

”قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظاً ووروده معنئ ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك“.

میں یہ کہتا ہوں: حدیث ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ لفظاً ثابت نہ ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام و خواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: ”أول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔ آگے ”مستدرک“ کی مذکورہ بالا روایت کو نقل فرما کر اس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ لسان الميزان: من اسمه عمرو، ۶/ ۱۸۹، رقم: ۵۷۷۸، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۴، ت: محمد السعيد بن بيسوني زغلول، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۳۷ھ۔

حدیث کا مقام سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ سند میں موجود عمرو بن اوس کا ترجمہ تفصیل سے لکھا جائے۔

عمرو بن اوس کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں عمرو بن اوس کے متعلق فرماتے ہیں:

”یجہل حاله وأتی بخبر منکر، أخرجه الحاكم في مستدرکه وأظنه موضوعا من طریق جندل بن والقی“^۱۔ اس کا حال مجہول ہے، اور یہ ایک منکر روایت لیکر آیا ہے، جسے حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”مستدرک“ میں تخریج کیا ہے، اور میرا گمان ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، جندل بن والقی کی سند سے۔ اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مستدرک“ کی سابقہ ذکر کردہ روایت سند کے ساتھ ذکر کی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۲ میں عمرو بن اوس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ موقوفاً کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاء)

^۱ میزان الاعتدال: باب العین، من اسمہ عمرو، ۳/ ۲۴۶، رقم: ۶۳۳۰، ت: علی محمد البجاوی، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ لسان المیزان: من اسمہ عمرو، ۶/ ۱۸۹، رقم: ۵۷۷۸، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع کہا ہے، اس لیے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ

مذکورہ بالا روایت کو حافظ ابو شیخ ابن حیان انصاری اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”طبقات المحدثین بأصفہان“^۱ میں اس سند سے تخریج کیا ہے: ”حدثنا أبو علي بن إبراهيم، قال: ثنا همام، قال: ثنا جندل بن والق، قال: ثنا محمد بن عمر المحاربي، عن سعيد بن أوس الأنصاري، عن سعيد بن أبي عروبة“

”مستدرک“ کی سابقہ سند میں عمرو بن اوس انصاری، سعید بن ابو عروبہ سے نقل کرنے والے ہیں، اور ”طبقات المحدثین بأصفہان“ میں سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے روایت نقل کرنے میں عمرو بن اوس انصاری کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے نقل کی ہے، نیز ”طبقات المحدثین بأصفہان“ میں سعید بن اوس سے یہ روایت محمد بن عمر المحاربی نے اور محمد بن عمر المحاربی سے جندل بن والق نے نقل کی ہے، جبکہ ”مستدرک“ کی سند میں عمرو بن اوس انصاری سے جندل بن والق نے روایت نقل کی ہے، واضح رہے کہ تلاش بسیار کے باوجود سند میں موجود راوی محمد بن عمر المحاربی کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

حاصل یہ ہے کہ ”طبقات المحدثین بأصفہان“ کی سند میں موجود راوی سعید بن اوس (جس نے مستدرک کی سند میں موجود راوی عمرو بن اوس کی متابعت کی ہے) اگرچہ معتبر راوی ہے، لیکن اس سند میں موجود راوی محمد بن عمر محاربی (جو سعید بن اوس سے روایت نقل کرنے والا ہے) کا ترجمہ کتب رجال میں نہیں ملتا، اور مذکورہ روایت کو بسند ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

^۱ طبقات المحدثین بأصفہان: ۳/ ۲۶۲، رقم: ۲۸۷، ت: عبد الغفور حسين البلوشي، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۱۲ھ۔

ابن حجر رحمۃ اللہ (اكتفاء) اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لیے ”طبقات المحدثین بأصفهان“ کی سند میں موجود مجہول راوی محمد بن عمر محارب کی موجودگی متن حدیث کو وضع کے حکم سے نکالنے میں قاصر ہے، چنانچہ اس سند میں بھی حدیث کا سابقہ حکم یعنی من گھڑت ہونا برقرار ہے۔

یہاں تک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً کی ایک سند مکمل ہوئی، اب

دوسری سند ملاحظہ ہو۔

۲- روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسند عبد الصمد بن علی روایت کا مصدر اصلی

حافظ شہر دار بن شیروہ دیلمی رحمۃ اللہ مذکورہ روایت کو اپنی کتاب ”مسند الفردوس“^۱ میں اس طرح سے ذکر فرماتے ہیں:

”عبید اللہ بن موسیٰ القرشی، حدثنا الفضیل بن جعفر بن سلیمان، عن عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس، عن أبيه، عن ابن عباس: يقول الله عز وجل: وعزتي وجلالي، لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت الدنيا“^۲.

ترجمہ: اللہ رب العزت نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو۔

چند اہم فوائد

① واضح رہے کہ درج بالا عبارت سے روایت کا جزاً مرفوع ہونا معلوم نہیں ہو رہا، البتہ علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ نے حدیث ”لولاک“ پر مشتمل روایات نقل

۱۔ ”الفردوس بماثور الخطاب“ کی مسند ”مسند فردوس“ فی الحال میسر نہیں ہے، جس کی بنا پر مذکورہ روایت کی سند کو ثانوی درجے کے مرجع ”السلسلة الضعيفة“ سے نقل کیا جا رہا ہے۔

۲۔ سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱/ ۴۵۱ رقم: ۲۸۲، مؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، دار المعارف- الرياض، ط: ۱۴۱۲ھ۔

کیں، جن میں دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کی ہے (اس کا ذکر آ رہا ہے)۔

(۲) زیر بحث روایت ”موجبات الجنة لابن الفاخر“ ^۱ میں بھی تخریج کی گئی ہے، جس میں عبد اللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی عباسی نے، فضیل بن جعفر سے روایت نقل کرنے میں عبید اللہ بن موسیٰ القرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت عبد اللہ بن محمد الہاشمی نے فضیل بن جعفر سے نقل کی ہے، نیز ”موجبات الجنة“ میں سند میں موجود راوی ”فضیل بن جعفر“ کی جگہ ”فضل بن جعفر“ لکھا ہے، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ ”موجبات الجنة“ میں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً ہے۔

مذکورہ روایت پر ائمہ فن حدیث کا کلام

عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ”الآثار المرفوعة“ ^۲ میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

”قلت: نظیر أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظاً ووروده معنی ما اشتھر علی لسان القصاص والعوام والخواص من حدیث لولاء لما خلقت الأفلاك“۔

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: ”لولاء لما خلقت الأفلاك“ لفظاً ثابت نہ

^۱ موجبات الجنة لابن الفاخر: الجنة خلقت لبنينا عليهما السلام، ۱/ ۲۸۲، رقم: ۴۲۳، ت: ناصر دمیاطی، مکتبۃ عباد الرحمن - مصر، ط: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ الآثار المرفوعة: ذکر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۴، ت: محمد السعيد بن بیسونی زغلول، دار الكتب العلمية - بیروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام و خواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث ”اول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبدالحی عجلہ اللہ نے حدیث ”لولاک“ پر مشتمل روایات نقل کیں، جن میں بحوالہ ملا علی قاری عجلہ اللہ، دیلمی عجلہ اللہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً کا ذکر بھی ہے۔

علامہ محمد بن خلیل المشیشی عجلہ اللہ کا کلام

علامہ محمد بن خلیل المشیشی عجلہ اللہ ”اللؤلؤ المرصوع فیما لا أصل له أو بأصله موضوع“^۱ میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔ (واضح رہے کہ ”اللؤلؤ المرصوع“ میں دیلمی عجلہ اللہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا، اگرچہ روایت کے الفاظ یہی ہیں)۔

ذیل میں سند کے راویوں کے احوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ (المتوفی ۱۸۵ھ) کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

حافظ عقیلی عجلہ اللہ کا قول

حافظ عقیلی عجلہ اللہ، عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں ”الضعفاء الکبیر“^۲ میں فرماتے ہیں: ”حدیثہ غیر محفوظ ولا يعرف إلا به ...“ اس کی حدیث غیر محفوظ ہیں، اور یہ (ذیلی روایت) صرف اس عبد الصمد سے جانی گئی ہے۔“

^۱ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۱۵۴، رقم: ۴۵۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ الضعفاء الکبیر: باب عبد الصمد، ۳/ ۸۴، رقم: ۱۰۵۳، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الصمد بن علی کی روایت: ”أكرموا الشهود“ کی تخریج کی، جس میں یہ بھی لکھا ہے ابن ابی مسرہ مکی کہتے ہیں کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، مکہ میں ہمارے امیر تھے۔

موصوف کا ترجمہ حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ”الجرح والتعديل“^۱ میں بلا جرح و تعديل منقول ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ الإسلام“^۲ میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے متعلق نقل فرماتے ہیں: ”قد ضعفه“^۳ (جرح)۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۴ میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”العلل المتناہية“^۵ میں عبد الصمد کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ الجرح والتعديل: باب من اسمه عبد الصمد، ۶ / ۵۰، رقم: ۲۶۶، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۲ تاریخ الإسلام: ۱۲ / ۲۷۲، ت: عمر عبد السلام، دار الکتب العربی - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۳ العلل المتناہية: ۲ / ۷۲۰، رقم: ۱۲۶۷، ت: خلیل المیس، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۳ھ۔

^۴ تاریخ دمشق: عبد الصمد بن علی، ۳۶ / ۲۴۲، رقم الترجمة: ۴۰۷۸، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۶ھ۔

^۵ العلل المتناہية: ۲ / ۷۲۰، رقم: ۱۲۶۷، ت: خلیل المیس، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۳ھ۔

حافظ ہبشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہبشی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“^۱ میں روایت: ”للمملوك على سيده ثلاث خصال“ کے تحت فرماتے ہیں:

”رواه الطبراني في الصغير، وفيه من لم أعرفهم، وعبد الصمد بن علي ضعيف“. امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم الصغير“ میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور فرمایا کہ اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا اور عبد الصمد بن علی ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ عن ابیہ سے منقول روایت: ”أكرموا الشهود“ نقل کر کے لکھتے ہیں:

”وهذا منكر وما عبد الصمد بحجة، ولعل الحفاظ إنما سكتوا عنه مداراة للدولة“^۲۔ یہ منکر حدیث ہے، (اس کی سند میں موجود راوی) عبد الصمد حجت نہیں ہے، شاید حکومت کی خاطر داری کی وجہ سے حفاظ حدیث نے ان کے بارے میں کلام کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے۔

واضح رہے، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں گزر چکا ہے کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، امیر مکہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۳ میں پہلے عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

^۱ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب ما جاء في الخادم، ۸/ ۸۶، رقم: ۱۳۵۳۱، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمہ عبد الصمد، ۲/ ۵۰۴، رقم: ۴۶۰۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ لسان المیزان: من اسمہ عبد الصمد، ۵/ ۱۸۷، رقم: ۴۷۸۷، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: ”فتبین أنهم لم يسكتوا عنه“. معلوم ہوا کہ حفاظ حضرات خاموش نہیں رہے، بلکہ انہوں نے کلام کیا ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”المقاصد الحسنة“^۱ میں عبد الصمد کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

عبید اللہ بن موسیٰ القرشی

ان کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔

فضیل بن جعفر بن سلیمان

ان کا ترجمہ باوجود تلاش کے میسر نہیں ہو سکا۔

روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسند عبد الصمد بن علی کا حکم

زیر بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً یا مرفوعاً بسند عبد الصمد بن علی کا متن سابقہ تمام سندوں کی طرح علامہ عبد الحمی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے تناظر میں من گھڑت ہے، اس لئے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایات کا حکم

ابتداء میں کہا گیا تھا کہ زیر بحث روایت استنقاء تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً و مختلف سندوں سے)۔

زیر بحث روایت مذکورہ تمام طرق کے ساتھ شدید ضعیف یا من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کو منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

^۱ المقاصد الحسنة: حرف الهمزة، ص: ۱۴۴، رقم: ۱۵۴، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

تتمہ: ذیل میں ان علماء کے نام لکھے جا رہے ہیں، جنہوں نے مختلف سندوں سے یا سند ذکر کیے بغیر مطلقاً زیر بحث روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

① حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ان حضرات نے اکتفاءً نقل کیا ہے:
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلمونی رحمۃ اللہ علیہ،
علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ۔

② حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ③ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ④ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

⑤ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) ⑦ حافظ

ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ⑧ علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ ⑨
علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

انہم نوٹ:

اولیت خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام و خاص روایت ”لولاک لما خلت الافلاک“ کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جا رہا۔

① موضوعات: ص: ۵۲، رقم: ۷۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دارالمأمون للتراث - بیروت، ط: ۱۴۲۹ھ۔

② الأسرار المرفوعة: ص: ۱۹۴، رقم: ۷۵۴، قدیمی کتب خانہ - کراتشی۔

③ تذکرۃ الموضوعات: فضل رسول وخصالہ، ص: ۸۶، کتب خانہ مجیدیہ - ملتان۔

④ کشف الخفاء: ۱/۲، رقم: ۲۱۲۳، کشف الخفاء: ۲/۳۱۹، رقم: ۲۵۶۶، ت: یوسف بن محمود، مکتبۃ العلم

الحديث - بیروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔

⑤ الفوائد المجموعة: ۱/۲، رقم: ۱۰۱۳، ت: رضوان جامع رضوان، مکتبۃ نزار مصطفی الباز - الرياض، ط:

روایت نمبر: ④

روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: ”اول شيء ما خلق الله نوري“

ترجمہ: ”سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا....“

ضمنی طور پر روایت: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔“ کی تحقیق کی گئی ہے۔

حکم: پہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے، دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل ذیلی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کی تحقیق تین (۳) اجزاء پر مشتمل ہے:

① روایت کا مصدر اصلی

② روایت پر ائمہ کا کلام

③ ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت کا مصدر

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ”الفتوحات المکیة“^۱ میں مذکورہ بالا روایت کو بلا سند، حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”روی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال:

قلت: يا رسول الله! أنت وأمي، أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء.

^۱ الفتوحات المکیة: ۱/۱۹۱، ت: عثمان یحیی، وزارة الثقافة المصرية - مصر، ط: ۱۳۹۲ھ۔

قال: یا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملك ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جنّ ولا إنسي، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول حملة العرش، ومن الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، ومن الثاني نور قلوبهم - وهى المعرفة بالله - ومن الثالث نور أنسهم، وهو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله الحديث [كذا في الأصل] .“

تَرْجُمَہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اس بات کی خبر دیجئے کہ اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شئی کو پیدا کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا، پھر وہ نور اللہ کی ذات سے منشاء الہی کے مطابق چلتا رہا، اس وقت تک لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، زمین، آسمان، سورج، چاند، جن و انس کچھ نہ تھا، جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے چار حصے کیے: پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے عرش کو اٹھانے والے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ، پھر چوتھے حصے کے چار حصے کیے: پہلے سے تمام آسمان، دوسرے سے تمام زمینیں،

تیسرے سے جنت و جہنم کو بنایا، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے ایمان والوں کی آنکھوں کا نور پیدا کیا، دوسرے سے انکے دلوں کا نور۔ معرفت الہی۔ کو پیدا کیا، اور تیسرے حصے سے توحید کو پیدا کیا... [کذا فی الأصل]۔

دیگر مراجع

مذکورہ روایت کو علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المواہب اللدنیۃ“^۱ میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح المواہب“^۲ میں، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحاوی للفتاویٰ“^۳ میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفتاویٰ الحدیثیۃ“^۴ میں اور علامہ عجلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کشف الخفاء“^۵ میں اسی طرح بغیر سند، مصنف عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

روایت پر ائمہ فن کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے ”الحاوی للفتاویٰ“^۶ میں آیت ”والصبح إذا أسفر“ کے تحت مذکورہ روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے متعلق فرمایا: ”... والحديث المذكور في السؤال ليس له إسناده يعتمد عليه“۔ اور سوال میں مذکور روایت کی کوئی سند نہیں، جس کی وجہ سے اس پر اعتماد کیا جاسکے۔

^۱ المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ: تشریف اللہ تعالیٰ لہ، ۱/ ۴۸، المكتبة التوفیقیۃ - القاهرة، ط: ۱۳۲۶ھ۔

^۲ شرح المواہب: تشریف اللہ تعالیٰ لہ، ۱/ ۹۰، ت: محمد عبد العزیز الخالیدی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ الحاوی للفتاویٰ: الفتاویٰ القرآنیۃ، ص: ۳۳۳، ت: عبد اللطیف حسن، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔
^۴ الفتاویٰ الحدیثیۃ: مطلب هل خلقت الملائكة...، ص: ۸۴، محمد عبد الرحمن المرعشلی، میر محمد کتب خانہ - کراچی۔

^۵ کشف الخفاء: حرف الهمزة، ۱/ ۳۰۳، رقم: ۸۲۷، ت: یوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - بیروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۶ الحاوی للفتاویٰ: الفتاویٰ القرآنیۃ، ص: ۳۱۳، ت: عبد اللطیف حسن، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔

۲- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ”الآثار المرفوعة“^۱ میں مذکور روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وقد اشتهر بين القصاص حديث: أول ما خلق الله نوري، وهو حديث لم يثبت بهذا المبنى وإن ورد غيره موافقاً له في المعنى....“
 ”قصہ گو میں یہ حدیث مشہور ہے، حالانکہ یہ روایت اس بنیاد (ان الفاظ) سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے....“
 آگے آپ لکھتے ہیں:

”قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظاً ووروده معنئى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك.“

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“۔ لفظاً ثابت نہ ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام و خواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: ”أول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔

اہم فائدہ

حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام ”وإن ورد غيره موافقاً له في المعنى“ اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے ”سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کی ہم معنی دیگر روایات منقول ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ”اولیت“ ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے ثابت ہے، مثلاً: چند سطر آگے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں^۲: ”نعم

^۱ الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۴، ت: محمد السعيد بن بيسوني زغلول، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

^۲ الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۵، ت: محمد السعيد بن بيسوني زغلول، دار

ثبت متی کنت نبیا قال و آدم بین الروح والجسد“^۱۔

۳- علامہ احمد بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ ”المغیر علی الأحادیث الموضوعة فی الجامع الصغير“^۲ میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہو حدیث موضوع، لو ذکرہ بتمامہ لما شک الواقف علیہ فی وضعہ“۔ یہ حدیث موضوع ہے، اگر اس روایت کے متن کو مکمل ذکر کیا جائے تو واقف کار کو اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

اس کے بعد آگے فرماتے ہیں: ”مشتملة علی ألفاظ رکیکة، ومعانی منکرۃ“۔ یہ رکیک الفاظ اور منکر معنی پر مشتمل ہے۔

۴- علامہ عبد اللہ بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد اللہ غماری رحمۃ اللہ علیہ ”مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر“^۳ میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وعزوہ الی رواية عبد الرزاق خطأ، لأنه لا یوجد فی مصنفه، ولا جامعہ، ولا تفسیرہ....“۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے، کیونکہ یہ روایت عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی مصنف، جامع اور تفسیر میں نہیں ہے....“

آگے فرماتے ہیں:

”وہو حدیث موضوع جزما، وفیہ اصطلاحات المتصوفة، وبعض الشناقطة المعاصرین ركب له إسنادا، فذكر أن عبد الرزاق رواه من طریق

الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

^۱ روایت ”و آدم بین الروح والجسد“ کی وضاحت بحث کے آخر میں ”اہم تنبیہ“ کے عنوان سے آرہی ہے۔

^۲ المغیر علی الأحادیث الموضوعة فی الجامع الصغير: مقدمة، ص: ۷، دار العهد الجدید - بیروت۔

^۳ مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر: ص: ۹، مکتبہ طبریہ - الریاض، ط: ۱۴۰۸ھ۔

ابن المنکدر عن جابر! وهذا كذب يأثم عليه، وبالجملة فالحدیث منکر موضوع، لا أصل له فی شیء من کتب السنّة“۔

یہ روایت یقیناً موضوع ہے، اس میں صوفیانہ اصطلاحات ہیں، اور ہمارے بعض شنقیطی معاصرین نے اس روایت کے لئے سند بھی گھڑ لی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: عبد الرزاق نے ابن منکدر عن جابر رضی اللہ عنہما کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے، حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے، جس کا گناہ اسی شخص پر ہے، اور حاصل یہ کہ حدیث منکر، من گھڑت ہے، اس کی کتب احادیث میں کوئی اصل نہیں ہے۔

۵- علامہ عبد الفتاح ابوغده رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الفتاح ابوغده رحمۃ اللہ علیہ نے ”التعلیقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة“^۱ میں مذکورہ روایت کو موضوع روایت میں شمار کیا ہے اور علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا خلاصہ اور حکم

روایت مذکورہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الفتاح ابوغده رحمۃ اللہ علیہ، احمد صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ اور عبد اللہ صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق بے سند، غیر ثابت شدہ، بے اصل اور من گھڑت ہے، چنانچہ اس روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت مخلوقات کے سلسلے میں حدیث: ”كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد“ (میں نبی تھا در حالیکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے) بیان کی جاتی ہے یہ روایت ”صحیح“ ہے، لیکن عوام و خواص کی زبان پر اس روایت کے مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ مشہور ہیں یعنی: ”كنت

نبیا و آدم بین الماء والطين“۔ (میں نبی تھا در حالیکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے) یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: ”كنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طين“۔ (میں نبی تھا در حالیکہ نہ آدم تھا، نہ پانی تھا، نہ مٹی تھی)۔

ان الفاظ کے بارے میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں ”موضوع“ کے کلمات ارشاد فرماتے ہیں، چنانچہ ذیل میں ان الفاظ کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کیے جائے گے۔

”كنت نبیا و آدم بین الماء والطين أو كنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طين“۔
(۱) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ”مجموع الفتاویٰ“^۱ میں ”كنت نبیا و آدم بین الماء والطين“، ”كنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طين“ کے تحت فرماتے ہیں:

”فهذا لا أصل له ولم يروه أحد من أهل العلم الصادقين ولا هو في شيء من كتب العلم المعتمدة بهذا اللفظ بل هو باطل“۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اہل صدق علماء میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا، اور کسی بھی معتمد کتاب میں ان الفاظ کی کوئی روایت نہیں ہے، بلکہ یہ باطل ہے۔

اسی طرح ”الرد على البكري“^۲ میں ان دونوں قسم کے الفاظ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

”لا أصل له لا من نقل ولا من عقل، فإن أحدا من المحدثين لم يذكره، و معناه باطل“۔ عقلاً اور روایتاً اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ محدثین میں سے کسی نے بھی اسے ذکر نہیں کیا، اور اس کا معنی باطل ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

”وقد قال شيخنا في بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفة“

^۱ مجموع الفتاویٰ: فصل في مقالة ابن عربي، ۲/۹۳، ت: أنور الباز، دار الوفاء - بيروت، ط: ۱۴۲۶ھ۔

^۲ الرد على البكري: ص: ۱۳۸، ت: عبد الله دجين، دار الوطن - الرياض، ط: ۱۴۱۷ھ۔

والذي قبلها قوي“^۱۔ ہمارے شیخ نے بعض جوابات میں اس زیادتی (کنت نبیا ولا آدم...) کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضعیف ہے، اور جو اس سے پہلے ہے وہ قوی ہے۔

(۳) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“ میں فرماتے ہیں:

”أما الذي على الألسنة بلفظ (كنت نبيا وآدم بين الماء والطين) فلم نقف عليه بهذا اللفظ فضلا عن زيادة (وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين)“۔ زبان زد الفاظ ”كنت نبيا وآدم بين الماء والطين“۔ پر میں مطلع نہ ہو سکا، چہ جائیکہ ”كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين“۔ کے زائد الفاظ پر مطلع ہوں۔

(۴) علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ ”الآلی المثنورة“^۲ میں ”كنت نبيا وآدم بين الماء والطين“ کے تحت فرماتے ہیں: ”هذا اللفظ لا أصل له“۔ ان الفاظ کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”الدرر المنتشرة“^۳ میں مذکورہ الفاظ: ”كنت نبيا وآدم بين الماء والطين“ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”لا أصل له بهذا اللفظ“۔ ان الفاظ کے ساتھ ان کی کوئی اصل نہیں ہے، پھر آگے فرماتے ہیں: ”زاد العوام فيه: وكنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين ولا أصل له أيضا“۔ عوام نے اس میں یہ اضافہ (كنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين) کیا ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

^۱ المقاصد الحسنة: حرف الكاف، ص: ۳۷۸، رقم: ۸۴۰، ت: عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية-بيروت، ط: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ الآلي المثنورة: الحديث السادس عشر، ص: ۱۲۴، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي-بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ الدرر المنتشرة: حرف الكاف، ص: ۲۰۴، رقم: ۳۲۹، ت: محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية-بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

(۶) حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۱ میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الأسرار المرفوعة“^۲ میں سابقہ ائمہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۸) علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الموضوعات“^۳ میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۹) علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآثار المرفوعة“^۴ میں سابقہ علماء کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۱۰) علامہ محمد بن خلیل قاوچی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللؤلؤ المرصوع“^۵ میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۱۱) علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ ”أسنی المطالب“^۶ میں اسے ”موضوع“ اور ”لم یصح“ کی ہے۔

ان الفاظ: ”كنت نبيا وأدم بين الماء والطين أو كنت نبيا ولا أدم ولا ماء ولا طين“ کے بارے میں گیارہ (۱۱) علماء نے باطل، لا اصل، موضوع، لم یصح جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں، چنانچہ ان حضرات کی تصریح کے

^۱ تنزیہ الشریعة: الفصل الثالث، ۱/ ۳۴۱، رقم: ۳۲، ت: عبد اللہ الصدیق الغماري، دار الکتب العلمیة بیروت، ط: ۱۹۸۱ھ۔

^۲ الأسرار المرفوعة: حرف الکاف، ۲۶۸، رقم: ۳۵۲، ت: محمد الصباغ، المکتب الإسلامی بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ تذکرۃ الموضوعات: فضل رسول وخصاله، ص: ۸۶، کتب خانۃ مجیدیۃ - ملتان۔

^۴ الآثار المرفوعة: ذکر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۶، ت: محمد السعید بن بیسوی زغلول، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۳۷ھ۔

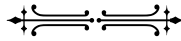
^۵ اللؤلؤ المرصوع: حرف الکاف، ص: ۱۴۲، رقم: ۴۱۵، ت: فواز أحمد زمري، دار البشائر الإسلامیۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۶ أسنی المطالب: ص: ۲۲۲، رقم: ۱۱۱۳-۱۱۱۴، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

مطابق اس روایت کو ان الفاظ: ”کنت نبیا و آدم بین الماء والطين أو کنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طین“ سے نبی کریم ﷺ کی طرف انتساب کر کے بیان نہیں کرنا چاہیے، البتہ یہی روایت ان الفاظ: ”کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد“^۱ سے ثابت ہے، چنانچہ ان ثابت شدہ الفاظ کے ساتھ ہی یہ روایت آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا چاہیے۔

تَوَكُّعٌ:

اولیتِ خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ ﷺ کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام و خاص روایت ”اول شیء ما خلق الله نوري“ کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جا رہا۔



^۱ انظر شرح مشكل الآثار: ۱۵/ ۲۳۱، رقم: ۵۹۷۷.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ... ووافقه الذهبي. (انظر المستدرک مع التلخیص: ۲/ ۲۰۸).

روایت نمبر: ⑧

روایت: ”من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسنی، ومن جالسنی فی الدنيا أجلس إليّ يوم القيامة“۔
 جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے۔
 حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت استقرائاً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت انس رضی اللہ عنہ

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

③ حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ (جد بہز بن حکیم)

ذیل میں ہر صحابی کی روایت کی تحقیق مستقل ذکر کی جائے گی۔

(۱) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ: یہ روایت تین (۳) سندوں سے منقول ہے:

① سند ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ ① سند میزان الاعتدال ② سند ذیلمی رحمۃ اللہ علیہ

ذیل میں تینوں سندوں کی تفصیل اور ہر سند کا فنی حکم علیحدہ علیحدہ لکھا جائے گا، اور سب سے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ تینوں سندوں کا حکم لکھا جائے گا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند ابن نجار رحمہ اللہ

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن نجار رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کی سند ”ذیل اللالی“^۱ میں ذکر کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

”قرأت في كتاب العز ثابت بن منصور العجلي بخطه، وأنبأ به عنه أبو القاسم الأرجي، حدثني القاضي الإمام عين القضاة أبو القاسم علي بن محمد بن أحمد السمناني لفظاً، حدثنا القاضي أبو محمد عبد الله بن محمد بن هون الثقفي قاضي سنجار بسنجان لفظاً في سنة تسع وأربعين وأربعمائة، حدثنا أبو محمد حسان بن محمد بن حسان الأزرق التنوخي بالأندلس فيما بين العشرين والثلاثين والثلاثمائة، حدثنا أبي محمد [ابن حسان] فيما بين عشرين وثلاثين ومائتين، حدثنا جدي حسان، قال: دخلنا في بضعة عشر رجلاً إلى واسط العراق على الحجاج بن يوسف في ظلامه لنا، وإذا بشيخ معصوب الحاجبين وراء الباب فقلت: للبواب من هذا الشيخ؟ قال: هذا أنس بن مالك خادم النبي ﷺ، فتقدمت إليه وقبلت ما بين عينيه، وقلت له: ناشدتك الله أيها الشيخ! لما حدثتني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ، قال: سمعت النبي ﷺ يقول:

”من زار عالماً فكمن زارني، ومن صافح عالماً فكمن صافحني، ومن جالس عالماً فكمن جالسني، ومن جالسني في دار الدنيا أجلسه الله تعالى معي غداً في الجنة.“

ولم أسمع منه غير هذا الحديث فكتبته في أسفل نعلي، واستعجلوني أصحابي للظلامه فخرجت مسرعاً، قال القاضي أبو محمد:

^۱ ذیل اللالی المصنوعة: کتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية - شیخوپورہ، ط: ۱۳۰۳ھ۔

عاش حسان مائۃ وعشرين سنة وعاش أنس بن مالك مائۃ وعشرين سنة وهانا [كذا في الأصل وفي بعض النسخ وها أنا] قد عشت مائۃ وإحدى وعشرين سنة، قال: وكان قد انقطع عني هذا الشأن فوق الثلاثين سنة وابني عاد إليّ، وتزوجت وأشار إلى صبي عنده وقال: هذا ابني وله ابن بينما في المولد تسعة وثمانون سنة، وأراني حاجبيه وقد اسودت وشعر راسه وصدره قد اسود البياض وثناياه قد نبتت كأسنان الأطفال“.

تَرْجَمَہ:.... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عالم کی زیارت کی وہ ایسا ہے جس نے میری زیارت کی، جس نے عالم سے مصافحہ کیا وہ ایسا ہے جس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم کے ساتھ بیٹھا وہ ایسا ہے جو میرے ساتھ بیٹھا، اور جو میرے ساتھ دنیا میں بیٹھا، اللہ اس کو کل جنت میں میرے ساتھ بٹھائیں گے۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل اللآلی“^۱ میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

۲- حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ”توضیح المُشْتَبَہ“^۲ میں مذکورہ

^۱ ذیل اللآلی المصنوعة: کتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية - شیخوپورہ، ط: ۱۳۰۳ھ۔

^۲ توضیح المشتبه: حرف الباء، ۱/ ۴۸۳، ت: محمد نعیم العرقسوسی، مؤسسة الرسالة-بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

واضح رہے کہ امام سیوطی کی رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر کردہ حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی سند اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مابین میں کافی اضطراب ہے، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مکمل عبارت سے مشاہدہ فرمائیں: ”قلت: برہون بفتح أوله وسكون الراء وضم الهاء وسكون الواو تليها نون حسان بن برہون بن حسان الثقفي قاضي سنجار عن أبيه برہون عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له، رواه أبو جعفر محمد بن علي بن محمد

روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

”حسان بن برہون بن حسان الثقفي قاضي سنجار عن أبيه برهون عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له“.

(سند میں موجود راوی) حسان بن برہون بن حسان ثقفی قاضی سنجاہ نے ”عن أبيه برهون عن جده“ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے باطل روایت نقل کی ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۱ کے مقدمہ میں حسان بن برہون کا ترجمہ قائم کیا اور آگے حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۲ میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”من حديث أنس في قصة بينة الكذب“. یہ روایت ایک قصہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ علامہ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

السيمتاني عن القاضي أبي القاسم علي بن محمد السيمتاني عن حسان، وزعم حسان لما حدث انه ابن مئة وعشرين سنة وعاش أنس مئة وعشرين سنة“.

^۱ تنزیہ الشریعة المرفوعة: حرف الحاء، ۱ / ۴۷، رقم: ۱۴، ت: عبد اللہ الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب العلم، الفصل الثالث، ۱ / ۲۷۲، رقم: ۵۷، ت: عبد اللہ الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ جزاً من گھڑت کہا ہے، چنانچہ مذکورہ سند کے ساتھ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“ میں ”محمد بن غانم“ کے ترجمہ میں ایک روایت نقل کی ہے، اس روایت اور مذکورہ روایت کی سند اور الفاظ میں قدرے اشتراک ہے، چنانچہ ذیل میں اس کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند میزان الاعتدال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں محمد بن غانم کے ترجمہ میں اسی روایت کے ہم معنی ایک دوسری سند سے زیر بحث روایت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

”محمد بن غانم بن الأزرق التَّنُوخِي عن جده لا يُدْرَى مَنْ هُوَ فِي سَنَدٍ مَظْلَمٍ. قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَام أَبُو الْحَسَنِ الْهَكَارِيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْمُؤَيَّدِ السِّنْجَارِيُّ - وَكَانَ ابْنُ مِائَةِ وَعَشْرِينَ سَنَةً [قَالَ]: حَدَّثَنَا ابْنُ غَانِمٍ هَذَا - وَكَانَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ يَعْمُرُونَ، حَدَّثَنِي جَدِّي، قَالَ: خَرَجْتُ مِنَ الْأَنْبَارِ فِي ظُلَامَةٍ إِلَى الْحَجَّاجِ، فَرَأَيْتُ أُنْسَ بْنَ مَالِكٍ، فَقُلْتُ: حَدَّثَنِي، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَكُتِبَتْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا زَارَنِي، وَمَنْ عَانَقَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا عَانَقَنِي، وَمَنْ نَظَرَ إِلَى وَجْهِ عَالِمٍ ... الْحَدِيثُ [كَذَابِي الْأَصْل].

^۱ ميزان الاعتدال: حرف الميم، ۳ / ۶۸۱، رقم: ۸۰۴۶، ت: علي البجوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

(راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے روایت بیان کیجئے، کہا: لکھئے، میں نے لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور جس نے عالم سے معافہ کیا اس نے گویا مجھ سے معافہ کیا اور جس نے عالم کے چہرے کو دیکھا [اصل میں اسی طرح ہے۔]

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں روایت کی سند پر ابتداء ہی میں کلام کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ”لا يُدرى مَنْ هُوَ فِي سَنَدٍ مُظْلِمٍ“. معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”لسان المیزان“^۲ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔ وضاحت: آپ دیکھ چکے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس سند کو ”سند مظلم“ (تاریک سند) فرما رہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم زیر بحث سند کا تفصیل سے جائزہ لیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

سند کے راویوں پر کلام

”میزان الاعتدال“ کی مذکورہ سند میں چار (۴) راوی ہیں:

(۱) محمد بن غانم بن ازرق (۲) ازرق ابو غانم (۳) ابو الحسن ہکّاری

(۴) عبید اللہ بن محمد بن مؤید سنّجاری

^۱ میزان الاعتدال: من اسمه محمد، ۳ / ۶۸۱، رقم: ۸۰۴۶، ت: علي البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ لسان الميزان: ، من اسمه محمد، ۷ / ۴۳۴، رقم: ۷۲۹۴، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۲۳ھ۔

محمد بن غانم بن الأزرق التَّنُوخِي

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”محمد بن غانم بن الأزرق التَّنُوخِي لا يُدرى مَنْ هو في سند مظلم“ معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان الميزان“ میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

الأزرق أبو غانم

موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

أبو الحسن الهكَّاري (المتوفى ٤٨٦ هـ)

ان کا پورا نام ”أبو الحسن علي بن أحمد بن يوسف القرشي الأموي الهكَّاري“ کان يعرف بشيخ الإسلام“ ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لم يكن موثقاً في روايته“^۱۔
ابو الحسن کی روایت میں توثیق نہیں کی گئی۔

حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل تاریخ بغداد“ میں ابو الحسن ہکَّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”وكان الغالب على حديثه الغرائب والمنكرات، ولم يكن حديثه يشبه حديث أهل الصدق، وفي حديثه متون موضوعة مركبة على أسانيد صحيحة. وقد رأيت بخط بعض أصحاب الحديث بأصبهان أنه كان يضع الأحاديث“.

^۱ سیر أعلام النبلاء: ۶۳/۱۹، رقم: ۳۷، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۰۵ هـ.

^۲ ذیل تاریخ بغداد: ۱۷۳/۳، رقم: ۶۵۱، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۷ هـ.

ابو الحسن ہکّاری کی روایات میں غرائب اور منکرات غالب ہیں، اور اس کی حدیث اہل صدق کی احادیث کی طرح نہیں ہے، ان سے منقول احادیث کے الفاظ من گھڑت ہیں، جنہیں صحیح سندوں کے ساتھ چسپاں کیا گیا ہے، (ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میں نے اصبہان کے بعض محدثین کی تحریرات میں دیکھا کہ یہ (ابو الحسن) حدیثیں گھڑتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”میزان الاعتدال“^۱ میں ابو الحسن ہکّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”وقال ابن النجار: متّهم بوضع الحديث وتركيب الأسانيد، قاله في ترجمة عبد السلام بن محمد“. ابن نجار رحمہ اللہ نے اس پر حدیث گھڑنے اور (متون کے ساتھ) سندیں جوڑنے کا اتہام کیا ہے، یہ بات انھوں نے عبد السلام بن محمد کے ترجمہ میں کہی ہے۔

واضح رہے کہ راقم الحروف کو ابو الحسن ہکّاری پر حافظ ابن نجار رحمہ اللہ کا کلام ”ذیل تاریخ بغداد“^۲ میں ابو الحسن ہکّاری کے ترجمہ میں ملا ہے، واللہ اعلم۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ہی ”تاریخ الإسلام“^۳ میں ”ابو بکر دیئوری“ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

”قال ابن النجار ... روى شيخ الإسلام أبو الحسن الهكّاري عن أبي بكر الديئوري أربعين حديثاً لسلمان الفارسي رضي الله عنه، قلت: موضوعه هي“.

^۱ ميزان الاعتدال: حرف الباء، ۳/ ۱۱۲، رقم: ۵۷۷۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ ذیل تاریخ بغداد: ۳/ ۱۷۳، رقم: ۶۵۱، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ تاریخ الإسلام: ۲۹/ ۲۹۷، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۱۴ھ۔

ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے ابو الحسن ہکّاری نے ابو بکر دیلمی سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے چالیس روایات ذکر کر دی ہیں۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ روایات موضوع (جھوٹی) ہیں۔ حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ ”الأنساب“^۱ میں لکھتے ہیں:

”تفرد مدة بطاعة الله في الجبال، وابتنى أربطة ومواضع يأوي إليها الفقراء والصالحون، وكان كثير الخير والعبادة، مقبولا وقورا“.

مدت تک پہاڑوں میں تنہا اللہ کی عبادت کرتے، جہاں ان کے بنائے ہوئے رباط اور ٹھکانے پر فقراء و صالحین آتے رہتے تھے، ابو الحسن ہکّاری بہت نیک، عبادت گزار، مقبول اور باوقار شخص تھے۔

حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ ”إتحاف السادة المتقين“^۲ میں ایک دوسری حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”ورأيت طُرّة بخط الإمام شمس الدين الحرير ابن خال الخيضر علي هامش نسخة الإحياء ما نصه: قد صنف الشيخ أبو الحسن علي بن يوسف الهكّاري المعروف بشيخ الإسلام كتابا سماه بفضائل الأعمال وأوراد العُمّال، ذكر فيه عجائب وغرائب من هذه الأحاديث ومن غيرها مرتبة على الليالي والأيام بأسانيد مظلمة، إذا نظر العارف فيها قضى العجب، وساقها بأسانيد له، وقد ذكره الذهبي في ميزانه وذكر عن ابن عساكر أنه لم يكن موثوقا به، وذكره ابن السمعاني في الأنساب وذكر شيوخه ووفاته بعد الثمانين وأربعمائة،

^۱ الأنساب للسمعاني: باب الهاء مع الكاف، ۵/ ۶۴۵، ت: عبد الله عمر البارودي، دارالجنان - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ هـ.

^۲ إتحاف السادة المتقين: ۳/ ۶۲۱، ط: دار الكتب العلمية - بيروت.

فلعل الغزالي نقل عنه اهـ۔“

میں نے ”احیاء“ پر شمس الدین حریر ابن خال خِیضری کے حاشیہ میں موصوف کی تحریر دیکھی ہے، جس میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الحسن علی بن یوسف ہکّاری جو شیخ الاسلام سے مشہور ہیں، انھوں نے ایک کتاب بنام ”اعمال و اوراد الثّمّال“ تصنیف کی ہے، جس میں یہی اور ان کے علاوہ عجیب و غریب احادیث تاریک سندوں کے ساتھ ذکر کر کے ہے، جو شب و روز پر مرتب کی گئی ہیں، جب کوئی پہچان رکھنے والا شخص اسے دیکھتا ہے تو تعجب کرتا ہے، اور یہ اپنی سند سے ان احادیث کو لاتے ہیں، ان کا تذکرہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان“ میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے، نیز ابن سمعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”انساب“ میں ان کا اور ان کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، اور ۳۸۰ھ کے بعد ان کی وفات ذکر کر کے ہے، شاید کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایتیں ان سے لی ہوں اہ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۱ میں ابو الحسن ہکّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ سمعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۲ کے مقدمہ میں اور علامہ ابراہیم بن محمد بن سبط ابن الجعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث“^۳ میں ابو الحسن ہکّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ لسان المیزان: حرف المیم، ۷/ ۴۳۴، رقم: ۷۲۹۴، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مکتب المطبوعات الإسلامية - بیروت، ط: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة المرفوعة: حرف العین، ۱/ ۸۶، رقم: ۲۸۳، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ الکشف الحثیث: حرف العین، ۱/ ۱۸۴، رقم: ۴۹۷، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

عبید اللہ بن محمد بن المؤید السنجاری
موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند میزان الاعتدال کا حکم

آپ سند کا حال تفصیل سے جان چکے ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو ”سند مظلم“ یعنی تاریک سند کہہ کر ساقط قرار دیا ہے، خلاصہ یہ کہ اس روایت کا ”میزان الاعتدال“ کی مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب درست نہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند مسند الفردوس

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”ذیل اللآلی“^۱ میں ”مسند فردوس“ کی روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أُنبأنا أبي، أنبأنا محمد بن الحسن السعدي، أنبأنا أبو منصور القومستاني، أنبأنا أبو أحمد القاسم بن محمد السراج، حدثنا الحسن بن أحمد المروري، حدثنا عبد الرحمن ابن [كذا في الأصل] سعيد، أنبأنا عبد الرحمن بن عمر الكوفي، حدثنا عمران بن سهل، حدثنا إبراهيم بن سليمان، حدثنا أيوب بن موسى، عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: إن لله عز وجل مدينة تحت العرش من مسك إذفر، على بابها ملك ينادي كل يوم: ألا من زار العلماء فقد زار الأنبياء و من زار الأنبياء فقد زار عز وجل و من زار الرب فله الجنة. إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث“.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ عرش کے نیچے اللہ عز وجل کا پاکیزہ مہکتی ہوئی مشک کا ایک شہر ہے، ہر دن

^۱ ذیل اللآلی المصنوعة: کتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية - شیخوپورہ، ط: ۱۳۰۳ھ۔

اس کے دروازے پر ایک فرشہ آواز دیتا ہے: سن لو! جس نے علماء کی زیارت کی اس نے انبیاء کی زیارت کی، اور جس نے انبیاء کی زیارت کی اس نے رب تعالیٰ کی زیارت کی، اور جس نے رب کی زیارت کی اس کے لئے جنت ہے....“

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل اللآلی“^۱ میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار کیا ہے، نیز حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تخریج سند کے بعد لکھتے ہیں: ”ابراہیم بن سلیمان البلخی یسرق الحدیث“۔ (سند میں موجود راوی) ابراہیم بن سلیمان بلخی سرقہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلاء ہے۔

ابراہیم بلخی کا پورا نام ”ابو اسحاق ابراہیم بن سلیمان الزیات البلخی“ ہے، موصوف کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال آرہے ہیں۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ طریق کے متعلق فرماتے ہیں:

”من حدیث أنس وفيه إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث (قلت) إنما اتهمه ابن عدي بالسرقة في حديث واحد، أورد له عن الثوري، ثم قال: وسائر أحاديثه غير منكورة، وقال الحاكم: محله الصدق، وقال الخليلي في الإرشاد: صدوق، نعم الراوي عنه عمران بن سهل لم أقف له على ترجمة، فلعل البلاء منه، والله أعلم“^۲۔

^۱ ذیل اللآلی المصنوعة: کتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية - شیخوپورہ، ط: ۱۳۰۳ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة المرفوعة: کتاب العلم: الفصل الثالث: ۱ / ۲۷۲، ت: عبد اللہ العماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

تَحْمِکُمْ: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور اس کی سند میں موجود راوی ابراہیم بن سلیمان بلخی سر قہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلا تھا، میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سلیمان کو ایک ہی حدیث میں سر قہ حدیث میں متہم قرار دیا ہے، اس کے بعد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم کی باقی حدیثیں منکر نہیں ہیں، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابراہیم ”محلہ الصدق“ (کلمہ تعدیل) ہے، اور حافظ غلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الارشاد“ میں ابراہیم کو صدوق (کلمہ تعدیل) کہا ہے، البتہ ابراہیم سے نقل کرنے والے راوی ”عمران بن سہل“ سے میں واقف نہیں ہوں، شاید کہ اس حدیث میں بلاء کا سبب عمران بن سہل ہو، واللہ اعلم۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسند مسند فردوس کا حکم

حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”موضوعات“ میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی سند میں بلاء کی نسبت سند میں موجود راوی عمران بن سہل کی طرف کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند درجہ اعتبار سے ساقط ہے، اور بہر صورت ضعف شدید سے خالی نہیں ہے، چنانچہ اس سند کے ساتھ روایت کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیر بحث روایت کا حکم

سابقہ تصریحات کے مطابق زیر بحث روایت تین (۳) مختلف سندوں

سے مروی ہے:

① سند ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ

② سند دیلمی رحمۃ اللہ علیہ

③ سند میزان الاعتدال

ائمہ حدیث کی سابقہ نصوص کے مطابق ان تینوں سندوں کے ساتھ یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ ہر سند کی تفصیل اور اس کا مستقل حکم آپ کے سامنے آچکا ہے۔

۲- روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ اصبہان“^۱ میں مذکورہ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”يعرب بن خيران بن داهر أبو يشجب، حدثنا أبو الحسين محمد بن أحمد بن جعفر، ثنا يعرب بن خيران، ثنا محمد بن الفضل بن العباس البلخي بسمرقند، ثنا أبو محمد حمّد بن نوح، ثنا حفص بن عمر العدني، عن الحكم، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسني، ومن جالسني في الدنيا أجلس إليّ يوم القيامة“۔
ترجمہ گزر چکا ہے۔

مذکورہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے حافظ حمزہ بن یوسف جرجانی سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ جرجان“^۲ میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں ایک راوی ”حفص بن عمر العدنی“ پر جمع ہو جاتی ہیں۔
اہم نوٹ: نفس روایت پر ائمہ کا کلام آگے آرہا ہے۔

^۱ تاریخ اصبہان: ۵/ ۲۶۴، رقم: ۱۹۰۹، دار الكتاب الإسلامي - القاهرة .

^۲ تاریخ جرجان: ص: ۱۰۰، رقم: ۲۸۰، مجلس دائرة المعارف العثمانية - حيدر آباد دکن .

سند کے راویوں پر رجال حدیث کا کلام

مذکورہ سند میں ”حفص بن عمر“ کو اکثر محدثین نے مدارِ علت بنایا ہے، اس لئے ذیل میں صرف حفص بن عمر کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال لکھے جائیں گے۔

حفص بن عمر العدنی

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ طہرانی نے حفص بن عمر عدنی کو ”ثقة“ کہا ہے، موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حفص کو ”کین الحدیث“ ^۱ (جرح) کہا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ”لیس بثقة“ ^۲ (جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حفص بن عمر العدنی يعرف بفرخ، یروی عن مالک بن أنس وأهل المدينة، کان ممن یقلب الأسانید قلبا لا یجوز الاحتجاج به إذا انفرد“ ^۳۔

حفص بن عمر العدنی، فرخ سے مشہور ہے، اور وہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ کے دیگر محدثین سے احادیث نقل کرتا تھا، حفص ان لوگوں میں ہیں جو احادیث کی سندوں کو الٹتے ہیں، چنانچہ جب یہ نقل روایت میں تنہا ہو تو ان کی روایت سے استدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر، ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”... وقد روى هذا عن الحكم بن أبان،

^۱ الجرح والتعديل: ۷۸۴/۳، رقم: ۷۸۳، مجلس دائرة المعارف العثمانية - حیدر آباد دکن، ط: ۱۳۷۱ھ۔
^۲ الضعفاء والمتروکین، ص: ۸۲، رقم: ۱۳۵، ت: کمال یوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية - بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ المجروحین: ۲۵۷/۱، ت: محمود إبراهيم زاید، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

حفص بن عمر العدنی و خالد بن یزید العُمَری و هما ضعیفان و اہیان
اُیضا“^۱۔

”.... یہ حدیث (ایک دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہے) حکم بن ابان
سے (ابراہیم بن حکم کے علاوہ) حفص بن عمر عدنی اور خالد بن یزید عُمَری نے بھی
نقل کی ہے، اور یہ دونوں بھی وہی ضعیف ہیں۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”التاریخ الکبیر“^۲ میں ان کا نام ذکر کیا ہے،
لیکن عبارت میں سقط ہے، اس لئے حکم واضح نہیں ہو سکا۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء الکبیر“^۳ میں فرماتے ہیں: ”حفص بن
عمر العدنی يعرف بالفرخ لا یقیم الحدیث“۔ (جرح)

اہم تنبیہ

یہ متقدمین حضرات کے اقوال تھے، اب یہاں آکر حفص بن عمر العدنی
کے بارے میں ان کے بعد والے محدثین کی عبارات میں شدید اختلاف نظر آتا ہے۔
دراصل ایک دوسرا راوی ”حفص بن عمر بن میمون“ ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ
اور ان کے بعد اکثر محدثین نے یہی سمجھا ہے کہ ”حفص بن عمر العدنی“ اصل
میں ”حفص بن عمر بن میمون العدنی“ ہے، جیسا کہ ان کی عبارات سے معلوم
ہوتا ہے، حالانکہ متقدمین میں سے حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے
ان دونوں کے الگ الگ تراجم ذکر کیے ہیں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو
ایک ہی فرد قرار دیا ہے، پھر ان کی اتباع میں بعد والوں میں حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

^۱ المجروحین: ۱/ ۱۱۴، ت: محمود ابراہیم زاید، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ التاریخ الکبیر: ۲/ ۳۶۵، رقم: ۲۷۷۸، ت: محمد عبد المعید خان، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط:
۱۴۰۷ھ۔

^۳ الضعفاء الکبیر: ۱/ ۲۸۳، رقم: ۳۳۸، ت: عبد المعطی امین قلعجی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط:
۱۴۱۸ھ۔

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی، اور حفص بن عمر العدنی کے بارے میں جرح کے وہ اقوال ذکر کیے ہیں جو دراصل حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں تھے، اس لئے ذیل میں ”حفص بن عمر بن میمون“ کے بارے میں متقدمین و متاخرین محدثین کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”سألت أبي عنه فقال: كان شيخا كذابا“^۱۔ حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حفص کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ شیخ کذاب ہے۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وحفص بن عمر هذا يحدث عن شعبة، ومسعر، ومالك بن مغول، والأئمة بالبواطيل“^۲۔ یہ حفص بن عمر، شعبہ، مسعر، مالک بن مغول اور ائمہ کے انتساب سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”حفص بن عمر بن میمون العدنی الملقب فرخ یکنی أبا إسماعیل مولیٰ علی بن أبي طالب رضي الله عنه...“۔

ان کی بہت سی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وهذه الأحاديث عن الحكم بن أبان يرويه عن حفص بن عمر العدني، والحكم بن أبان وإن كان فيه لين فإن حفص هذا أليّن“

^۱ الجرح والتعديل ۳/ ۱۸۳، رقم: ۷۸۹، بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية - حيدر آباد دکن، ط: ۱۳۷۱ھ۔

^۲ الضعفاء الكبير: ۱/ ۲۷۵، رقم: ۳۳۹، ت: عبدالمعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

منہ بکثیر، والبلاء من حفص لا من الحكم“^۱۔
 ان روایات کو ”حکم بن ابان“ سے نقل کرنے والے ”حفص بن عمر العدنی“ ہیں، اور حکم بن ابان اگرچہ ان میں ”لین“ (ملکی جرح) ہے، لیکن حفص میں ان سے زیادہ ”لین“ ہے، اور بلاء، حفص کی وجہ سے ہے نہ کہ ”حکم“ کی وجہ سے۔
 حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے: ”الکاشف“^۲ میں لکھا ہے: ”ضعفوه، ق“ (جرح)۔

ان کے حالات ”تہذیب الکمال“ میں بہت تفصیل سے موجود ہیں^۳۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام

محدثین کی عبارتوں سے اس بات کی تعیین کرنا مشکل ہے کہ مذکورہ روایت میں ”حفص بن عمر العدنی“ سے کونسا حفص مراد ہے۔ ابن میمون یا کوئی اور؟ ابن میمون کے بارے میں جرح کے اقوال بہ نسبت العدنی کے شدید ہیں۔ اور العدنی کے بارے میں بھی جرح بہر حال موجود ہے، نیز محدثین کی ایک جماعت نے سند میں مذکور حفص کے بارے میں صریح لفظوں میں کہا ہے کہ یہ حفص کذاب ہے، اور اس روایت کو حفص کے کذاب ہونے کی تصریح کے ساتھ ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت بھی کہا ہے۔

ذیل میں چند ایسی کتابوں کے نام لکھے جائیں گے، جن میں یہ روایت حفص کی سند کے ساتھ منقول ہے، اور روایت کے حکم میں حفص کو کذاب کہا ہے۔
 ① ”فیہ حفص کذاب، کذا فی الذیل“^۴۔ (المصنوع، تالیف دلال علی قاری رحمہ اللہ)

۱۔ الکامل فی الضعفاء ۲/ ۳۸۵، رقم: ۱۳۹/ ۵۰۸، ت: یحییٰ مختار غزاوی، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

۲۔ الکاشف: ۱/ ۳۴۲، رقم: ۱۱۵۹، ت: محمد عوامہ، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، ط: ۱۴۱۳ھ۔

۳۔ تہذیب الکمال: ۷/ ۴۲، رقم: ۱۴۰۵، ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۰۰ھ۔

۴۔ المصنوع: ۱/ ۱۸۳، رقم: ۳۳۵، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام پر شیخ عبد الفتاح ابو غده رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

② ”فیہ حفص کذاب“^۱۔ (تذکرۃ الموضوعات، تالیف علامہ محمد بن طاہر عینی رحمۃ اللہ علیہ)

③ ”فی إسنادہ کذاب“^۲۔ (الفوائد المجموعہ، تالیف علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

④ ”(نع) من حدیث ابن عباس و فیہ حفص ابن کذا فی

الأصل [عمر العدنی“^۳۔ (تنزیہ الشریعہ، تالیف حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ)

⑤ ”قال فی الذیل: فی إسنادہ حفص کذاب“^۴۔

(کشف الخفاء، تالیف علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ ”قال فی الذیل: فی إسنادہ حفص کذاب“^۵۔

(الاسرار المرفوعہ، تالیف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

⑦ ”حفص کذبہ یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری، وقال البخاری:

منکر الحدیث“^۶۔ (ذیل اللآلی، تالیف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

اہم فائدہ:

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”معرفة أنواع علوم الحديث“^۷ میں یمن کی ”اوہی

^۱ تذکرۃ الموضوعات، ص: ۱۹، کتب خانہ مجیدیہ - ملتان۔

^۲ الفوائد المجموعہ: ۳۶۵/۲ رقم: ۸۹۰/۳۹، ت: رضوان جامع رضوان، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز - الرياض ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۳ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ: کتاب العلم، الفصل الثالث، ۱ / ۲۷۲، دارالکتب العلمیہ - بیروت، ط: الثانیۃ: ۱۴۰۱ھ۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، حفص بن عمر کے بارے میں مقدمہ میں لکھتے ہیں: ”حفص بن عمر العدنی عن أبي الزناد کذبہ یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری“ (۱ / ۵۴)۔

^۴ کشف الخفاء: ۱ / ۲۹۵ رقم: ۲۴۹۴، ت: یوسف بن محمود، مکتبۃ العلم الحدیث - جدۃ، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۵ الأسرار المرفوعہ: رقم: ۴۹۰، ص: ۳۳۱، ت: محمد بن لطیفی الصباغ، المکتبۃ الإسلامیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۶ ذیل اللآلی: ص: ۱۱۴، ت: زیاد النقشبندی الأثری، دار ابن حزم - بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۳۲ھ۔

^۷ معرفة علوم الحديث: ص: ۵۷، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الثانیۃ: ۱۳۹۷ھ۔

الاسانید“ (سب سے بڑھ کر وہی سند) حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”الموقظة“^۱ میں ”مطروح“ (یعنی شدید ضعیف روایت) کی مثالوں میں حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا حکم

سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب مذکورہ روایت کو شدید ضعیف و موضوع قرار دیا ہے، چنانچہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) روایت حضرت معاویہ بن حنیہ شیری رضی اللہ عنہ (جد بہز بن حکیم) روایت کا مصدر اصلی

امام عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوينی رحمۃ اللہ علیہ ”التدوین فی تاریخ قزوین“^۲ میں لکھتے ہیں:

”العراقي بن طاهر الملاحی، سمع أبا منصور محمد بن الحسين المَقَوِّمِي وفي مسموعه منه، ثنا أبو الفتح الراشدي، ثنا عبد الرحمن بن محمد الإدريسي بسمرقند، حدثني القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي، ثنا حمدان بن أحمد الشَاوَعَرِي، ثنا الفضل بن العباس المَرْوَزِي، ثنا مكِّي بن إبراهيم، عن بهز بن حكيم، عن أبيه، عن جده

^۱ الموقظة: ص: ۳۴، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - بيروت، الطبعة الثامنة:

۱۴۲۵ھ

^۲ التدوین فی أخبار قزوین: ۳/۳۰۷، ت: عزیز اللہ العطاری ط: دار الکتب العلمیہ - بیروت، ۱۴۰۸ھ.

رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من استقبل العلماء فقد استقبلني، ومن زار العلماء فقد زارني، ومن جالس العلماء فقد جالسني، ومن جالسني فكأنما جالس ربي .

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علماء کا استقبال کیا اس نے میرا استقبال کیا، جس نے علماء کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے میری ہم نشینی اختیار کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اختیار کی۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱) العراقی بن طاہر الملاحی

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے ”التدوین فی تاریخ قزوین“^۱ میں ان کے بارے میں سکوت کیا ہے، نہ جرح ذکر کی ہے نہ تعدیل، ان کے ترجمے کے تحت صرف یہی روایت ذکر کی ہے۔

(۲) أبو منصور محمد بن الحسین المَقَوِّمِی (المتوفی بعد ۴۸۴ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”سیر أعلام النبلاء“^۲ میں فرماتے ہیں: ”الشیخ صدوق“۔ (تعدیل)

(۳) المحسن بن الحسن بن عبد اللہ أبو الفتح الراشدی القزَوِینی

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے ”التدوین فی تاریخ قزوین“^۳

^۱ التدوین فی أخبار قزوین: ۳/۳۰۷، ت: عزیز اللہ العطاری، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

^۲ سیر أعلام النبلاء: ۱۸/۵۳۰، رقم: ۲۷۱، ت: شعیب الأرناؤوط، محمد نعیم العرقسوسی، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ التدوین فی أخبار قزوین: ۴/۶۴، ت: عزیز اللہ العطاری، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے: ”من الشيوخ المكثرين جمعا وكتبة وسماعا وسفرا...“۔ یہ ان شیوخ میں سے ہے جن کا شمار کثرت سے روایات کے جمع، کتابت، سماعت کرنے والوں میں، نیز ان روایات کے لئے سفر کرنے والوں میں ہوتا ہے....“۔ اس کے بعد موصوف کی روایات ذکر کیں، کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی ہے۔

(۴) عبد الرحمن بن محمد الإدريسي (المتوفى ۴۰۵ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تذکرۃ الحفاظ“^۱ میں فرماتے ہیں: ”الحافظ، الإمام، المصنف، أبو سعد محدث سمرقند، ألف تاريخها و تاريخ إستراباذ وغير ذلك.“ (تعدیل)

(۵) القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۶) حمدان بن أحمد الشاؤغري

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۷) الفضل بن العباس المروزي

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکی بن ابراہیم بلخی، بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ، اور حکیم بن معاویہ بن حیدہ کے بارے میں ائمہ رجال نے تعدیلی کلمات ذکر کیے ہیں۔

روایت حضرت معاویہ بن حنیدہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ سند میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک کل دس (۱۰) راوی ہیں، جس میں ہماری جستجو کے مطابق تین راویوں، یعنی شاشی، شاؤغری اور مروزی کے حالات کتب تاریخ و رجال میں

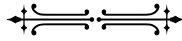
نہیں ملتے، اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دور اوپوں عراقی الملاحی اور ابو الفتح راشدی کا ترجمہ اپنی کتاب ”التدوین فی تاریخ قزوین“ میں قائم کیا ہے، لیکن خود عراقی و راشدی کے بارے میں سکوت کیا ہے، یعنی جرح یا تعدیل نہیں کی۔

سند کا حال جان لینے کے بعد ہم یہ بات دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیر بحث روایت کو محدثین کرام کی ایک جماعت یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں شدید ضعیف، من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس خاص تناظر میں کہ حدیث کے متن کو جزماً شدید ضعیف، من گھڑت کہا گیا ہے، حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ سند اس متن کو ضعف شدید سے نکالنے میں قاصر ہے، کیونکہ اصول حدیث کی رو سے سند میں تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی کی موجودگی اگرچہ روایت کو شدید ضعیف نہیں بناتی، بلکہ روایت عام طور پر ”محض ضعیف“ ہوتی ہے، لیکن جب یہ متن حدیث محدثین کی وسیع نظر کے باوجود ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی سندوں کے ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت کہلایا جا چکا ہے تو ایسے متن کو کسی ایسی سند سے ثابت نہیں کہا جاسکتا جو تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی پر مشتمل ہو، چنانچہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول مذکورہ متن کا حکم وہی برقرار رہے گا جس کی صراحت محدثین کر چکے ہیں، حاصل یہ رہا کہ زیر بحث روایت بسند معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

تحقیق کا خلاصہ

ما قبل میں آپ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کی تینوں

سندیں فن اصول حدیث اور ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ہیں، اور محدثین کرام (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) صراحت کے ساتھ متن حدیث پر ضعف شدید اور وضع کا حکم لگاتے رہے ہیں، اور ان تین سندوں میں ایک بھی ایسی نہیں جس سے متن حدیث ثابت کہلایا جاسکے، چنانچہ روایت کے ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ثابت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: ⑨

روایت: ”عن عائشة قالت: بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجرى ليلة ضاحية إذ قلت: يا رسول الله! هل يكون لأحد من الحسنات عددٌ نجوم السماء؟ قال: ”نعم عمر“. قلت: فأين حسنات أبي بكر؟ قال: ”إنما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات أبي بكر“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں عمر کی“۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گنیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے۔“

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔

یہ روایت استقراء چار (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

② حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

③ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ

④ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

روایت کا مصدرِ اصلی

ما قبل متن روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اس متن کو علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ”مشکاة المصابیح“^۱ میں بحوالہ رزین نقل کیا ہے، ”مشکاة المصابیح“ میں لفظ رزین سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت حافظ رزین رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب التجرید“ میں موجود ہے، واضح رہے کہ یہ کتاب تاحال دستیاب نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع الأصول“^۲ میں یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے، نقل روایت کے بعد تخریج میں بیاض (خالی جگہ) ہے، اس لئے اس کی سند پر بھی اطلاع نہیں ہو سکی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسنداً ذکر کی ہے، واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت جسے خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے مذکورہ بالا متن سے الفاظ میں کچھ مختلف ہے، البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

روایتِ تاریخ بغداد

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”بریۃ بن محمد بن بریۃ“^۳ کے ترجمے میں اس روایت کو ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

”أخبرنا أخو الخلال [يعني الحسن بن محمد] من أصل كتابه،

^۱ مشکاة المصابیح: باب مناقب أبي بكر وعمر رضی اللہ عنہما ص: ۱۷۱، رقم: ۶۰۵۹، ت: ناصر الدین الألبانی، المكتب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۳۹۹ھ۔

^۲ جامع الأصول: ۶۳۲/۸، رقم: ۶۶، ت: عبد القادر الأرئوط، مكتبة دار البيان - بیروت، ط: ۱۳۹۲ھ۔

^۳ تاریخ بغداد: ذکر مفارید الأسماء فی هذا الباب، ۶۴۳/۷، رقم: ۳۵۳۱، ت: بشار عواد دار الغرب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

قال: حدثني أبو القاسم بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه البغدادي البيّع بجرجان، قال: حدثنا إسماعيل بن محمد الصَّقَّار، قال: أخبرنا أحمد بن منصور الرَّمَّادي، قال: أخبرنا عبد الرزاق بن همام، قال: أخبرنا معمر بن راشد، عن الزهري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: كانت ليلتي من رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما ضمّني وإياه الفراش نظرت إلى السماء، فرأيت النجوم مشتبكة، فقلت: يا رسول الله! في هذه الدنيا رجل له حسنات بعدد نجوم السماء؟ فقال: ”نعم“، قلت: من؟ قال: ”عمر وإنه لحسنة من حسنات أبيك“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات جب میری باری تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم بستر پر لیٹ گئے، میں نے آسمان میں ستاروں کو دیکھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی شخص دنیا میں ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں“، میں نے کہا کون؟ فرمایا: ”عمر، اور وہ تمہارے والد کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔“

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”تاریخ دمشق“^۱ میں مذکورہ روایت

کو اپنی سند سے تخریج کیا ہے۔

روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ائمہ فن حدیث کا کلام

(۱) حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت سے پہلے لکھتے ہیں:

”بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه أبو القاسم البيّع سكن جرجان وحدث بها عن إسماعيل بن محمد الصَّقَّار أحاديث باطلة موضوعة“.

۱۔ تاریخ دمشق: عبد اللہ یقال عتیق بن عثمان، ۱۲۲/۳۰، ت: عمر بن غرامہ العمری، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

بُرَیہ بن محمد بن بُرَیہ ابو قاسم نج جرجان میں سکونت پذیر ہوا، اور جرجان میں بُرَیہ، اسماعیل بن محمد صفار سے باطل، من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد مذکورہ زیر بحث روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ”وفي كتابه بهذا الإسناد أحاديث منكورة المتون جدا“. بُرَیہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ماقبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۱ میں روایت بسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔ اسی طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللاکلی المصنوعة“^۲ میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۳ میں مذکورہ روایت بسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”العلل المتناہیة“^۴ میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هذا حديث لا يصح، وكل رواة ثقات ما خلا بُرَیہ“. یہ حدیث ”لا یصح“ ہے، بُرَیہ کے علاوہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آگے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

^۱ تاریخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۱۲۲/۳۰، ت: عمر بن غرامه العمري، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ اللاکلی المصنوعة: ص: ۲۷۹، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ تنزیہ الشریعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ۱/۳۴۶، رقم: ۱۴، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۴ العلل المتناہیة: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱/۱۹۴، رقم: ۳۰۲، ت: خليل الميس، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۳ھ۔

(۳) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں بُرَیہ کو ”کذاب مدبر“ کہنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی نے یہ روایت (یعنی زیر بحث روایت) گھڑی ہے، اور آگے ”بُرَیہ بن محمد“ کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۲ میں ”بُرَیہ بن محمد“ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاء علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ) نے نقل روایت کے بعد ”بُرَیہ بن محمد“ کو کذاب، روایت گھڑنے والا قرار دیا ہے، جس کا بے غبار نتیجہ یہی ہے کہ یہ محدثین کرام ”بُرَیہ بن محمد“ کی سند سے اس روایت کو من گھڑت فرما رہے ہیں۔

روایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

مصدرِ اصلی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ”فضائل الصحابة“^۳ میں لکھتے ہیں:

”حدثنا محمد، قثنا [كذا في الأصل]: الحسن بن عرفة، قثنا: الوليد بن الفضل، قثنا: إسماعيل بن عبيد العجلبي، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم النخعي، عن علقمة بن قيس، عن عمار بن ياسر
^۱ ميزان الاعتدال: حرف الباء، ۳۰۶/۱، رقم: ۱۵۸، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ لسان الميزان: حرف الباء، ۲۷۴/۲، رقم: ۱۴۲۶، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۳ فضائل الصحابة: فضائل عمر بن الخطاب، ۴۲۹/۱، رقم: ۶۷۸، ت: وصي الله محمد عباس، دار العلم - جدة، ط: ۱۴۰۳ھ۔

رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
یا عمار! أتاني جبریل علیہ الصلاة والسلام، فقلت: یا
جبریل! حَدَّثَنِي بِفَضَائِلِ عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ فِي السَّمَاءِ، فَقَالَ: یا مُحَمَّد!
لو حَدَّثْتُكَ بِفَضَائِلِ عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ فِي السَّمَاءِ مِثْلَ لَبْثِ نُوحٍ فِي
قَوْمِهِ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا، مَا نَفِدْتُ فَضَائِلَ عَمْرِ، وَإِنْ عَمَرَ
لَحَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ“.

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، میں نے ان سے کہا: اے جبریل! مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل بیان کرو، جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اگر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل آپ سے بیان کروں، تو ساڑھے نو سو سال (۹۵۰) جیسی مدت جس میں نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے، گزر جائیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہ ہوں، اور بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔“

دیگر مصادر

اسی طرح اس روایت کو حافظ ابو یعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مسند“^۱ میں، حافظ محمد بن ہارون الرویانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مسند“^۲ میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم الأوسط“^۳ میں، حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللطیف لشرح

^۱ مسند أبي يعلى: مسند عمار بن ياسر، ۱۷۹/۳، رقم: ۱۶۰۳، ت: حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث - دمشق، ط: ۱۴۰۴ھ۔

^۲ مسند الروياني: مسند عمار بن ياسر، ۳۶۷/۲، رقم: ۱۳۴۲۰، أيمن علي أبو يمان، مؤسسة قرطبة - القاهرة، ط: ۱۴۱۶ھ۔

^۳ المعجم الأوسط: ۱۵۸/۲، رقم: ۱۵۷۰، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين - القاهرة، ط: ۱۴۱۵ھ۔

مذہب اہل السنۃ^۱ میں، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل الخلفاء الراشدين“^۲ میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۳ میں، حافظ شیرویہ بن شہر داد رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفردوس بمأثور الخطاب“^۴ میں، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”العلل المتناہیۃ“^۵ میں، اور حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل تاریخ بغداد“^۶ میں اپنی اپنی سندوں سے تخریج کیا ہے، البتہ تمام سندیں ”ولید بن فضل“ پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المنتخب من العِلَل للخلال“^۷ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

”لا أعرف إسماعیل بن نافع، هذا حديث موضوع“۔^۸ میں (سند

^۱ اللطیف لشرح مذاہب: ص: ۱۸۲، رقم: ۱۳۰، ت: عبد اللہ بن محمد البصیری، مكتبة الغرباء الأثرية- المدينة المنورة، ط: ۱۴۱۶ھ۔

^۲ فضائل الخلفاء الأربعة وغيرهم: ص: ۷۹، رقم: ۷۰، ت: صالح بن محمد القعيل، دارالبخاري- المدينة المنورة، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ تاریخ دمشق: عبد اللہ یقال عتیق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، رقم: ۶۱۴۰، ت: عمر بن غرامہ العمري، دارالفکر- بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۴ لفردوس بمأثور الخطاب: فصل، ۵/ ۳۸۳، رقم: ۸۴۹۹، ت: السعيد بن بسبوني زغلول، دار الكتب العلمية- بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ العلل المتناہیۃ: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱/ ۱۹۵، رقم: ۳۰۳، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية- بیروت، ط: ۱۴۰۳ھ۔

^۶ ذیل تاریخ بغداد: حرف العين، ۲/ ۵۰، رقم: ۳۰۵، ت: قيصرفرح، دار الكتاب العربي- بیروت، ط: ۱۳۹۱ھ۔

^۷ المنتخب من العلل: فضائل أصحاب، ص: ۱۹۶، رقم: ۱۰۸، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرؤية- الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ۔

میں موجود) اسماعیل بن نافع (یعنی اسماعیل بن عبید بن نافع) کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

۲- حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب العلل“^۱ میں اپنے والد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: ”هذا حديث باطل موضوع، اضرب عليه“. یہ روایت باطل، من گھڑت ہے، اسے اسی پردے مارو۔

(۳) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”العلل المتناہیہ“^۲ میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

”كان يروي المناكير التي لا يشك أنها موضوعة“ یہ ولید (سند میں موجود راوی) مناکیر روایت کرتا تھا، بلاشبہ یہ تمام روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”العلل المتناہیہ“ میں نقل روایت کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور ”الموضوعات“^۳ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآلآ لی المصنوعة“^۴ میں روایت ہذا بسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ علل الحديث لابن أبي حاتم: ۶/ ۵۸، رقم: ۲۶۶۵، ت: خالد بن عبد الرحمن، مكتبة الملك الفهد - الرياض، ط: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ العلل المتناہیہ: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱/ ۱۹۴، رقم: ۳۰۳، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۳ھ۔

^۳ کتاب الموضوعات: باب في فضل عمر بن الخطاب، ۱/ ۳۲۱، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، ط: ۱۳۸۶ھ۔

^۴ الآلآ لی المصنوعة: فضائل عمر بن الخطاب، ص: ۲۷۷، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

۴۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”لم یرو هذا الحديث عن حماد إلا إسماعيل تفرد به الوليد“^۱۔
اس روایت کو حماد سے صرف اسماعیل نے نقل کیا ہے، اور اسماعیل سے نقل کرنے میں ولید متفرد ہے۔

۵۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۲ میں پہلے ”ولید بن فضل“ کے ترجمہ میں سابقہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

”هو الذي حديثه في جزء ابن عرفة عن إسماعيل بن عبيد: أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر. وإسماعيل هالك، والخبر باطل“۔

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث ”جزء ابن عرفة“ میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: ”بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے“، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ”تلخیص الموضوعات“^۳ میں بھی مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

۶۔ حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجمع الزوائد“^۴ میں روایت ذکر کرنے

^۱ المعجم الأوسط: ۱۵۸/۲، رقم: ۱۵۷۰، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين - القاهرة، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ ميزان الاعتدال: حرف الواو، ۱/ ۲۳۸، رقم: ۹۱۳، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ تلخیص الموضوعات: ص: ۴۷، رقم: ۲۲۳، ت: یاسر بن إبراهیم، دار الرشد - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

^۴ مجمع الزوائد: کتاب المناقب، ۶۷/۹، رقم: ۱۴۴۳۲، ت: عبد الله محمد الدرويش، دار الفكر - =

کے بعد لکھتے ہیں:

”رواہ أبو یعلیٰ والطبرانی فی الکبیر والأوسط، وفیہ الولید بن الفضل العنزی، وهو ضعیف جدا“۔ اس روایت کو ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم کبیر“، ”اوسط“ میں نقل کیا ہے اور اس میں ولید بن فضل عنزی ہے جو شدید ضعیف ہے۔

۷- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”من حدیث عمار بن یاسر، وفیہ إسماعیل بن عبید بن نافع البصری“^۱۔ یہ روایت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے، اس (کی سند میں) میں اسماعیل بن عبید بن نافع بصری ہے۔

واضح رہے کہ صفا ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۲ کے مقدمہ میں اسماعیل کو وضاعین، کذابین، متہم بالکذب جیسے راویوں میں شمار کیا ہے۔

۸- حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے ”أسنی المطالب“^۳ میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) لکھا ہے:

”قال ابن الجوزي: کل حدیث فیہ أن عمر حسنة من حسنات أبي بکر فهو موضوع“۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: ”بے شک عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے“۔ وہ موضوع ہے۔

= بیروت، ط: ۱۴۰۴ھ۔

^۱ تنزیہ الشریعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ۱۰/۳۴۶، رقم: ۱۴، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة-بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة: حرف الالف، ۱/۳۹، رقم: ۲۹۵، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة-بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ أسنی المطالب: ص: ۳۴۴، دار الکتب العلمیة-بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

واضح رہے کہ یہی بات حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے، اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی ”ولید بن فضل“ اور ”اسماعیل بن عبید“ کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں، تاکہ روایت کا فنی حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو محمد ولید بن فضل عَزَزِی بغدادی پر ائمہ رجال کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ”الجرح والتعديل“^۱ میں فرماتے ہیں: ”سمعت أبي يقول: هو مجهول“۔ میں نے اپنے والد سے سنا کہ یہ ولید مجہول ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ”المجروحین“^۲ میں فرماتے ہیں: ”شیخ“ یروی عن عبد الله بن إدريس وأهل العراق المناكير التي لا يشك من تبخر في هذه الصناعة أنها موضوعة، لا يجوز الاحتجاج به بحال إذا انفرد“۔

”شیخ“ ہے، عبد اللہ بن ادریس اور اہل عراق سے مناکیر روایت کرتا تھا، صنعت حدیث میں مہارت رکھنے والے کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ تمام مناکیر من گھڑت ہیں، جب یہ کسی روایت میں متفرد ہو تو اس کی روایت سے احتجاج کسی حال میں جائز نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ سند میں ولید متفرد ہے، جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

^۱ الجرح والتعديل: ۱۳/۹، رقم: ۵۷، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ھ۔

^۲ المجروحین: باب الواو، ۸۲/۳، ت: محمود إبراهیم زاید، دار المعرفة - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ”معرفة التذكرة“^۱ میں ایک دوسری روایت: ”إن أبا بكر وعمر من الإسلام بمنزلة السمع والبصر“ کے تحت لکھتے ہیں: ”فيه الوليد بن الفضل، كان يضع الحديث“. اس میں ولید بن فضل ہے جو روایت گھڑتا تھا۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”كتاب الضعفاء“^۲ میں فرماتے ہیں: ”الوليد بن الفضل العنزي عن الكوفيين الموضوعات“. ولید بن فضل عنزی کوفیین سے موضوعات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء والمتروكين“^۳ میں حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“^۴ میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”قلت: هو الذي حديثه في جزء ابن عرفة عن إسماعيل بن عبيد: أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر. وإسماعيل هالك، والخبر باطل“.

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث ”جزء ابن عرفة“ میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: ”بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے“، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

^۱ معرفة التذكرة: حرف الف، ص: ۱۱۹، رقم: ۲۴۹، میر محمد کتب خانہ - کراچی.

^۲ كتاب الضعفاء: باب الواو، ص: ۱۵۷، رقم: ۲۶۳، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة - قاهره، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ.

^۳ الضعفاء والمتروكين: ۳/۱۸۶، رقم: ۳۶۶۳، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ.

^۴ ميزان الاعتدال: حرف الواو، ۴/۳۴۳، رقم: ۹۳۹۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۱ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد سابقہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۲ کے مقدمہ میں ولید کو وضاعین میں شمار کرتے ہیں۔

اسماعیل بن عبید بن نافع عجمی بصری

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا أعرف إسماعیل بن نافع، هذا حدیث موضوع“^۳ میں (سند میں موجود) اسماعیل بن نافع کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

ابو الفتح ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو ضعيف“^۴۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء والمتروكين“^۵ میں اسماعیل کے بارے میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المغني في الضعفاء“^۶ میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے

^۱ لسان الميزان: من اسمه وليد، ۶/ ۲۲۵، رقم: ۷۹۷، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة: حرف الواو، رقم: ۸، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ المستخب من العلل: فضائل أصحاب، ص: ۱۹۶، رقم: ۱۰۸، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرؤية - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروكين: ۱/ ۱۱۷، رقم: ۳۹۸، ت: عبد الله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ الضعفاء والمتروكين: ۱/ ۱۱۷، رقم: ۳۹۸، ت: عبد الله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۶ المغني في الضعفاء: حرف الواو، ۲/ ۳۸۷، رقم: ۶۸۷۹، ت: نور الدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م۔

قول پر اکتفاء کیا ہے، اور ”المغنی“ ہی میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”... وإسماعیل هالك“۔ ... اور اسماعیل ”ہالک“ ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“^۱ میں مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں:

”وقد فرق الأزدي بين إسماعيل بن عبيد البصري، فقال: يروي عن القاسم بن غصن وبين إسماعيل بن عبيد العجلبي، فذكر له حديث عمر المذكور، وقال: لا أعرفه، والظاهر أنهما واحد“۔

ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عبید بصری اور اسماعیل بن عبید عجلبی کے درمیان فرق کیا ہے، اسماعیل بصری کے بارے میں کہا ہے یہ قاسم بن غصن سے روایت نقل کرتا ہے اور اسماعیل عجلبی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ذکر کی اور کہا ہے: میں اسے (اسماعیل عجلبی کو) نہیں پہچانتا۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بظاہر یہ دونوں ایک ہیں۔

روایت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سند سے منقول اس روایت کو صاف لفظوں میں من گھڑت اور باطل کہا ہے۔ نیز حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کی جانب وضع حدیث کی نسبت (اس حدیث کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر) کی ہے، الغرض اس سند سے بھی یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

^۱ لسان المیزان: من اسمہ اسماعیل، ۱۴۷/۲، رقم: ۱۲۰۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدرِ اصلی

روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حافظ ابو الحسن محمد بن احمد بغدادی المعروف بابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۸۷ھ) نے تخریج کی ہے، جیسا کہ ”امالی ابن سمعون“^۱ میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

”حدثنا أبو بكر محمد بن يونس المقرئ، حدثنا محمد بن هشام، حدثنا داود بن سليمان، حدثنا خازم بن جبلة، عن أبيه، عن جده، عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل عليه السلام:

أيها الروح الأمين! حدثني بفضائل عمر - رضي الله عنه - عندكم في السماء؟ قال: يا محمد! لو مكثت معك ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، ما حدثتك بفضيلة واحدة من فضائل عمر، وإن عمر لحسنة من حسنات أبي بكر - رضي الله عنهما -“.

ترجمہ گزر چکا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۲ میں اسی روایت کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔

^۱امالی ابن سمعون: ص: ۲۷۳، رقم: ۳۰۰، ت: عامر حسن صبری، دار البشائر الإسلامية - بیروت، ط: ۱۴۲۳ھ۔

^۲تاریخ دمشق: عمر بن الخطاب، ۱۳۸/۴۴، رقم: ۹۶۱۱، ت: عمر بن غرامہ العمری، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام ۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”اللاکلی المصنوعة“^۱ میں روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وبالجملة أصحها إسنادا حديث عمار، ومع ذلك قال الذهبي في الميزان: إنه خبر باطل“.

[یہ روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے تھی] اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کی ”اصح سند“ حدیث عمار رضی اللہ عنہ ہے [اس کی تفصیل گزری چکی ہے] اُسے [یعنی روایت مذکورہ کی سب سے بہتر سند عمار رضی اللہ عنہ کو] بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان“ میں باطل روایت کہا ہے [چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بطریق اولی باطل ہے]۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۲ میں اس روایت کی سندوں کو بیان کرتے ہوئے، روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”والثاني من طريق داود بن سليمان، قال الأزدي: خراساني ضعيف جدا، وفيه غيره ممن ينظر في حاله“ اور دوسری سند داؤد بن سلیمان [خراسانی] کے طریق سے ہے، ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی ”ضعیف جدا“ (شدید جرح) ہے، اور اس سند میں جو دوسرے راوی ہیں ان کے حال کو بھی دیکھ لیا جائے۔

روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود داؤد بن سلیمان کے بارے

میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو:

^۱ لا لاکلی المصنوعة: ص: ۲۷۹، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ۱/ ۳۴۶، رقم: ۱۴، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

داؤد بن سلیمان الخراسانی الخواص کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“^۱ اور ”المغنی“^۲ میں فرماتے ہیں:
”قال الأزدي: ضعيف جدا، خراساني“. ازدي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی
”ضعيف جدا“ (شدید جرح) ہے۔
حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروكين“^۳ میں فرماتے ہیں:
”قال الأزدي: ضعيف جدا“. ازدي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی ”ضعيف جدا“
(شدید جرح) ہے۔

”تاریخ بغداد“ میں حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری روایت بطریق امام
طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کر کے داؤد بن سلیمان کے بارے میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول
نقل فرماتے ہیں: ”تفرد به داود بن سليمان، وهو شيخ لا بأس به“^۴۔
اس روایت میں داؤد بن سلیمان متفرد ہے، اور وہ ”شیخ لا بأس به“ ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“^۵ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے
ذکر کردہ حافظ ازدي رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود ایک دوسرے راوی خازم
بن جبہ کے بارے میں اقول ملاحظہ ہوں:

^۱ ميزان الاعتدال: حرف الدال، ۸/۲، رقم: ۲۶۰۹، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ المغني في الضعفاء: ۱/۳۱۷، رقم: ۱۹۹۳، ت: نور الدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م۔

^۳ الضعفاء والمتروكين: ۱/۲۶۳، رقم: ۱۱۴۸، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ۔

^۴ تاريخ بغداد: ۱۳/۵۲۹، رقم: ۶۴۰۶، علي بن محمد بن علي الثقفي، ت: دكتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۵ لسان الميزان: من اسمه داود، ۳/۳۹۸، رقم: ۳۰۲۶، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

خازم بن جبلة بن ابو نصرہ عبیدی کے بارے میں کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“^۱ میں لکھتے ہیں: ”قال محمد بن مَخْلَد الدُّوْرِي: لا يكتب حديثه“. محمد بن مَخْلَد دُوْرِي رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ان کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔

روایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مذکورہ سند سے نقل کر کے سند پر عدم اعتماد کا ذکر کیا ہے (تفصیل گزر چکی ہے) اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ دمشق“^۲ میں لکھتے ہیں:

”أخبرنا أبو غالب بن البنا، أنا أبو محمد الجوهري، أنا أبو الحسن الدارقطني، أنا أبو عبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي، أنا أحمد بن داود بن يزيد بن مَاهَان أبو يزيد السَّخْتِيَانِي، نا يحيى بن أحمد الكوفي لقيته ببَلْخَ، أنا شريك، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عثمان قال: هبط جبريل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا جبريل! أخبرني بفضائل عمر في السماء قال:

لو مكثت ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما،

^۱ لسان الميزان: حرف الخاء ۳/ ۳۱۲، رقم: ۲۸۴۹، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ تاریخ دمشق: عبد اللہ یقال عتیق بن عثمان، ۳/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامہ العمری، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

ما استطعت أن أصف فضائل عمر في السماء، وأن عمر حسنة من حسنات أبي بكر“.

ترجمہ گزرا چکا ہے۔

اہم فائدہ:

نقل روایت کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ روایت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد، روایت عمار بن یاسر (گزر چکی)، اور روایت عائشہ رضی اللہ عنہا (گزر چکی ہے) لے کر آئے ہیں، بالکل آخر میں (سند عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کرنے کے بعد) لکھتے ہیں:

”قال الخطيب: وفي كتابه - يعني بُريّه بن محمد - بهذا الإسناد أحاديث منكرة المتون جدا“.

بُریہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ماقبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱) أبو غالب بن البّناء أحمد بن الحسن بن أحمد (المتوفى ۵۲۷ھ)

موصوف کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقة“ کہا ہے۔^۱

(۲) أبو محمد الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي (المتوفى

۴۵۴ھ)

موصوف کو حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقة“ کہا ہے۔^۲

^۱ سیر أعلام النبلاء: ۱۹/۶۰۳، رقم: ۳۵۲، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۰۲ھ۔

^۲ سیر أعلام النبلاء: ۱۸/۶۸، رقم: ۳۰، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۰۲ھ۔

(۳) أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني (المتوفى ۳۸۵ھ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”تاریخ الإسلام“^۱ میں فرماتے ہیں: ”الحافظ المشهور صاحب المصنفات“.

(۴) أبو عبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي (المتوفى ۳۲۳ھ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”تاریخ الإسلام“^۲ میں فرماتے ہیں: ”كان ثقة“.

(۵) أبو يزيد أحمد بن داؤد بن يزيد بن ماهان السخيتاني

ان کے بارے میں حافظ عسقی، حافظ دارقطنی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: ”ليس بقوي يعتبر به“ (جرح). نیز انہی کے بارے میں امام حاکم ابو عبد اللہ رحمہ اللہ، دارقطنی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: ”لا بأس به“^۳. حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”كان ثقة“ (تعديل)^۴.

(۶) يحيى بن أحمد الكوفي

ان کے بارے میں تلاش کے باوجود کلام نہیں مل سکا۔
یحییٰ بن احمد کوفی کے بعد سند میں موجود راوی شریک، منصور، ابراہیم اور علقمہ کا ثقہ ہونا مشہور ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ یحییٰ بن احمد کوفی کے علاوہ سند کے تمام راویوں کے بارے میں تعديل و توثيق موجود ہے، یحییٰ بن احمد کوفی کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا،

^۱ تاریخ الإسلام: ۲۷/۱۰۱، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۱۴ھ.

^۲ تاریخ الإسلام: حرف القاف، ۲۴/۱۳۵، رقم: ۱۴۱، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۱۴ھ.

^۳ لسان الميزان: حرف الالف، ۱/۴۵۷، رقم: ۵۰۳، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ.

^۴ لسان الميزان: حرف الالف، ۱/۴۵۷، رقم: ۵۰۳، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ.

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں ائمہ محدثین کے اقوال نہیں مل سکے، مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں ”آن عمر حسنة من حسنات أبي بكر“ (عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہے) موجود ہے، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ پر مشتمل روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کو جزماً ”موضوع“ کہا ہے، چنانچہ مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان بھی ان حضرات محدثین کے نزدیک من گھڑت ہے، ذیل میں اسے تفصیل سے لکھا جائے گا۔

”آن عمر حسنة من حسنات أبي بكر“ ان الفاظ پر مشتمل روایت کا عند المحدثین من گھڑت ہونا

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ”المنار المنيف في الصحيح والضعيف“^۱ میں ایک فصل: ”مما وضعه جهلة المنتسبين إلى السنة في فضائل الصديق رضي الله عنه“ (وہ روایات جسے جاہل سنیوں نے فضائل صدیق رضی اللہ عنہ میں گھڑ رکھا ہے) قائم کی، اس کے تحت مذکورہ روایت کو (بغیر کسی سند) کے موضوع روایت میں شمار کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الأسرار المرفوعة“^۲ میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، یعنی کوئی تعاقب نہیں کیا۔

علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم مشیشی رحمۃ اللہ علیہ ”اللؤلؤ المرصوع“^۳

^۱ المنار المنيف: فصل، ص: ۱۱۵، رقم: ۲۴۵، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۰۳ھ۔

^۲ الأسرار المرفوعة: فصل، ص: ۴۷۶، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۳۹۱ھ۔

^۳ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۱۵۰، رقم: ۴۴۴، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

میں مذکورہ روایت کے بارے (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں فرماتے ہیں: ”موضوع“۔

حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ ”أسنى المطالب“^۱ میں فرماتے ہیں:

”قال ابن الجوزي: كل حديث فيه أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر فهو موضوع“. ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: ”أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر“ وہ موضوع ہے۔

روایت عثمان بن عفان کا حکم

زیر تحقیق روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ بھی مندرجہ بالا ائمہ کی تصریح کے مطابق (قطع نظر کسی خاص سند کے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

آپ حضرات تحقیق میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اكتفاء على قول الذہبی)، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے خاص سندوں سے، نیز حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (اكتفاء على قول ابن القيم رحمۃ اللہ علیہ)، علامہ محمد بن خلیل مشیشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً متن روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ ان تمام ائمہ کی ان تصریحات کی روشنی میں مذکورہ روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: ⑩

روایت: ”من امتشط قائما ركبہ الدین“.

تَبَّحَّجْہُمْ؛ کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔

روایت کے طرق

یہ تین طرق سے مروی ہے:

① ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جو بیاری

② عمران بن سوار

③ موسیٰ بن سندی

پہلا طریق

ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جو بیاری کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکامل“^۱ میں، ابو عبد اللہ احمد

بن عبد اللہ جو بیاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قال السعدي - واسمه إبراهيم بن عبد الله بن يعقوب - الجوزجاني

أبو إسحاق يسكن دمشق، يحدث على المنبر: حدثنا أحمد بن حفص،

حدثنا أحمد بن بھرام، حدثنا أحمد بن عبد الله الهَرَوِي، عن أبي البَخْتَرِي، عن

^۱ الکامل فی ضعفاء الرجال: ۱/ ۲۹۱، رقم: ۱۷، ت: عادل أحمد عبد الموجود، وعلي محمد معوض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲ھ۔

ہشام بن عروہ، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من امتشط قائما ركبته الدين".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے۔"

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

اس روایت پر حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"وهذا الحديث منكر بهذا الإسناد، وقد حدث به عن أبي البختري، وأبو البختري لعله أشعر منه"۔^۱ یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو جویباری نے ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جویباری) سے زیادہ برا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"وأحمد هذا دجال، وأبو البختري هو وهب بن وهب القاضي كذاب، إلا أن هذا مما وضعه أحمد الجويني هذا"۔^۲
(سند میں موجود) یہ احمد جویباری دجال ہے، اور ابو البختری یہ وهب بن وهب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ روایت احمد جویباری کی منجملہ من گھڑت روایات میں سے ہے۔

^۱ الکامل فی ضعفاء الرجال: ۱/ ۲۹۱، رقم: ۱۷، ت: عادل أحمد عبدالموجود، و علي محمد معوض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲ھ۔

^۲ ذخيرة الحفاظ: ۴/ ۲۲۲۷، رقم: ۵۱۷۲، ت: عبدالرحمن الفريوائي، دارالسلف - الرياض، ط: ۱۴۱۶ھ۔

۳- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”ہذا حدیث موضوع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وفی إسنادہ الہرَوِی وهو الجویباری، وأبو البخترِی وهو وهب بن وهب، وهما کذابان وضاعان الحدیث“^۱۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے، اور اس کی سند میں ہر وی ہے یہ جویباری ہے، اور (ایک دوسرا راوی) ابو البختری ہے وہ وہب بن وہب ہے، اور دونوں حدیث کو گھڑنے والے جھوٹے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللاکلی المصنوعة“^۲ میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ”الفوائد المجموعة“^۳ میں نقل فرماتے ہیں:

”وهو موضوع“. یہ (روایت) من گھڑت ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ محدثین کرام نے اس روایت پر کلام کرنے میں ”جویباری“ کو مدد بنایا ہے، یہ عند المحدثین مشہور کذاب ہے، ذیل میں اس کے بارے میں ائمہ رجال میں سے حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے گا، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن عبد اللہ جویباری کا مختصر ذکر

”أحمد بن عبد الله الهَرَوِی يعرف بالجَوِّیَّارِی جُوْبَارِ هَرَاة، ويعرف بَسْتُوق حدث عن جریر، والفضل بن موسی وغيرهما بأحادیث

^۱ کتاب الموضوعات: باب ذم الامتشاط قائما، ۳/ ۵۴، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

^۲ اللاکلی المصنوعة: کتاب الفضائل، ۲/ ۲۲۷، دار الکتب العلمیة- بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۳ الفوائد المجموعة: کتاب الخصاب، ۱/ ۲۴۹ رقم: ۵۷۱، ت: رضوان جامع رضوان، نزار مصطفى الباز- الرياض۔

وضعها علیہم، وکان یضع الحدیث لابن کرام علی ما یریدہ، وکان ابن کرام یضعها فی کتبہ عنہ، ویسمیہ أحمد بن عبد اللہ الشیبانی^۱۔

احمد بن عبد اللہ ہروی یہ جوباری سے معروف ہے، ”جوبار“، ”ہرات“ کا علاقہ ہے، اور ستوق سے (بھی) معروف ہے، یہ جریر، فضل بن موسیٰ اور دیگر کی سند سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے، ابن کرام کے لئے اس کی من پسند روایتیں گھڑتا ہے، ابن کرام اپنی کتابوں میں اسی سے روایت گھڑتا ہے، اور اس کا نام احمد بن عبد اللہ شیبانی رکھتا ہے۔

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

پہلے طریق کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت اس سند کے ساتھ من گھڑت ہے۔

دوسرا طریق

دوسرا طریق عمران بن سوار کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کا مصدر اصلی نہیں مل سکا، البتہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۲ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

”عمران بن سوار، عن أبي يوسف، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها مرفوعا: من امتشط قائما ركبه الدين“۔ مذکورہ سند

^۱ الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲۹۱/۱، رقم: ۱۷/۱۷، ت: عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲ھ۔

^۲ ميزان الاعتدال: حرف العين، عمران، ۳/۲۳۸، رقم: ۶۲۸۹، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت۔

میں ابو یوسف نے سابقہ سند میں موجود ابو البختری کی متابعت کی ہے، لیکن ابو یوسف سے نقل کرنے والا راوی ”عمران بن سوار“ متہم ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

روایت پر کلام

اس پر صرف حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا ہے، جس کو انہوں نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں ذکر کیا ہے: ”لعل هذا وضعه عمران“. شاید اس (روایت) کو ”عمران“ نے گھڑا ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۲ کے مقدمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

تیسرا طریق

موسیٰ بن سدی کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس کو حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ جرجان“^۳ میں، ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

”وجدت بخط عمي أبي نصر أسهم بن إبراهيم السهمي، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل، حدثنا عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زهير الجرجاني، حدثنا أبي، قال: حدثني امرأتي، حدثنا موسى بن السندي، حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

”من امتشط قائما ركبه الدين“.

^۱ ميزان الاعتدال: حرف العين، عمران، ۲۳۸/۳، رقم: ۶۲۸۹، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت.

^۲ تنزيه الشريعة: ۱/ ۹۲، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ هـ.

^۳ تاريخ جرجان: أم عبد الرحمن، ص: ۴۶۰، رقم: ۱۰۲۴، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ هـ.

قال أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل: قال الزهيري: فقلت لأمي: إن أبي حدثنا عنك وذكرت لها الحديث، فأخبريني بقصة هذا الحديث، فقلت: كان موسى بن السندي كثير الاختلاف إلى أبيك، فقصدته يوما ليذهب معه في حاجة، فدعا أبوك بالمشط فامشط وهو قائم، قال موسى بن السندي: حدثنا وكيع بهذا الحديث“.

میں نے اپنے چچا ابو نصر اسہم بن ابراہیم بن سہمی کے خط میں پایا (وہ کہتے ہیں) ہم کو ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل نے بیان کیا ہے، (وہ کہتے ہیں) ہم کو عبد الرحمن بن محمد جرجانی نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) ہم کو میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) مجھے میری بیوی نے بیان کیا، (وہ کہتی ہیں) ہم کو موسیٰ بن سندی نے بیان کیا کہ ہم کو وکیع نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر کنگی کی وہ مقروض ہو جائے گا۔

ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ زہیری (عبد الرحمن بن محمد) نے کہا میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے آپ کے واسطے سے ہم کو حدیث بیان کی ہے، اور میں (عبد الرحمن بن محمد) نے اپنی والدہ سے پوری حدیث بیان کر دی، لہذا مجھے آپ اس حدیث کے بارے میں بتائیں، چنانچہ میری والدہ نے فرمایا: موسیٰ بن سندی تمہارے والد کے پاس بہت زیادہ آیا جایا کرتے تھے، ایک دن (موسیٰ) ان کے پاس آئے تاکہ ان کو کسی ضروری کام سے اپنے ساتھ لے جائیں، تمہارے والد نے کنگی منگوائی اور کھڑے ہو کر کنگی کرنے لگے، (یہ دیکھ کر) موسیٰ بن سندی نے کہا: ہم سے وکیع نے یہ حدیث بیان کی (یعنی پوری سند بیان کر کے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا)۔

روایت کے رجال پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- أبو نصر أسهم بن إبراهيم بن موسى السهمي (المتوفى ۳۶۰ھ)

یہ راوی حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں، حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ جرجان“ میں موصوف کا ترجمہ مدحیہ الفاظ میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”كان من صباه إلى وقت وفاته مشغلا بالعلم والزهد والعبادة وكتب حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لي الشيخ أبو الحسن علي بن عمر الحافظ الدارقطني: لا أعرف من اسمه أسهم في جميع المحدثين إلا عمك أسهم بن إبراهيم هذا، وقد أثبت اسمه في كتابه الذي سماه المؤتلف والمختلف، روى عنه جماعة بجرجان ...“^۱

”اسہم بچپن سے انتقال تک حصولِ علم، زہد، عبادت اور کتابتِ حدیث میں مشغول رہے۔“

۲- أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل بن خالد الصرّام الجرجاني (المتوفى ۳۵۸ھ)

حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔

۳- أبو سعيد عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زهير القرشي الجرجاني (المتوفى ۳۱۶ھ) حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ

^۱ تاریخ جرجان: رقم: ۲۰۳، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

^۲ تاریخ جرجان: رقم: ۷۸۴، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

^۳ تاریخ جرجان: ص: ۲۱۹، رقم: ۴۱۸، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔

۴- أبو عبد الرحمن محمد بن علي بن زهير القرشي الجرجاني

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ”مستقیم الحدیث“ فرمایا ہے۔^۳

اسی طرح حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ”نبیل“ کہہ کر

ذکر کیا ہے۔^۴

۵- أم عبد الرحمن امرأة محمد بن علي

ان پر حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے،^۵ اور ان کا

ترجمہ اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے: ”من عرف بالكنية، ولم أجد له اسماً“. جو کنیت سے معروف ہو اور نام نہیں مل سکا۔ واضح رہے کہ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں تخریج کی ہے۔

۶- أبو محمد موسى بن السندي الجرجاني

انہیں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”كتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے۔

نیز حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے: ”وروي عن شبابة

وإسماعيل بن حكيم، قال لنا عبد الله بن عدي الحافظ: هو ثقة. وقد كان

محمد بن عمر بن العلاء الصيرفي إذا حدثنا عنه يقول: حدثنا أبو محمد

موسى بن السندي السكاك الثقة، المأمون. انتهى“^۶۔

۱ تاریخ الإسلام: حرف الميم، ۲۳/ ۵۱۹، ت: عمر عبد السلام، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۳۳ھ۔

۲ کتاب الثقات: باب الميم، ۹/ ۱۴۸، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن۔

۳ تاریخ جرجان: حرف الميم، ص: ۳۵۴، رقم: ۶۶۵، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

۴ تاریخ جرجان: ص: ۴۶۰، رقم: ۱۰۲۴، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

۵ کتاب الثقات: باب الميم، ۹/ ۱۶۹، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن۔

۶ تاریخ جرجان: من اسمه موسى، ص: ۴۲۶، رقم: ۹۳۵، دائرة المعارف - حيدر آباد دکن، الطبعة: ۱۳۶۹ھ۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

واضح رہے کہ ”تاریخ جرجان“ کی سند میں تین راوی (محمد بن احمد بن اسماعیل، عبد الرحمن بن محمد، ام عبد الرحمن) ایسے ہیں جن کے بارے میں ائمہ رجال نے سکوت کیا ہے، یعنی ان کے بارے میں جرح یا تعدیل منقول نہیں ہے، اور آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ روایت کے اس متن کو (دیگر سندوں سے) پانچ محدثین کرام من گھڑت کہہ چکے ہیں (یعنی حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)، مکرر ملاحظہ ہو:

”یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے۔ (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ من گھڑت ہے۔ (امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

شاید اس (روایت) کو عمران نے گھڑا ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

”احمد دجال ہے، اور ابو البختری یہ وہب بن وہب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ اس کو گھڑنے میں احمد جو بیاری کی طرح ہے۔“ (علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)

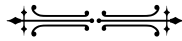
حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”جو بیاری“ کے ترجمہ میں ان کو کذاب کہلانے کے بعد یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ”یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جو بیاری) سے زیادہ برا ہے۔“

حاصل یہ ہے کہ ایک ایسا متن جسے پانچ محدثین کرام (دیگر سندوں سے) صاف لفظوں میں من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس کے ثبوت میں ایک ایسی سند (تاریخ جرجان) جس میں تین مسکوت عنہم راوی بھی ہوں، ہرگز کافی نہیں

ہو سکتی، چنانچہ محدثین کرام کی تصریح کے مطابق اس متن کے بارے میں سابقہ حکم برقرار رہے گا، یعنی یہ روایت شدید ضعیف ہے، اور اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحاوی للفتاویٰ“^۱ میں اس روایت کو وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں ذکر کیا ہے۔



^۱ الحاوی للفتاویٰ: ۲ / ۳۹، دار الکتب العلمیۃ - بیروت .

روایت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں: ”فائدة: قال وهب رضي الله عنه من سرح لحيته بلا ماء زاد همه أو بماء نقص همه، ومن سرحها يوم الأحد زاد الله نشاطا، أو الاثنين قضى حاجته، أو الثلاثاء زاد الله رخاء، أو الأربعاء زاد الله نعمة، أو الخميس زاد الله في حسناته، أو الجمعة زاد الله سرورا، أو السبت طهر الله قلبه من المنكرات، ومن سرحها قائما ركبہ الدين أو قاعدا ذهب عنه الدين بإذن الله تعالى.“

روایت نمبر: ⑪

روایت: ”إِذَا سَلِمَ رَمَضَانَ سَلِمَتِ السَّنَةُ، وَإِذَا سَلِمَتِ الْجُمُعَةُ سَلِمَتِ الْأَيَّامُ“۔
 اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔
 حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔
 تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:
 ① روایت بطریق ابو خالد قرشی
 ② روایت بطریق ابو مطیع بلخی
 ذیل میں ہر ایک کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں خلاصہ لکھا جائے گا۔
 روایت بطریق ابو خالد قرشی
 حدیث کا مصدر

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو خالد قرشی کے طریق سے مروی ہے، جس کو امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا أبو بكر محمد بن حميد بن سهل، ثنا هارون بن علي، ثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري، ثنا أبو خالد القرشي، عن سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۱۴۰/۷، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

إذا سلّم رمضان سلّمت السنة، وإذا سلّمت الجمعة سلّمت الأيام. تفرد به إبراهيم عن أبي خالد القُرشي، ورواه يحيى بن سعيد عن الثوري“.

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف (کا مہینہ اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ (کا دن اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

(امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابو خالد قرشی سے نقل کرنے میں ابراہیم مفرد ہے، اور یحییٰ بن سعید نے یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔

مذکورہ روایت ابو خالد قرشی عبدالعزیز بن ابان کی سند کے ساتھ ”شعب الإيمان“^۱ میں بھی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ عبد اللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبد اللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ابو خالد قرشی عبدالعزیز بن ابان کے ترجمہ میں، اس سے پہلے ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وهذان الحديثان عن الثوري باطلان، ليس لهما أصل، وإبراهيم بن سعيد يقول: أبو خالد القُرشي، ولا يسميه لضعفه، وهو عبدالعزيز بن أبان، وله عن الثوري غير ما ذكرت من البواطيل وعن غيره“^۲.

^۱ شعب الإيمان: ۵/ ۲۸۵، رقم: ۳۴۳۴، ت: عبد العلي عبد الحميد حامد، مكتبة الرشد - رياض، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ الكامل في ضعفاء الرجال: ۵/ ۲۸۸، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر - بيروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۹ھ۔

یہ دو حدیثیں (جو موصوف نے کتاب میں ذکر کی ہیں اور ان میں ایک زیر بحث روایت ہے) امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، یہ دونوں باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابراہیم ابن سعید، ابو خالد قرشی کہہ کر روایت نقل کرتے ہیں، ان کا نام نہیں لیتے، ان (ابو خالد) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے، اور ابو خالد قرشی کا نام عبد العزیز بن ابان ہے، مذکورہ روایت کے علاوہ ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ان کی اور (بھی) باطل روایات منقول ہیں۔

۲- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”تفرد به عبد العزيز، قال يحيى: هو ليس لبشيء، هو كذاب، يضع الحديث. وقال: محمد بن عبد الله بن نُمَيْر: هو كذاب“^۱۔

اس روایت کو نقل کرنے میں (سند میں موجود راوی) عبد العزیز (ابو خالد قرشی) متفرد ہے، جس کے بارے میں یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ”لیس بشيء“ (جرح) ہے، جھوٹا آدمی ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ نیز محمد بن عبد اللہ بن نُمَيْر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جھوٹا آدمی ہے۔

۳- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”رواه ابن عدي، و الدارقطني، و أبو نعيم، و البيهقي و ضعفه عن عائشة، بل ذكره ابن الجوزي في الموضوعات“^۲۔

یہ روایت حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

^۱ الموضوعات: ۲ / ۱۹۴، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، ۱۹۲/۲، مكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

^۲ كشف الخفاء: ۱ / ۱۰۹، رقم: ۲۴۵، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث - دمشق: ط: ۱۴۲۱ھ۔

۴۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”رواہ الدارقطني عن عائشة مرفوعاً، وفي إسنادہ عبدالعزیز بن أبان وهو كذاب، وقد أخرجه البيهقي في الشعب من طريقه ...“^۱۔
 ”یہ روایت دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس کی سند میں عبدالعزیز بن ابان ہے جو کذاب (جھوٹا) ہے، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الایمان“ میں اس (عبدالعزیز بن ابان) کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے ...“۔

۵۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ ”فیض القدير“ میں اس روایت پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام^۲ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”وہو عن الثوري باطل لا أصل له، ولما أورده ابن الجوزي في الموضوع تعقبه المؤلف بوروده من طرق، ولا تخلو كلها عن كذاب أو متهم بالوضع“^۳۔
 اس روایت کو ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنا باطل، بے اصل ہے، اور جب ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موضوعات میں ذکر فرمایا تو مصنف (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی طرق ذکر کر کے ان (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) کا تعاقب کیا ہے، اور ان طرق میں (جو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بطور تعاقب لائے ہیں) کوئی بھی طریق کذاب اور متہم بالوضع سے خالی نہیں ہے۔

زیر بحث روایت میں ائمہ رجال نے ابو خالد قرشی کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد قرشی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

^۱ الفوائد المجموعة: ۱/ ۱۴۶، ت: رضوان جامع رضوان، مصطفیٰ نزار - مكة المكرمة.

^۲ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آگے ”روایت بطریق ابو مطیع پٹی“ کے عنوان کے تحت مذکور ہے۔

^۳ فیض القدير: حرف الألف، ۱/ ۳۷۷، الرقم: ۶۸۵، دارالمعرفة - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۳۹۱ھ۔

تفصیل سے لکھے جائیں تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔
ابو خالد قرشی عبد العزیز بن ابان (المتوفی ۲۰۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں رقمطراز ہیں:

”قال أحمد بن حنبل: لما حدث بحديث المواقيت تركته، وقال يحيى: كذاب خبيث، حدث بأحاديث موضوعة، وقال أحمد: لا يكتب حديثه، وقال البخاري: تركوه“.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اس نے ”مواقيت والی حدیث“ بیان کی تو میں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔ امام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کذاب (جھوٹا)، خبیث ہے، من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی روایتیں نہیں لکھی جائیں گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ترکوه“ (شدید جرح) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کے کلام کے بعد ابو خالد قرشی کی زیر بحث روایت بھی لائے ہیں۔

روایت بطریق ابو خالد قرشی پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور حکم
 حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ان سب حضرات نے روایت بسند ابو خالد قرشی کو من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔
 یہاں تک روایت کی تحقیق اس خاص سند کے اعتبار سے تھی جس میں ابو خالد قرشی عبد العزیز بن ابان، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے آرہے تھے، ذیل میں ابو خالد قرشی کے تابع (ابو مطیع بلخی) پر مشتمل سند روایت کی تحقیق کی جائے گی۔

روایت بطریق ابو مطیع بلخی

”شعب الإیمان“^۱ میں ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی نے ابو خالد قرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت ابو مطیع بلخی نے سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو الطيّب محمد بن عبد الله بن المبارك، حدثنا أحمد بن معاذ السُّلَمي، حدثنا سليمان بن سعد القرشي، حدثنا أبو مطيع، حدثنا سفیان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إذا سلّم رمضان سلّمت السنة، وإذا سلّمت الجمعة سلّمت الأيام“.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

روایت ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی (المتوفی ۱۹۹ھ) پرائمہ کا کلام امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”شعب الإیمان“ میں ابو مطیع بلخی کی سند سے روایت نقل کرنے بعد لکھتے ہیں:

”قال الإمام أحمد رحمه الله: هذا لا يصح عن هشام، وأبو مطيع الحَكَم بن عبد الله البَلْخِي ضعيف، وإنما يعرف هذا الحديث من حديث عبد العزيز بن أبان البَلْخِي أبي خالد القرشي عن سفیان، وهو أيضا ضعيف بمرة“.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: هشام سے اس حدیث کو بیان کرنا درست

^۱ شعب الإیمان: ۵/ ۲۸۵، رقم: ۳۴۳۴، ت: عبد العلي عبد الحميد حامد، مكتبة الرشد - رياض، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

نہیں، اور (اس حدیث کی سند میں) ابو مُطِيعِ بَلْخَنی ضعیف ہے، یہ حدیث دراصل ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان عن سفیان سے مشہور ہے، جبکہ وہ (ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان) بھی ”ضعیف بمرہ“ (جرح) ہے۔

واضح رہے کہ ”روایت حدیث“ میں ابو مُطِيعِ بَلْخَنی کے بارے میں ائمہ رجال میں سے امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام جوز قانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، اس لیے ابو مُطِيعِ حکم بن عبد اللہ بَلْخَنی کا ابو خالد قُرَشی کی متابعت کرنا اس روایت میں مفید نہیں ہے۔

لہ تاریخ الإسلام: ۱۶۰/۱۳، رقم: ۷۶، ت: عمر عبد السلام تدمری، دار الكتاب العربي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۱ھ۔

لہ تنزیہ الشریعة: ۵۴/۱، رقم: ۴۵، ت: عبد اللہ الغماري، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

لہ لسان المیزان: ۲۴۶/۳، رقم: ۲۶۹۱، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ موصوف فقہ میں بڑی شان رکھتے تھے، نیز حافظ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ابو مطیع بَلْخَنی کی دین و علم کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے، لیکن نقل روایت میں وہی تھے، عبارت ملاحظہ ہو: ”نفقه به أهل تلك الديار، وكان بصيرا بالرأي علامة كبير الشأن، ولكنه واه في ضبط الأثر، وكان بن المبارك يعظمه ويحله لدينه وعلمه...“۔
 اہم فائدہ: سابقہ دونوں طریق (یعنی سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بَلْخَنی) میں ”إذا سلم رمضان سلمت السنة“ کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ”إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام“ کے الفاظ گزرے ہیں، یہ الفاظ (إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام) ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، ذیل میں ضمناً اس سند و روایت کی تحقیق لکھی جا رہی ہے، حافظ ابو نعیم اسہبانی رحمۃ اللہ علیہ ”حلیۃ الأولیاء“ میں لکھتے ہیں:

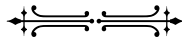
”حدثنا محمد بن المظفر، ثنا العباس بن عمران الغزني الكوفي، ثنا أحمد بن جهمور القرطاسي، ثنا علي بن المديني، عن يحيى بن سعيد، عن سفیان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة قالت: سمعت رسول الله يقول: إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام كلها، وما من سهل ولا جبل ولا شيء إلا ويستعبد بالله من يوم الجمعة“۔ (حلیۃ الأولیاء: ۱۴۰/۷)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا، ہر نرم اور ہر پہاڑ جیسی سخت یعنی ہر چیز جمعہ کے دن اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ ”احمد بن جہور“ کی مذکورہ روایت میں ”إذا سلم رمضان سلمت السنة“ کے الفاظ نہیں، نیز سابقہ متن پر اضافہ بھی ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ روایت بھی سفیان ثوری عن هشام عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ہے، سابقہ دونوں سندیں (سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بَلْخَنی) بھی اسی (سفیان ثوری امی عائشہ رضی اللہ عنہا) کے طریق سے تھیں۔

تحقیق کا خلاصہ

اس روایت کو (مختلف سندوں سے) حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔



روایت پر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کلام

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”غریب من حدیث الثوری، لم نکتبه إلا من حدیث أحمد بن جمهور“۔ (حلیۃ الأولیاء: ۱۴۰/۷) ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث میں سے یہ روایت غریب (اصطلاحی لفظ) ہے، یہ روایت ہم نے صرف احمد بن جمهور سے لکھی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے ”اللائلی المصنوعة“ (۸۷/۲) میں صاف لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن جمهور ”متهم بالكذب“ ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”.....ورواه أبو نعیم فی الحلیۃ بإسناد آخر من غیر طریقہ فیہ أحمد بن جمهور، وهو متهم بالكذب“۔ (الفوائد المجموعۃ: ۱۴۶/۱) ”.... اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“ میں اس روایت کو طریق عبد العزیز بن ابان کے علاوہ ایک دوسری سند سے ذکر کیا ہے، جس میں احمد بن جمهور ”متهم بالكذب“ (شدید جرح) ہے۔“

زیر بحث سند میں ائمہ رجال نے احمد بن جمهور کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمد بن جمهور کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن جمهور کے بارے میں کلام

حافظ ذہب رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں فرماتے ہیں: ”أحمد بن جمهور الغسانی شیخ متهم بالكذب“۔ (میزان الاعتدال: ۸۸/۱، رقم: ۳۲۳) احمد بن جمهور شیخ متهم بالكذب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس روایت میں موجود راوی احمد بن جمهور کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے متهم بالكذب کہا ہے، اس لئے اس روایت کو مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۱۲)

روایت: ”نوم العالم عبادة“۔ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔
حکم: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع روایت (یعنی آپ ﷺ کا قول) درست ہے: ”علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے“۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

- ① مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج
- ② روایت پر ائمہ حدیث کا کلام
- ③ ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم
- ④ ایک دوسری ہم معنی روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

روایت کے مصادر

زیر بحث روایت امام ابو طالب مکی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۶ھ) نے اپنی کتاب ”قوت القلوب“ میں اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”إحياء علوم الدين“ میں بلا سند ذکر کی ہے، امام ابو طالب مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وقد رَوَيْنَا فِي خَبَرٍ: نوم العالم عبادة ونفسه تسبيح“^۱۔ ہم سے ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”قال صلى الله عليه وسلم: نوم العالم

^۱ قوت القلوب: الفصل الثالث عشر، کتاب جامع.....، ۱/ ۶۳، ت: باسل عيون السود، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۷ھ۔

عبادة، ونفسه تسبيح“^۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”طبقات الشافعية الكبرى“ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کی ان روایات کو جمع کیا ہے، جن کی کوئی سند امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ مل سکی، چنانچہ فصل کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

”وهذا فصل جمعت فيه جميع ما وقع في كتاب الإحياء من الأحاديث التي لم أجد لها إسناداً“^۲۔ اس فصل میں، میں نے کتاب احیاء کی ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے، جن کی سند مجھے نہیں ملی۔

اسی فصل کے تحت علامہ موصوف نے ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جس میں ہماری زیر بحث مذکورہ روایت بھی ہے۔

۲- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”قلت: المعروف فيه الصائم دون العالم“^۳۔ میں کہتا ہوں اس روایت میں مشہور بجائے ”عالم“ کے ”صائم“ کا لفظ ہے۔

۳- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”لا أصل له في المرفوع هكذا...“^۴۔ مرفوعات (حدیث رسول ﷺ)

^۱ إحياء علوم الدين: ۱/ ۷۶۳، ت: محمد وهيبي سليمان، دار الفكر - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ طبقات الشافعية: ۶/ ۲۸۷، ت: عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناجي، دار إحياء الكتب العربية - القاهرة، الطبعة: ۱۳۸۳ھ۔

^۳ إتحاف السادة: كتاب ترتيب الأوراد...، الباب الأول، ۵/ ۴۶۹، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۳۳ھ۔

^۴ الأسرار المرفوعة: ص: ۳۵۹، رقم: ۵۶۷، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ۔

میں اس کی ”اصل“ اس طرح نہیں ہے۔۔۔“

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند سطر آگے زیر بحث روایت کے ہم معنی ایک دوسری روایت (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) نقل کی ہے، جس کا ذکر آ رہا ہے۔

۴۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”ورأيت السُّهْرَ وَرَدِي ساقه بلفظ: نوم العالم عبادة. فيحتمل أنها رواية، ويحتمل أن أحد اللفظين سبق قلم“^۱.

میں نے سُہرُ وَرَدِي رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا انہوں نے اس روایت (نوم الصائم عبادة) کو ”نوم العالم عبادة“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، اب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة) بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دو لفظوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو۔

۵۔ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”ذكره الغزالي في الإحياء حديثا في كتاب الأوراد بزيادة: ”ونفسه تسبيح“. ولم يذكر له صحابيا، ولا مخرجا، وكذا العراقي في تخریجه وإنما قال: المعروف فيه الصائم بدل العالم...“^۲.

”اس روایت کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احیاء“ کی کتاب الاوراد میں ”ونفسه تسبيح“ کے اضافے کے ساتھ بطور حدیث ذکر کیا ہے، لیکن اس کو روایت کرنے والے کسی صحابی یا ماخذ کا کوئی ذکر نہیں فرمایا، اسی طرح عراقی رحمۃ اللہ علیہ

= ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں لکھتے ہیں: ”ففي الجملة من كان عالما فنومه عبادة، لأنه ينوي به النشاط على الطاعة، ومن هنا قيل: نوم الظالم عبادة، لأن تلك السنة عبادة بالنسبة إليه في ترك ظلمه“.

^۱ التيسير: حرف النون، ۶۶۲/۲، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۸ھ.

^۲ كشف الخفا: ۳۹۴/۲، رقم: ۲۸۶۵، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - دمشق، الطبعة: ۱۴۲۱ھ.

نے بھی اپنی تخریج میں اس کو ذکر کیا ہے، وہ (عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ ”عالم“ کے بجائے لفظ ”صائم“ مشہور ہے۔۔۔“

۶- حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”ورواه أبو نعيم في الحلية من طريق كرز بن عُميرة، عن الربيع بن خيثم، عن أبي مسعود مرفوعاً: ”نوم العالم عبادة، ونفسه تسبيح، ودعائه مستجاب...“^۱۔

اس روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں ”کرز بن عمیرہ عن الربیع بن خثیم عن ابی مسعود“ کی سند سے مرفوعاً (اس طرح) ذکر کیا ہے: ”عالم کا سونا عبادت ہے، اس کا سانس لینا تسبیح ہے، اور اس کی دعاء مقبول ہے۔۔۔“

واضح رہے ہمیں تلاش بسیار کے باوجود اس حدیث (یعنی بالفاظ نوم العالم عبادة) کی کوئی سند نہ صرف ”حلیۃ الاولیاء“، بلکہ دیگر مظان و مصادر میں بھی نہ مل سکی، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہات

① علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث: ”نوم العالم عبادة، ونفسه تسبيح“۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں بسند ”کرز بن عمیرہ عن الربیع بن خثیم عن ابی مسعود“ مرفوعاً ذکر کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں ان کے کلام سے معلوم ہوا۔

”حلیۃ الاولیاء“ میں اس سند کے ساتھ متن کے یہ الفاظ مذکور ہیں: ”نوم الصائم عبادة، ونفسه تسبيح، ودعاؤه مستجاب“^۲۔ نہ کہ وہ الفاظ

^۱ لہ إتحاق السادة المتقين: ۵/ ۴۷۰، دارالکتب العلمیہ - بیروت۔

اس کے بعد حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وقد يشهد للجملة الأولى ما رواه أبو نعيم في الحلية من حديث سلمان رضي الله عنه: نوم على علم خير من صلاة على جهل“۔ اس حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آ رہا ہے۔

^۲ حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۸۳، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

جو علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے ہیں۔

② علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے سند ”کُرز بن عُمیرۃ عن الرِّبع بن خِثَم عن أبي مسعود“ ذکر کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں ان کی عبارت سے واضح ہے۔

جبکہ ”حلیۃ الأولیاء“ میں سند ”کُرز بن وَبرۃ عن الرِّبع بن خِثَم عن ابن مسعود“ مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا محمد بن الحسين بن محمد بن الحسين الجندي، قال: ثنا أبو زرعة أحمد بن موسى المكي، قال: ثنا علي بن حرب، قال: ثنا جعفر بن أحمد بن بَهْرَام، قال: ثنا علي بن الحسن، عن أبي ظَبْيَةَ، عن كُرز بن وَبرۃ، عن الرِّبع بن خِثَم، عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله

۱۔ چند اہم فوائد

”كشف الخفاء للعجلوني“ میں بھی ایک مقام پر اسی طرح پیش آیا ہے، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث: ”نوم العالم عبادة، وصمته تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب“ کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ”شعب الإیمان“ میں یہ روایت ”نوم الصائم عبادة...“ کے الفاظ سے ہے، اور یہی الفاظ (نوم الصائم عبادة...) بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کنز العمال“ میں نقل کیے ہیں، دیکھئے (كشف الخفاء: ۲۰/۳۸۹، رقم: ۲۸۳۹)۔ قرین قیاس یہ ہے کہ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ”نوم العالم عبادة“ کے علاوہ روایت میں موجود دوسرے الفاظ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کر رہے ہیں، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ ”الفردوس بمأثور الخطاب“ میں پہلے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ”نوم العالم عبادة، ونفسه تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب، و ذنبه مغفور“ نقل کی گئی ہے، پھر اس سے متصل دو روایتوں بعد حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت ان الفاظ سے ذکر کی گئی ہے: ”نوم الصائم عبادة ونفسه تسبيح وعمله مضاعف و دعائه مستجاب و ذنبه مغفور“۔ دیکھئے (الفردوس بمأثور الخطاب: ۲۴۷/۴، رقم: ۶۷۳۱)۔ اس کا اچھا حل وہی ہے جو امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سروردی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر کلام کرتے ہوئے فرما چکے ہیں، یعنی: ”ب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دونوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو“۔ نیز آپ جان چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإیمان“ میں تین مختلف سندوں سے تخریج کیا ہے، اور تینوں جگہ ”نوم الصائم عبادة...“ کے الفاظ ہیں نہ کہ ”نوم العالم عبادة“۔ دیکھئے (شعب الإیمان: ۵/۴۲۱، رقم: ۳۶۵۲)۔

اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت ”نوم الصائم عبادة...“ کا فنی حکم بیان کرنا اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں بحث نہیں کی جا رہی، واللہ اعلم۔

علیہ وسلم: نوم الصائم عبادة، وَنَفْسُهُ تَسْبِيحٌ، وَدَعَاؤُهُ مُسْتَجَابٌ“^۱۔
 حاصل یہ رہا کہ علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی بحوالہ ”حلیۃ الأولیاء“ ذکر کردہ
 سند و متن تصحیف پر مبنی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس
 موجود ”حلیۃ الأولیاء“ کا نسخہ سند و متن کے اسی تصحیف پر مشتمل ہو، واللہ اعلم۔

ائمہ اکرام رحمۃ اللہ علیہم کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

ائمہ سابقین کے کلام سے صراحت و اشارۃ ثابت ہو کہ یہ روایت (نوم
 العالم عبادة) سنداً ان الفاظ سے نہیں ملتی، حتیٰ کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف
 لفظوں میں فرما رہے ہیں کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے
 بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ہم معنی روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

روایت: ”نوم علی علم خیر من صلاة علی جہل“۔ عالم کا سونا، جاہل کی
 عبادت سے بہتر ہے۔

روایت کا مصدر اصلی

یہ روایت امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۲ میں
 تخریج کی ہے:

”ثنا عبد الله بن محمد، قال: ثنا عبد الرحمن بن الحسن،
 قال: ثنا أحمد بن يحيى الصوفي، قال: ثنا محمد بن يحيى الضَرِيرِ،
 قال: ثنا جعفر بن محمد عن أبيه، عن إسماعيل، عن الأعمش، عن

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۵/۸۳، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ حلیۃ الأولیاء: ۴/۳۸۵، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

أبي البختری، عن سلمان أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نوم على علم خير من صلاة على جهل. كذا رواه الأعمش عن أبي البختری، وأرسله أبو البختری عن سلمان أيضاً.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ”عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔“ (امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں) اس روایت کو (سند میں موجود) اعمش نے ابو البختری سے نقل کیا ہے، نیز ابو البختری نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرسلًا نقل کیا ہے۔

یہ روایت امام خلال رحمۃ اللہ (المتوفی ۴۳۹ھ) نے بھی تخریج کی ہے، دونوں سندیں ”احمد بن یحییٰ صوفی“ پر مشترک ہو جاتی ہیں^۱۔

ذیل میں سند میں موجود تمام راویوں کے حالات لکھے جائیں گے:

۱- أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر المعروف بأبي الشيخ (المتوفى ۳۶۹ هـ) ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ ”سیر أعلام النبلاء“ میں تعدیلی کلمات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الإمام، الحافظ، الصادق، محدث أصفهان، أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان، المعروف بأبي الشيخ، صاحب التصانيف“^۲۔

۲- أبو محمد عبد الرحمن بن الحسن الضَّرَّابُ الأصفهاني (المتوفى ۳۰۹ هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ”ثقة كبير ...“^۳۔

^۱ ذکر من لم یکن عنده إلا حدیث واحد: أبو عبد الله الباری رضا بوشامة، دار ابن القیم - الریاض، الطبعة: ۱۴۲۵ھ۔

^۲ سیر أعلام النبلاء: ۲۷۶/۱۶، رقم: ۱۹۶، ت: أكرم بوشي، مؤسسة الرسالة - بیروت۔

^۳ تاریخ الإسلام: ۲۱۳/۲۳، رقم: ۳۳۸، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بیروت،

۳- أحمد بن يحيى الصوفي

تفصیل کتب سے معلوم ہوا کہ سند کے اس طبقہ میں ”أحمد بن يحيى الصوفي“ نام کے دو راوی ہیں:

① أحمد بن يحيى بن زكريا الأودي أبو جعفر الكوفي الصوفي. (المتوفى ۲۶۴ هـ)
ان کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”ثقة“ کہا ہے۔^۱

② ابن الجلاء أبو عبد الله أحمد بن يحيى البغدادي (المتوفى ۳۰۶ هـ)

ان کے بارے حافظ ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ”القدوة، العارف، شيخ الشام“^۲. (کلمات تعدیل)

۴- محمد بن يحيى الضربير

اس نام سے ترجمہ نہیں مل سکا، البتہ امام خلال رحمہ اللہ کی سند میں ان کی جگہ محمد بن یحییٰ بن ضریس لکھا ہے، اگر یہ ابن ضریس ہے تو ان کے بارے میں حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ نے ”صدوق“ کہا ہے۔^۳

۵- جعفر بن محمد

امام خلال رحمہ اللہ کی سند کے مطابق یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (المتوفى بعد ۱۴۸ هـ) ہیں، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

الطبعة الأولى: ۱۴۳۳ هـ۔

^۱ الکاشف: ۱/ ۲۰۴، رقم: ۹۷، ت: محمد عوامة، مؤسسة علوم القرآن - جدة.

^۲ سير أعلام النبلاء: ۱۴/ ۲۵۱، رقم: ۱۵۴، ت: أكرم البوشي، مؤسسة الرسالة - بيروت.

^۳ الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ۸/ ۱۲۴، رقم: ۵۵۶، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ هـ.

۶- أبوه محمد

امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (المتوفی بعد ۱۱۰ھ) ہیں، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

۷- إسماعیل

تفصص کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمش (جو کہ زیر بحث سند میں اسماعیل کے شیخ ہیں، اور جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) سے روایت لینے والے اسماعیل نامی سات لہ اشخاص ہیں، چونکہ سند میں اسماعیل کی ولدیت یا نسبت مذکور نہیں ہے (اور

لہ ہم امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے اسماعیل نامی سات (۷) راویوں کے بارے میں ائمہ کا کلام مختصر ذکر کر رہے ہیں، تاکہ کسی نہ کسی درجہ میں بات واضح ہو سکے:

۱- أبو زیاد إسماعیل بن ذکریا الخُلَفَانِي (۱۹۴ھ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”صدوق اختلف قول ابن معین فیہ“۔ صدوق ہے، ان کے بارے میں یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ (الکاشف: ۱/۲۴۶، الرقم: ۳۲۵)

۲- أبو إسحاق إسماعیل بن أبان الغَنَوِي الخياط (۲۱۰ھ): ان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”قال البخاري: متروك، تركه أحمد والناس، وقال أبو زرعة وأبو حاتم: ترك حديثه، وقال الجوزجاني: ظهر منه الكذب، وقال النسائي: ليس بثقة“۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ متروک ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ترک کیا ہے، ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کی حدیثیں متروک ہیں، اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان سے جھوٹ صادر ہوا ہے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱/۱۳۸)

۳- إسماعیل بن إبراهيم الأحول أبو يحيى النّيجي الكوفي: ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”قال محمد بن عبد الله بن نمير: ضعيف جدا“۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شدید ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/۲۱۳، رقم: ۸۲۹)

۴- إسماعیل بن عیّاش بن سلیم العنسی (۱۸۱ھ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”قال يزيد بن هارون: ما رأيت أحفظ منه، وقال ذحيم: هو في الشاميين غاية، و خلط عن المدنيين“۔ میں نے ان سے بڑا ذہین کوئی نہیں دیکھا، وحیم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شامی راویوں سے نقل کرنے میں پائے کے آدمی ہیں، البتہ مدینہ کے راویوں سے روایت کرنے میں انہیں خلط پیش آیا ہے۔ (الکاشف: ۱/۲۴۹، رقم: ۴۰۰)

۵- إسماعیل بن مسلم المكي البصري: حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وقال النسائي وغيره: متروك...“ ”نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے متروک کہا ہے۔“ (میزان الاعتدال: ۱/۲۴۸، رقم: ۹۴۵)

۶- إسماعیل بن أبي خالد الكوفي التجلي (۱۴۶ھ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”الحافظ، الإمام الكبير... كان محدث الكوفة في زمانه مع الأعمش، بل هو أسند من الأعمش“۔ یہ حافظ، جلیل القدر امام ہیں... اپنے زمانے میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ کے محدث تھے، بلکہ یہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر سند والے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۷۶/۶، رقم: ۱۹۶)۔

دوسری طرف اسماعیل سے روایت لینے والے کی بھی تعیین نہیں ہو پارہی) اس لئے اب یہاں یہ تعیین کرنا مشکل ہے کہ اعمش سے روایت کرنے والے یہ اسماعیل کون سے ہیں۔

پھر بعد میں امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے معلوم ہوا کہ یہ اسماعیل بن ابی خالد ہے، جو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ”ثقة“ ہیں^۱۔

۸- أبو محمد سليمان بن مهران الأعمش (المتوفى ۱۴۸ھ)

مشہور ثقة راوی ہیں۔

۹- أبو البختري سعيد بن فيروز الطائي الكوفي (المتوفى ۸۲ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ”قال حبيب بن أبي ثابت: كان أعلمنا وأفقهنا“^۲۔ وہ ہم میں زیادہ علم و فقہ والے تھے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں ”سعيد بن فيروز“ کے ترجمہ میں یہ روایت تخریج کی ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی ابن فيروز ہی ہے، واللہ اعلم^۳۔

۷- إسماعيل الكِنْدِي: ”منكر الحديث. قاله الأزدي“. ازدي رحمۃ اللہ علیہ نے ”منكر الحديث“ کہا ہے (لسان الميزان: ۱۸۸/۲، رقم: ۱۲۷۲)۔

^۱ سیر أعلام النبلاء: ۱۷۶/۶، رقم: ۱۹۶، ت: شعيب الأرئوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۰۲ھ۔

^۲ الكاشف: ۱۱۰/۲، رقم: ۲۱۳۲، ت: محمد عوامة، مؤسسة علوم القرآن - جدة۔

^۳ یہاں ایک اہم تنبیہ ملحوظ رہے کہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ الأولیاء“ کی مذکورہ سند میں موجود ابو البختري کے بارے میں لکھا ہے کہ حافظ دجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، دیکھئے (فیض القدیر: ۲۹۱/۶، رقم: ۹۲۹۴)، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ یہ ابو البختري سعيد بن فيروز ہے جیسا کہ خود حافظ ابو نعیم اصمہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابو البختري سعيد بن فيروز کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، رہی بات ابو البختري کذاب کی جسے امام دجیم رحمۃ اللہ علیہ نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اس کا نام وہب بن وہب بن کثیر القرشي القاضی (المتوفى ۲۰۰ھ) ہے، دیکھئے (الجرح والتعديل: ۲۵/۹، رقم: ۱۱۶)۔

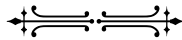
تحقیق سند کا خلاصہ

راویوں کے حالات آپ کے سامنے آچکے ہیں، اس تفصیل کے مطابق یہ روایت درست ہے، اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت: ”نوم العالم عبادة“۔ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں۔

البتہ روایت: ”نوم على علم خير من صلاة على جهل“۔ (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) ثابت ہے، لہذا یہ روایت آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی جاسکتی ہے، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۱۳)

روایت: ”گوہ کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

اور اعرابی کا مسلمان ہونا۔“

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت دو (۲) سندوں سے مروی ہے:

① طریق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

② طریق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

طریق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

روایت کے مصادر

حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المعجم الأوسط“^۱، اور ”المعجم الصغير“^۲ میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”دلائل النبوة“^۳ میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۴ میں یہ روایت تخریج کی ہے۔ تمام سندیں ایک راوی ”محمد بن علی بن ولید سلمیٰ بصری“ پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

”المعجم الصغير“ کی عبارت یہ ہے:

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنَعَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِحَدِيثِ الضَّبِّ:

^۱ المعجم الأوسط: ۱۲۷/۶، رقم: ۵۹۹۶، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمین - قاہرہ، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ المعجم الصغير: ۱۵۳/۲، رقم: ۹۴۷، ت: محمد شکور محمود، المكتب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ دلائل النبوة: ۳۶/۶، ت: عبد المعطي قلنجی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۴ تاریخ دمشق: ۳۸۳/۴، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۶ھ۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَحْفِلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ جَاءَ أُعْرَابِيٌّ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَدْ صَادَ ضَبًّا، وَجَعَلَهُ فِي كُمِهِ يَذْهَبُ بِهِ إِلَى رَحْلَةٍ فَرَأَى جَمَاعَةً، فَقَالَ: عَلَى مَنْ هَذِهِ الْجَمَاعَةُ؟ فَقَالُوا: عَلَى هَذَا الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَشَقَّ النَّاسُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا اسْتَمَلْتَ النِّسَاءَ عَلَى ذِي لَهْجَةٍ أَكْذَبَ مِنْكَ وَأَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْكَ، وَلَوْ لَا أَنْ تُسَمِّيَنِي قَوْمِي عَجُولًا لَعَجَلْتُ عَلَيْكَ، فَقَتَلْتُكَ، فَسَرَرْتُ بِقَتْلِكَ النَّاسَ أَجْمَعِينَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! دَعْنِي أَقْتُلُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْحَلِيمَ كَادَ أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى، لَأَمْنْتُ بِكَ، وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُعْرَابِيُّ! مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ، وَقُلْتَ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَمْ تُكْرِمْ مَجْلِسِي؟ قَالَ: وَتُكَلِّمُنِي أَيْضًا - اسْتِخْفَافًا بِرَسُولِ اللَّهِ - وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَأَمْنْتُ بِكَ أَوْ يُؤْمِنُ بِكَ هَذَا الضَّبُّ، فَأَخْرَجَ الضَّبَّ مِنْ كُمِهِ، وَطَرَحَهُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنْ آمَنَ بِكَ هَذَا الضَّبُّ آمَنْتُ بِكَ.

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ضَبُّ! فَتَكَلَّمَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ! فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعْبُدُ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ، وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ، وَفِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ، وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ، وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ، قَالَ: فَمَنْ أَنَا يَا ضَبُّ؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ، وَقَدْ خَابَ

مَنْ كَذَبَكَ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا،
وَاللَّهُ لَقَدْ أَتَيْتَكَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْكَ، وَوَاللَّهُ
لَأَنْتَ السَّاعَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمِنْ وَلَدِي، فَقَدْ آمَنَ بِكَ شَعْرِي
وَبَشْرِي، وَدَاخِلِي وَخَارِجِي، وَسِرِّي وَعَلَانِيَتِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ إِلَى هَذَا الدِّينِ الَّذِي يَعْلَمُو وَلَا
يُعْلَمُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقْبَلُهُ اللَّهُ إِلَّا بِصَلَاةٍ، وَلَا يَقْبَلُ الصَّلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ، فَعَلِمَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ.

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهُ مَا سَمِعْتُ فِي الْبَسِيطِ، وَلَا فِي الرَّجَزِ
أَحْسَنَ مِنْ هَذَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا كَلَامُ
رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَيْسَ بِشَعْرٍ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مَرَّةً فَكَأَنَّمَا
قَرَأْتَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مَرَّتَيْنِ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ
ثُلَاثِي الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ
الْقُرْآنَ كُلَّهُ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: نِعْمَ الْإِلَهِ إِلَهُنَا، يَقْبَلُ الْيَسِيرَ وَيُعْطِي
الْجَزِيلَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُعْطُوا الْأَعْرَابِيَّ،
فَأَعْطُوهُ حَتَّى أَبْطُرُوهُ، فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ
! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَهُ نَاقَةً أَتَقَرَّبُ بِهَا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ دُونَ الْبَحْتِيَّ
وَفَوْقِ الْأَعْرَابِيِّ وَهِيَ عُشْرَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
إِنَّكَ قَدْ وَصَفْتَ مَا تُعْطِي، وَأَصِفْ لَكَ مَا يُعْطِيكَ اللَّهُ جَزَاءً، قَالَ: نَعَمْ،
قَالَ: لَكَ نَاقَةٌ مِنْ دُرٍّ جَوْفَاءٍ، قَوَائِمُهَا مِنْ زَبْرَجَدٍ أَخْضَرَ، وَعُنُقُهَا مِنْ
زَبْرَجَدٍ أَصْفَرٍ، عَلَيْهَا هَوْدَجٌ، وَعَلَى الْهَوْدَجِ السُّنْدُسُ وَالْإِسْتَبْرَقُ، تَمُرُّ
بِكَ عَلَى الصَّرَاطِ بِالْبَرْقِ الْخَاطِفِ، فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيَهُ أَثْفُ أَعْرَابِيٌّ عَلَى أَثْفٍ دَابَّةٍ بِالْأَفْرِ رُمَحٍ
وَأَثْفٍ سَيْفٍ، فَقَالَ لَهُمْ: أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ قَالُوا: نَقَاتِلُ هَذَا الَّذِي يَكْذِبُ،
وَيَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ، فَقَالُوا لَهُ: صَبَوْتَ؟ فَقَالَ: مَا صَبَوْتُ، وَحَدَّثْتُهُمْ بِهَذَا الْحَدِيثِ،
فَقَالُوا بِأَجْمَعِهِمْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَلَقَّاهُمْ فِي رِثَاءٍ، فَنَزَلُوا عَلَى رُكْبِهِمْ يَقْبَلُونَ مَا وَكَلُوا
مِنْهُ، وَيَقُولُونَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالُوا: مُرْنَا بِأَمْرِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: تَدْخُلُوا تَحْتَ رَايَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: فَلَيْسَ أَحَدٌ
مِنَ الْعَرَبِ آمَنَ مِنْهُمْ أَثْفُ جَمِيعًا إِلَّا بَنُو سُلَيْمٍ.

لَمْ يَرَوْهُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ بِهَذَا التَّمَامِ، إِلَّا كَهَمَسٍ، وَلَا عَنْ
كَهَمَسٍ، إِلَّا مُعْتَمِرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى.

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ
ایک محفل میں تھے، اسی دوران بنو سلیم کا ایک بدو آیا، یہ بدو گویہ شکار کر کے،
اسے آستین میں ڈالے جا رہا تھا، جماعت دیکھی، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں
نے کہا کہ یہ سب اس شخص کے پاس جمع ہیں جس کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہے، یہ
بدو لوگوں کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اور کہا: اے محمد! میرے نزدیک
تم سے بڑھ کر کوئی جھوٹا اور مبغوض شخص نہیں ہے، اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ
کہتی تو میں آگے بڑھ کر تمہارا کام تمام کر دیتا، اور تمہارے قتل سے سب کو خوش
کر دیتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کر
دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم جانتے نہیں کہ حلیم شخص قریب ہے کہ نبی بن
جاتا؟“ دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: لات وعزی کی قسم! میں آپ پر ایمان

لے آؤں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے دیہاتی! تجھے اس طرح گفتگو کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اور تم نے ناحق باتیں کہی ہیں، اور میری مجلس کا بھی لحاظ نہیں کیا،“ اعرابی نے۔ رسول اللہ کا استخفاف کرتے ہوئے۔ کہا کہ اور مجھ سے بھی یہی کہہ رہے ہو، پھر بدو کہنے لگا: یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا، یہ کہہ کر آستین سے گوہ نکال کر حضور ﷺ کے سامنے پھینک دی، اور کہا کہ یہ ایمان لائے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے گوہ!“ گوہ نے صاف عربی زبان میں کہا، جسے سب لوگ سمجھ رہے تھے: اے رب العالمین کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”تو کس کی بندگی کرتی ہے؟“ گوہ نے کہا: اس ذات کی جس کا عرش آسمان پر ہے، زمین پر اس کی بادشاہت ہے، سمندروں میں جس کے رستے ہیں، جنت میں جس کی رحمت ہے، جہنم میں جس کا عذاب ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ”میں کون ہوں اے گوہ؟“ گوہ نے کہا: ”آپ رب العالمین کے رسول ہیں، خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کو سچا جاننے والے فلاح پاگئے اور آپ ﷺ کو جھوٹا کہنے والے نامراد ہوئے۔“

دیہاتی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا تھا کہ میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہ تھا، اور اب اللہ کی قسم! یہ حال ہے کہ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان اور میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں، یقینی بات ہے کہ میرے بال و کھال، میرا ظاہر و باطن، میری خلوت و جلوت سب آپ پر ایمان لا چکے ہیں،

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد بیان فرمائی ...۔“

اس کے بعد مزید لمبی حدیث ہے، جس کے آخر میں ہے کہ دیہاتی نے یہ قصہ بنوا سلم کے ان ایک ہزار گھڑ سواروں، نیزہ برداروں کو سنایا جو آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آرہے تھے، یہ سن کر وہ سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

امام طبرانی رحمہ اللہ کا قول

”لم يروه عن داؤد بن أبي هند بهذا التمام إلا كهَمَس، ولا عن كهَمَس إلا معتمر، تفرد به محمد بن عبد الأعلى“۔

یہ روایت (سند میں موجود راوی) داؤد سے صرف کہمس نے، کہمس سے صرف معتمر نے نقل کی ہے، اور معتمر سے صرف محمد بن عبد الاعلیٰ یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا کلام

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ”البدایۃ والنہایۃ“^۱ میں یہ عنوان قائم کیا: ”حدیث الضب علی ما فیہ من النکارۃ والغرابۃ“۔ (گوہ والی روایت مع نکارت و غرابت)

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ کی سند سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

”قال البيهقي: روي في ذلك عن عائشة وأبي هريرة: وما ذكرناه هو أمثل الأسانيد فيه، وهو أيضا ضعيف، والحمل فيه على هذا السِّلْمِي، والله أعلم“۔

^۱ البدایۃ والنہایۃ: ۱۶۵/۶، ت: علی شیری، دار احیاء التراث العربی - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے، اور جو سند ہم نے ذکر کی ہے (یعنی سند حضرت عمر رضی اللہ عنہ) وہ اس باب میں سب سے بہتر ہے، اس کے باوجود یہ ضعیف ہے، جس کی ذمہ داری (سند میں موجود راوی) سلمیٰ پر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”لا یصح إسنادا ولا متنا“^۱۔ یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے ”صحیح“ نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”وضعه بعض قصاص البصرة، ولفظه متین علیہ شواہد الوضع ...“^۲۔ ”اسے بصرہ کے قصہ گوہ نے گھڑ رکھا ہے، اور روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر خود شاہد ہیں...“۔

واضح رہے کہ علامہ محمد بن یوسف صالحي رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد زیر بحث روایت کے اثبات میں بعض دلائل لائے ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔

حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”هذا خبر موضوع“^۳۔ یہ من گھڑت روایت ہیں۔

علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

^۱ سبل الہدی والرشاد لمحمد بن یوسف الصالحی الشامی (۹۴۲ھ): جماع أبواب معجزاته صلی اللہ علیہ وسلم فی الحيوانات، الباب العاشر فی شهادة الضب له بالرسالة، ۹/ ۴۲۱، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة: ۱۴۱۴ھ۔

^۲ المصدر السابق. واضح رہے کہ ہم نے یہ قول، مصدر ثنائوی سے لکھا ہے، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتب میں مجھے یہ قول تاحال نہیں ملا۔

^۳ کنز العمال: ۳۵۸/ ۱۲، رقم: ۳۵۳۶۴، مؤسسة الرسالة - بیروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۰۵ھ۔

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۳ھ) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”روی أبو بكر البیهقي حديث الضب من طريقه بإسناد نظيف، ثم قال البیهقي: الحمل فيه على السُّلَمي هذا. قلت: صدق - والله - البیهقي، فإنه خبر باطل“۔

ایک ”نظیف“ سند سے ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حدیث گوہ“ نقل کی ہے، پھر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) سُلمی پر ہے، (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ سچ کہا ہے، بلاشبہ یہ باطل روایت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”إسناده ضعيف جدا“۔ اور اس کی سند ”شديد ضعيف“ ہے۔
ایک دوسرے موقع پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وروى عنه الإسماعيلي في معجمه، وقال: بصري منكر الحديث“۔ اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں [سند میں موجود راوی] سُلمی سے روایات نقل کی ہے اور فرمایا ہے: (یہ سُلمی) بصری ”منکر الحديث“ ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”رواه الطبراني في الصغير والأوسط عن شيخه محمد بن

۱۔ کنز العمال: ۳۵۸/۱۲، رقم: ۳۵۳۶۴، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۰۵ھ۔

۲۔ میزان الاعتدال: ۳/۶۵۱، رقم: ۷۹۶۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

۳۔ التلخيص الحبير: ۴/۲۳۱، رقم: ۲۳۱۵، ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة - القاهرة، الطبعة: ۱۴۱۶ھ۔

۴۔ لسان الميزان: ۷/۳۶۰، رقم: ۷۱۸۴، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى:

علي بن الوليد البصري [أي السلمي] قال البيهقي: والحمل في هذا الحديث عليه. قلت: وبقية رجاله رجال الصحيح“^۱۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے ”صغیر“ اور ”اوسط“ میں یہ روایت اپنے استاد محمد بن علی بن ولید بصری (یعنی سلمیٰ) سے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) محمد بن علی بصری (یعنی سلمیٰ) پر ہے، میں (حافظ بیہقی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کا کلام

امام سیوطی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، حافظ دحیہ رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

”قلت: لحديث عمر طريق آخر، ليس فيه محمد بن علي بن الوليد، أخرجه أبو نعيم، وقد ورد أيضا مثله من حديث علي أخرجه ابن عساکر“^۲۔

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس میں محمد بن علی بن ولید (بصری سلمیٰ) نہیں ہے، جسے ابو نعیم رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے، اور اسی مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے ابن عساکر رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے۔

نعمانی رحمہ اللہ، حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ کی روایت ”دلائل النبوة“^۳ میں ہے، لیکن اس میں بھی محمد بن علی بن ولید بصری سلمیٰ موجود ہے، ممکن ہے امام سیوطی رحمہ اللہ کی

^۱ مجمع الزوائد ۵۱۸/۸، رقم: ۱۴۰۸۶، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ الخصائص الكبرى: باب قصة الضب، ۱۰۰/۲، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ دلائل النبوة: ذكر الظبي والضب، ۳۷۷/۲، رقم: ۲۷۵، ت: محمد رواس قلججي، دار الفانس - بيروت، الطبعة: ۱۴۰۶ھ۔

دوسرے مصدر کے حوالے سے یہ بات فرما رہے ہوں، البتہ میں اب تک حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ کسی ایسی سند پر مطلع نہیں ہو سکا ہو جس میں یہ سُلَمی نہ ہو، واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت آگے آرہی ہے۔
پھر بعد میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند مل گئی جو سُلَمی سے خالی ہے، لیکن اس میں گوہ کا زیر بحث قصہ ہی نہیں ہے، بلکہ گوہ کی ایک دوسری مشہور روایت ہے، واللہ اعلم۔

علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ نے "إمتاع الأسماع" میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"فخرج أبو نعیم من حدیث أبي بكر بن أبي عاصم قال: أخبرنا يحيى بن خلف، أخبرنا معمر قال: سمعت كهمس يحدث عن داود بن أبي هند، عن عامر قال: صحبت ابن عمر سنتين فما سمعته يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا حديث الضَّبِّ، وكان إذا حدثنا يحدثنا عن عمر، ولم يكن يحدث إلا عن فقه. قال أبو نعیم: كذا رواه يحيى بن خلف عن معتمر مختصراً، وطوله محمد بن عبد الأعلى." (إمتاع الأسماع: ۲۴۳/۵، ت: محمد عبد الحميد النميسي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۲۰ هـ).

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں دو سال رہا، میں نے ان سے اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے صرف حدیثِ ضَبِّ ہی سنی ہے، وہ جب بھی ہمیں بیان کرتے تو عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے، اور وہ فقہ کے ساتھ ہی حدیث بیان کرتے تھے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن خلف نے معتمر سے اسی طرح اس روایت کو مختصر نقل کیا ہے، اور محمد بن عبد الاعلیٰ نے اسے معتمر سے تفصیل سے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث مطول روایت نقل کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "روایتِ ضَبِّ" دو طریق سے ذکر کی ہے، پہلا طریق سُلَمی سے خالی ہے، لیکن مختصر ہے، اور اس کا متن بھی ذکر نہیں کیا، دوسرا طریق سُلَمی پر مشتمل ہے، وہ مفصل ہے، جیسا کہ ہم سابق میں اسے لکھ چکے ہیں، تلاش کرنے پر حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ "روایتِ ضَبِّ" کا متن بطریق عامر شعبی جو سُلَمی سے خالی ہے، "صحیح بخاری" میں مل گیا، لیکن اس "روایتِ ضَبِّ" میں زیر بحث قصہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اسی علت کی جانب اشارہ فرما رہے ہیں کہ روایتِ شعبی بطریق محمد بن عبد الاعلیٰ عن معتمر (جس میں سُلَمی نہیں ہے) جس مطول مضمون کو شامل ہے، روایتِ شعبی بطریق یحییٰ بن خلف عن معتمر کا مختصر متن یکسر اس سے خالی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ملاحظہ ہو:

"حدثنا محمد بن الوليد، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن توبة العنبري قال: قال لي الشعبي: أرأيت حديث الحسن عن النبي صلى الله عليه وسلم، وقاعدت ابن عمر قريبا من سنتين أو سنة ونصف، فلم أسمعته يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم غير هذا، قال: كان ناس من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيهم سعد، فذهبوا يأكلون من لحم، فنادتهم امرأة من بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم =

ملا علی قاری رحمۃ اللہ کا قول

”قيل: إنه موضوع، وقال المِزِّي: لا يصح إسنادا ولا متنا، لكن رواه البيهقي بسند ضعيف، وذكره القاضي عياض في الشفاء، فغايتة الضعف لا الوضع“^۱.

کہا گیا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اور حافظ مِزِّي رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے ”صحیح“ نہیں ہے، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ نے اسے بسندِ ضعیف اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ”شفاء“ میں ذکر کیا ہے، چنانچہ زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ کا کلام

”و هو مطعون فيه، وقيل: إنه موضوع، لكن معجزاته - صلى الله عليه وسلم - فيها ما هو أبلغ من هذا، وليس فيه ما ينكر شرعا، خصوصا وقد رواه الأئمة، فنهايته الضعف لا الوضع، والله أعلم“^۲.

اس روایت پر جرح کی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ من گھڑت ہے، لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اور اس میں کوئی شرعی

= إنه لحم ضب، فأمسكوا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلوا أو اطعموا فإنه حلال أو قال لا بأس به، شك فيه، ولكنه ليس من طعامي“ (الصحيح للبخاري: ۹/ ۹۰، ت: محمد زهير بن ناصر، دار طوق النجاة، ط: ۱۴۲۲ھ)

توبہ العنبری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو تو حسن رحمۃ اللہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کتنی ہی احادیث (یعنی مرسلات) بیان کرتے ہیں، حالانکہ میں ان عمرؓ کے پاس دو یا ڈیڑھ برس رہا ہوں، لیکن میں نے اس عرصہ میں ان سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے انتساب سے صرف یہ حدیث سنی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کی جماعت جن میں حضرت سعدؓ بھی تھے گوہ کا گوشت کھانے لگے، نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، یہ سن کر صحابہ کھانے سے رک گئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کھاؤ، یا فرمایا کہ کھلاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ راوی کو ان الفاظ میں شک ہے۔ لیکن یہ میری خوراک (غذا) نہیں ہے (یعنی میری طبیعت میں اس کی جانب میلان نہیں ہے)۔

۱۔ الأسرار المرفوعة: ۱/ ۲۳۹، رقم: ۲۷۲، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: ۱۳۹۱ھ۔

۲۔ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدية: ۲/ ۲۷۹، المكتبة التوفيقية - القاهرة، الطبعة: ۱۳۲۶ھ۔

نکارت بھی نہیں ہے، جبکہ ائمہ نے بھی اسے نقل کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکشف الحثیث“^۱ میں اور حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے ”البدر المنیر“^۲ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

طریق حضرت علی رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۳ میں یہی روایت بطریق علی رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا أبو الفتح نصر بن محمد بن عبد القوي الفقيه قال: نا أبو الفتح نصر بن إبراهيم الزاهد، أنا الفقيه أبو نصر محمد بن إبراهيم بن علي الهاروني، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عمران بن موسى بن عروة بن الجراح، نا أبي، أخبرني علي بن محمد بن حاتم، حدثني أبو عبد الله الحسين بن محمد بن يحيى العلوي بالمدينة، عن أبيه، عن جده، عن علي بن أبي طالب رضوان الله عليه قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم في مجلسه يحدث الناس بالثواب والعقاب والجنة والنار والبعث والنشور إذ أقبل أعرابي من بني سليم....“

تخریج روایت کے بعد آپ لکھتے ہیں:

^۱ الکشف الحثیث: ۱/ ۲۴۱، رقم: ۷۰۷، ت: صبحی السامرائی، مکتبة النهضة العربية - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

^۲ البدر المنیر: ۲۰۱/ ۹، ت: مصطفى أبو الغیط و عبد الله بن سليمان ویاسر بن کمال، دار الهجرة - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۲۵ھ۔

^۳ تاریخ دمشق: ۴/ ۳۸۱، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۶ھ۔

”هذا حديث غريب، وفيه من يجهل حاله، وإسناده غير متصل....“
 یہ غریب حدیث ہے، اس میں مجہول راوی ہیں، سند متصل نہیں ہے...“
 حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت
 لا کر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تاریخ دمشق کی سند میں موجود راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ یعرف بابن
 الجندی (المتوفی ۳۹۶ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام
 حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وكان يضعف في روايته، ويطن عليه في مذهبه، سألت
 الأزهرى عن ابن الجندی، فقال: ليس بشيء، وقال لي الأزهرى أيضا:
 حضرت ابن الجندی وهو يقرأ عليه كتاب ”ديوان الأنواع“ الذي
 جمعه، فقال لي أبو عبد الله ابن الأبّوسی: ليس هذا سماعه، وإنما رأى
 نسخة على ترجمتها اسم وافق اسمه فادعى ذلك قال العتيقي كان
 يرمى بالتشيع، وكانت له أصول حسان“^۱.

ان کی روایات میں ”تضعیف“ کی گئی ہے، اور ان کے مذہب میں بھی
 طعن کیا گیا ہے، میں نے ازہری سے ابن جندی کے بارے میں پوچھا، آپ نے
 ابن جندی کو ”لیس بشی“ کہا، اور ازہری نے مجھے یہ بھی کہا کہ میں ابن جندی
 کے پاس گیا تو ان پر ان کا مجموعہ ”دیوان الانواع“ پڑھا جا رہا تھا، جس کے بارے
 میں ابو عبد اللہ ابن ابّوسی نے مجھے بتایا کہ یہ ان کی اپنی سماعت نہیں ہے، بلکہ
 ابن جندی نے اپنے نام کے موافق ایک نسخہ دیکھا تو دعویٰ کر دیا کہ یہ اس کا نسخہ
 ہے... عتیقی کا کہنا ہے کہ ابن جندی تشیع سے متہم ہے، اور اس کے اچھے اصول ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد: ۶/ ۲۴۴، رقم: ۲۲۳۴، ت: بشّار عواد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں ابن جُنْدی کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“^۲ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وقال العتّیقی کان یرمی بالتشیع، وأورد ابن الجوزي في الموضوعات في فضل عليّ حديثاً بسند رجاله ثقات إلا الجندي فقال: هذا موضوع ولا يتعدي الجندي [كذا في الأصل]“.

عتّیقی کا کہنا ہے کہ ابن جُنْدی تشیع سے متہم ہے، نیز حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”موضوعات“ میں ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے جس میں جُنْدی کے علاوہ سب ثقہ راوی ہیں، چنانچہ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (نقل روایت کے بعد) فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے (جس میں وضع کی تہمت) جُنْدی سے تجاوز نہیں کرتی۔

اس کے بعد حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت (بطریق عمر رضی اللہ عنہ) میں سُلمی کو ”ذمہ دار“ قرار دیا ہے، موصوف کے کلام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ

^۱ میزان الاعتدال: أحمد بن محمد بن عمران، ۱/ ۱۴۷، رقم: ۵۷۵، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت.

^۲ لسان الميزان: ۱/ ۶۳۹، رقم: ۷۸۹، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ.

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، اسی طرح حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں روایت کو من گھڑت، باطل کہا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو شدید ضعیف، حافظ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے متن و سند کو ”لاصح“، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں غرابت و نکارت پر مشتمل قرار دیا ہے، نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کو ضعیف کہا ہے، اگر ضعیف سے مراد شدید ضعیف ہو (قرین قیاس بھی یہی ہے) تو یہ روایت بہر صورت شدید ضعیف ہے، جسے عند الجمہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، اور اگر مراد ضعف خفیف ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، تو اس صورت میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ائمہ سابقین (حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ) کے معارض ہے، اور ترجیح فریق اول (جمہور) کو ہے، کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوران کلام فرمایا ہے کہ:

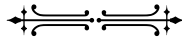
① ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اس لئے اس واقعہ کو من گھڑت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ یہ ضعیف ہے“، آپ جان چکے ہیں کہ ائمہ سابقین جزاً روایت کو موضوع، شدید ضعیف فرما رہے ہیں، اور کسی نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا کہ یہ قصہ معجزہ کی حیثیت سے مخدوش ہے، بلکہ بیان وضع و ضعف شدید میں غرابت و نکارت، اسناد و متن میں سقم شدید جیسے امور لکھے ہیں، چنانچہ ان علل کے بیان کے ساتھ بعض نے اسے جزاً باطل، من گھڑت کہا ہے، جبکہ

بعض نے شدید ضعیف کہا ہے، حاصل یہ ہے کہ ان محدثین کے نزدیک مذکورہ امور کی بناء پر روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا گیا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ ”آپ ﷺ کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں“ اثباتِ روایت کی دلیل نہیں بن سکتا، واللہ اعلم۔

(۲) ”اس روایت کی بعض سندیں ایسی ہیں جس میں سلمیٰ نہیں ہے، اس لئے سلمیٰ کو مدار بنا کر روایت کو من گھڑت کہنا درست نہیں ہے“، جواب یہ ہے جو محدثین کرام متنِ روایت کو جزاً من گھڑت فرما رہے ہیں، ان کا قول ان سندوں میں بھی متنِ روایت کے حکم بالوضع میں حجت ہے، خصوصاً ”تاریخ دمشق“ کی روایت (جس میں سلمیٰ نہیں ہے) کی سند میں انقطاع سند، وجہالتِ راویان کی تصریح حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ خود فرما چکے ہیں، (اس خاص تناظر میں کہ محدثین کی ایک جماعت اسے من گھڑت کہہ چکی ہے) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دونوں سندیں لانے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کرنے والے ہیں، نیز ”تاریخ دمشق“ کی روایت (جس میں سلمیٰ نہیں ہے) کی سند بذاتِ خود ایک شدید مجروح راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ یعرف بابن الجندی پر مشتمل ہے (ان کے بارے میں کلام گذر چکا ہے) اس لئے یہ سند بذاتِ خود ایک ایسے متن کو ثابت قرار دینے سے قاصر ہے جسے محدثین کی ایک جماعت من گھڑت، شدید ضعیف کہہ چکی ہے، واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ ”تاریخ دمشق“ کے علاوہ سلمیٰ سے خالی سند۔ جسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔ یکسر اس زیر بحث قصہ سے خالی ہے، جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے۔

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ روایت بہر صورت ضعفِ شدید پر مشتمل ہے، اور محدثین کی ایک جماعت (حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے صاف من گھڑت بھی کہا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۱۴)

روایت: ”الدنيا مزرعة الآخرة“۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
حکم: یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) ثابت نہیں ہے،
اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے،
البتہ اس کا معنی درست ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو ”إحياء علوم الدين“^۱ میں بلا سند نقل کیا ہے۔

روایت پر کلام

علامہ صفانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔^۲

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”لم أجده بهذا اللفظ مرفوعاً، وروى العقيلي في الضعفاء وأبو بكر ابن لال في مكارم الأخلاق من حديث طارق بن أشيم: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته ... [الحديث كذا في الأصل] وإسناده ضعيف“^۳۔

مجھے یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) نہیں ملی، البتہ عقيلي رحمۃ اللہ علیہ نے ”ضعفاء“ میں اور حافظ ابن لال رحمۃ اللہ علیہ نے ”مكارم الاخلاق“ میں

^۱ إحياء علوم الدين: ۴/ ۱۹، بیان أقسام الذنوب بالإضافة إلى صفات العبد، دار المعرفة - بيروت.

^۲ موضوعات الصفاني: ۶۴، رقم: ۱۰۶، دار المأمون للتراث - بيروت.

^۳ المغني عن حمل الأسفار: ۹۹۲/۱، رقم: ۳۶۰۹، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ.

طارق بن اَشِیْم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: ”آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے...“۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں) اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ کا کلام

”حدیث: الدنيا مزرعة الآخرة، لم أقف عليه مع إيراد الغزالي له في الإحياء، وفي الفردوس بلا سند عن ابن عمر مرفوعاً: الدنيا قنطرة الآخرة فاعبروها، ولا تعمروها. وفي الضعفاء للعقيلي ومكارم الأخلاق لابن لال من حديث طارق بن أشيم رفعه: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته، الحديث. وهو عند الحاكم في مستدركه وصححه، لكن تعقبه الذهبي بأنه منكر، قال: وعبد الجبار يعني راويه لا يعرف“۔

حدیث: ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے“، میں اس روایت سے واقف نہیں ہوں، جبکہ امام غزالی رحمۃ اللہ نے اسے ”إحياء“ میں لکھا ہے، اور ”مسند فردوس“ میں بلا سند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو۔ عقیلی رحمۃ اللہ نے ”ضعفاء“ میں اور ابن لال رحمۃ اللہ نے ”مکارم الاخلاق“ میں طارق بن اَشِیْم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: ”آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے الحدیث۔ یہی روایت حاکم رحمۃ اللہ نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے، لیکن ذہبی رحمۃ اللہ نے اسے منکر کہا ہے، اور کہا ہے کہ سند میں موجود راوی عبد الجبار ”غیر معروف“ ہے۔“

لہ المقاصد الحسنة: رقم: ۴۹۷، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى:

۱۴۰۵ھ۔

۲۔ مکمل روایت اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ کا کلام یہ ہے:

”عبد الجبار بن وهب مجهول أيضا وحديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الخلواني قال: =

دواہم فوائد

① حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ”منکر“ کا بظاہر یہ معنی ہے کہ اس روایت کو مرفوعاً بیان کرنا ”محفوظ“ نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“^۱ میں سند میں موجود راوی عبد الجبار بن وہب کے بارے میں لکھا ہے: ”معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے“، اس کے بعد عبد الجبار بن وہب کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھا کہ ”عبد الجبار بن وہب کی روایات محفوظ نہیں ہیں۔“ اور ذیل میں یہ روایت نقل کر کے حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”یہ مضمون حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے“^۲، حاصل یہ رہا کہ حافظ عقیلی اور

= حدثنا يحيى بن أيوب المَقَابِرِي، قال: حدثنا عبد الجبار بن وهب، قال: حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعمة الدار الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار الدنيا لمن صرعه عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: أقبح الله أعصانا للرب. هذا يروى عن علي من قوله: “كتاب الضعفاء: ۸۹/۳، رقم: ۱۰۶۰، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: ۱۴۰۸ هـ۔
 ۱۔ ”میزان الاعتدال“ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”عبد الجبار بن وهب شيخ ليحيى بن أيوب المَقَابِرِي. لا يدري من هو، قال العقبلي: حديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الخُلَوَانِي، حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا عبد الجبار بن وهب، حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه مرفوعاً: نعمت الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار لمن صرعه عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: قبح الله أعصانا للرب. قال العقبلي: هذا يروى من قول علي“. ميزان الاعتدال: ۵۳۵/۲، رقم: ۵۷۴۹، ت: علي محمد الجاوي، دار المعرفة - بيروت.

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مکمل روایت ”تاریخ بغداد“ میں اس طرح ہے:

”حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ غَمَرٍ الْقَوَّاسُ، قَالَ: قُرِئَ عَلَيَّ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، وَأَنَا أَسْمَعُ، قِيلَ لَهُ حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ، بِمَكَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ زَادَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، قَالَ: كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فَسَمِعَ رَجُلًا يَشْتُمُ الدُّنْيَا وَيُفْجِسُ فِي شَتْمِهَا، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَسْمَعُكَ تَشْتُمُ الدُّنْيَا وَتُفْجِسُ فِي شَتْمِهَا؟ أَوَلَيْسَ هُوَ الْبَلَاءُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، سَامِعِينَ مُطِيعِينَ، فَأَنْشَأَ عَلِيٌّ يَقُولُ: إِنَّ الدُّنْيَا لَمَنْزِلٌ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارٌ لِمَنْ فُهِمَ عَنْهَا، وَعَاقِبَةٌ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، مَنْزِلٌ أَحِبَّاءِ اللَّهِ وَمَهْطٌ وَحْيِهِ، وَمَصَلَى مَلَائِكَتِهِ، وَمَتَجَرُّ أَوْلِيَائِهِ، اكْتَسَبُوا الْجَنَّةَ وَرَبِحُوا فِيهَا الْمَغْفِرَةَ، فَذَمَّهَا أَقْوَامٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ، ذَكَرْتُهُمْ فَذَكَرُوا وَحَدَّثْتُهُمْ =

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت (آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے...) آپ ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے ”محفوظ“ نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(۲) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ”مسند فردوس“ میں بلا سند مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) موجود ہے، بندہ کو بھی اس کی سند نہیں مل سکی، بلکہ اس قول کو (یعنی دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو) حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں یحییٰ بن معاذ رازی (المتوفی: ۲۵۸ھ) کے اقوال میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“^۲ میں اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال میں لکھا ہے، واللہ اعلم۔

اہم نوٹ: عنوان دواہم فوائد کے تحت مذکور دونوں روایتیں فی الحال اس مقام پر ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اجمالی طرز اختیار کیا ہے۔

= فَصَدَّقُوا، فَمَنْ ذَا يَدْعُمُهَا وَقَدْ أَدْنَتْ بِبَيْتِهَا، وَتَادَتْ بِأَنْفِطَاعِهَا؟ رَاحَتْ بِفَجِيعَةٍ، وَأَسْكَرَتْ بِعَاقِبَةِ تَخْوِيفٍ وَتَرْهِيْبٍ، يَأْيُهَا الذَّامُ الدُّنْيَا، الْمُقْبِلُ بِتَغْيِيرِهَا مَتَى اسْتَدْنَتْ إِلَيْكَ، أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ.

أَبْضَاجُ آبَائِكَ مِنَ الثَّرَى؟ أَوْ بَمَنَازِلِ أُمَّهَاتِكَ مِنَ الْبَلَى، أَمْ بِبَوَاكِرِ الصُّرُخِ مِنْ إِخْوَانِكَ، أَمْ بِطَوَارِقِ النَّعْيِ مِنْ أَحْبَابِكَ؟ هَلْ رَأَيْتَ إِلَّا نَاعِيًا مَنَعِيًا، أَوْ رَأَيْتَ إِلَّا وَارِثًا مَوْزُونًا، كَمْ عَلَلَّتْ بَيْدَتِكَ؟ أَمْ كَمْ مَرَضَتْ بِكَفِّكَ؟ تَبْتَغِي لَهُ الشِّفَاءَ وَتَسْتَوْصِفُ الْأَطْيَاءَ، لَمْ تَنْفَعُهُ بِشِفَاعَتِكَ، وَلَمْ تَنْجُ لَهُ بِطَلَّتِكَ.

بَلْ مُثِّلْتَ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَبِمَضْجِعِهِ مَضْجَعَكَ غَدَاةً لَا يَغْنِي عَنْكَ بُكَائُكَ، وَلَا يَنْفَعُكَ أَحْيَاؤُكَ، فَهَيْهَاتَ، أَيُّ مَوَاطِئِ الدُّنْيَا لَوْ نَصَتْ لَهَا؟ وَأَيُّ دَارٍ لَوْ فَهِمَتْ عَنْهَا، وَأَيُّ عَاقِبَةٍ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا! انْصَرَفَ إِذَا شِئْتَ. تاریخ بغداد، ت: ترجمۃ الحسن بن أبان أبو محمد البغدادی، ۲۳۵/۸، الدكتور بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۵۳/۱۰، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

^۲ تاریخ دمشق: ۴۷/۴۳۰، ت: عمر بن غرامة، دارالفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

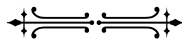
علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ کا قول

موصوف نے اس روایت کو ان احادیث میں شمار کیا ہے جن کی ان کو سند نہیں ملی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ، علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ، علامہ قاو قحی رحمۃ اللہ،
علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ کا کلام
ان حضرات محدثین کرام نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا
ہے، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵۔

روایت کا حکم

ان تمام محدثین کرام کی تصریح کے مطابق یہ روایت ان الفاظ
سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



۱۔ طبقات الشافعية الكبرى: ۶/۳۵۶، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دار إحياء الكتب العربية - القاهرة، الطبعة الثانية: ۱۴۱۳ھ۔

۲۔ المصنوع: ۱/۱۰۱، رقم: ۱۳۵، ت: شیخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب۔

۳۔ الجذ الحثيث في بيان ليس بحديث: رقم: ۱۶۹، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت۔

۴۔ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۸۲/۱، رقم: ۲۰۴، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ۔

۵۔ أسنى المطالب: رقم: ۶۸۰، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

روایت نمبر: (۱۵)

روایت: ”تخلّقوا بأخلاق الله“. اللہ کے اخلاق اپناؤ۔

حکم: باطل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت کے بعض مصادر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ یمینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بلا سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”...وَرَوَوْا فِي ذَلِكَ أَثْرًا بَاطِلًا: ”تخلّقوا بأخلاق الله““۔

”... اور ان لوگوں میں سے بعض افراد نے اس بارے میں (پہلے سے

ایک بات چل رہی ہے) ایک باطل روایت گھڑ رکھی ہے کہ ”اللہ کے اخلاق اپناؤ“۔

روایت کا حکم

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت ”باطل“

ہے، اس لئے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

^۱ تفسیر الفخر الرازی: سورة آل عمران، ۳۹۷/۹، دار احیاء التراث العربی - بیروت.

^۲ الفتاویٰ الحدیثیہ: ص: ۲۰۸، دار الفکر - بیروت.

^۳ إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری: باب قول الله تعالى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} [النساء: ۱۶۵].

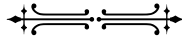
۲۴۱/۵، المطبعة الكبرى الأميرية - مصر.

^۴ مدارج السالکین بین منازل إياك نعبد وإياك نستعين: ۱۸۰/۳، دار احیاء التراث العربی - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول تخریج کیا ہے جو زیر بحث روایت کے مشابہ ہے، اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرات اکابر میں سے کسی کا قول ہے، قول ملاحظہ ہو:

”معاشرۃ العارف کمعاشرۃ اللہ، یتَحَمَّلُکَ ویَحِلُّمُ عنک، تخلقا بأخلاق اللہ الجمیلۃ“۔ اللہ کے خوبصورت اخلاق اپناتے ہوئے، عارف کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ، اللہ کا بندوں کے ساتھ برتاؤ کی مانند ہوتا ہے، وہ آپ کی جانب سے پیش آمدہ تکالیف برداشت کرتا ہے، اور درگزر سے کام لیتا ہے۔



^۱ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفياء: ۳۵۱/۹، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

روایت نمبر: (۱۶)

روایت: کھانے کے بعد کی دعا: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين.“

یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظ ”من“ کی زیادتی مصادر اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: ”... وجعلنا مسلمین“ ہے، ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مصادر

واضح رہے کہ یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ علامہ علی متقی رحمہ اللہ نے ”کنز العمال“^۱ میں لکھی ہے، اور ذیل میں ”مسند احمد“، ”سنن اربعہ“ اور ”ضیاء“ کا حوالہ دیا ہے، البتہ ان تمام کتابوں میں یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر یعنی: ”... وَجَعَلْنَا مُسْلِمِينَ“ کے الفاظ سے ہے، دیکھئے:

مسند أحمد: رقم: مسند أبي سعيد الخدري، ۳۷۵/۱۷، رقم: ۱۱۲۷۶، مؤسسة الرسالة - بيروت.

سنن الترمذي: كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ۵۰۸/۵، رقم: ۳۴۵۷، دار إحياء التراث العربي - بيروت.

سنن أبي داود: كتاب الأطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، ۴/۱۲۰، رقم: ۳۸۵۰، دار ابن حزم - بيروت.

سنن النسائي: ۱۱۶/۷، رقم: ۱۰۰۴۷، مؤسسة الرسالة - بيروت.

سنن ابن ماجه: كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ۱۰۹۲/۲، رقم: ۳۲۸۳، دار الفكر - بيروت.

^۱ کنز العمال: ۱۰۴/۷، رقم: ۱۸۱۷۹، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱۴۰۵ھ.

حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ”احادیث مختارہ“ میں مجھے یہ روایت نہیں مل سکی۔

یہ بھی واضح رہے کہ حافظ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف ”کنز العمال“ میں یہ روایت ”الجامع الصغیر للسیوطی“^۱ سے لی ہے (تفصیل جاننے کے لئے ”کنز العمال“ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں)، اور اس ”جامع صغیر“ میں بھی یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر یعنی: ”... وَجَعَلْنَا مُسْلِمِينَ“ کے الفاظ سے ہے، نیز ”جامع صغیر“ کی دوسرے دو شروح ”فیض القدير“^۲ اور ”التيسير“^۳ میں یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔

سابقہ ذکر کردہ مصادر اصلہ (یعنی وہ محدثین جو اپنی سند متصل سے روایت نقل کرتے ہیں) کے علاوہ بہت سے محدثین نے یہ روایت اپنی اپنی سندوں سے تخریج کی ہے، اور کہیں بھی یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ لفظ ”من“ کے بغیر ہی ہے، چند کے نام ملاحظہ ہوں:

”مسند عبد بن حمید“، ”المصنف لابن أبي شيبة“، ”شعب الإيمان“، ”كتاب الدعاء للطبراني“۔

تحقیق کا حاصل

حاصل یہ ہے کہ سابقہ تفصیلات کی روشنی میں یہی قرین قیاس ہے کہ یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے، یعنی ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“۔

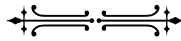
کتب: ”کنز العمال“ کے علاوہ حافظ محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (البتونی: ۱۰۹۴ھ)

^۱ الجامع الصغیر: ص: ۱۹، رقم: ۶۷۵۶، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۲۵ھ۔

^۲ فیض القدير: ۵/ ۱۵۱، رقم: ۶۷۵۶، دارالمعرفة - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۳۹۱ھ۔

^۳ التيسير: حرف الكاف، ۲/ ۴۹۷، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، ط: ۱۴۰۸ھ۔

کی کتاب ”جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد“ کا ایک نسخہ جو مولانا محمد طارق سہارنپوری صاحب کی تحقیق کے ساتھ سہارنپور سے شائع ہوا ہے اس میں لفظ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“ موجود ہے^۱، جبکہ ”جمع الفوائد“ کا ایک دوسرا نسخہ جو ابو علی سلیمان بن دریع کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں یہ دعا لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر بحوالہ ”سنن ترمذی“ منقول ہے^۲، حالانکہ آپ جان چکے ہیں کہ ”سنن ترمذی“ اور ”سنن ابوداؤد“ میں یہ لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔ نیز ”جمع الفوائد“ کے ماخوذ منہ مصدر ”جامع الأصول لابن الأثیر“^۳ میں بھی یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“، لفظ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔



^۱ جمع الفوائد: ۳۸۲/۷، رقم: ۷۸۸۱، ت: طارق السہارنفوری، طبع فی سہارنفور۔

^۲ جمع الفوائد: کتاب الأذکار، ۸۹/۴، ت: أبو علی سلیمان بن دریع، دار ابن حزم - بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۳ جامع الأصول: ۳۰۶/۴، ت: عبد القادر الأرنبوط، مکتبۃ دار البیان - بیروت، ط: ۱۳۹۲ھ۔

روایت نمبر: (۱۷)

وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“
پڑھنے کے مختلف فضائل
حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت: ”من قرأ في إثر وضوئه: إنا أنزلناه في ليلة القدر. مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كان في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء“.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ ایک مرتبہ پڑھے گا، وہ صدیقین میں شمار ہوگا، اور جو دو مرتبہ پڑھے گا، اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ انہیں نبیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

اس حدیث کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

① روایت کا مصدر اصلی

② روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام

③ ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم

④ اہم نوٹ

روایت کا مصدر

یہ روایت دیلمی رحمہ اللہ کی ”مسند الفردوس“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) مروی ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ”الحاوی للفتاویٰ“^۱ میں لکھتے ہیں:

^۱ الحاوی للفتاویٰ: کتاب الطہارۃ، ۱/ ۳۳۹، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

”روی الدیلمی فی مسند الفردوس من طریق أبی عبیدة، عن الحسن، عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ في أثر^۱ وضوئه إنا أنزلناه في ليلة القدر مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كتب في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء. وأبو عبيدة مجهول“.

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ ایک مرتبہ پڑھے گا، وہ صدیقین میں شمار ہوگا، اور جو دو مرتبہ پڑھے، اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے، اللہ تعالیٰ انہیں نیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔ اس سند میں ابو عبیدہ مجہول راوی ہے۔

حافظ ابن حجر، ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ“^۲ میں مذکور روایت نقل کر کے لکھا ہے: ”رواہ الدیلمی وفي سندہ مجهول“۔ یہ روایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے، اور اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

فائدہ:

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۹۴ھ) نے ”نزهة المجالس“^۳ میں یہ حدیث نقل کی ہے، لیکن فضیلت مختلف ہے، موصوف رقمطراز ہیں:

”وأن يقرأ أيضا إنا أنزلناه في ليلة القدر“ لما ورد في الحديث: من قرأ إنا أنزلناه في ليلة القدر عقب وضوئه غفر له ذنوب أربعين سنة“.

ترجمہ: وضوء کرنے والا ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھے، کیونکہ حدیث

^۱ له أثر و اثر کلاهما يستعمل .

^۲ الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ: باب الوضوء ۵۹/۱، دار الفکر - بیروت .

^۳ نزهة المجالس: باب فضل الصلوات لیلا ونهارا ومتعلقاتها، محمد الخشاب، المطبعة الکاستلیہ - الہند، ط: ۱۲۸۳ھ .

میں ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھ لے تو اس کے چالیس (۴۰) برس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کنز العمال“^۱ میں بھی بحوالہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ یہ روایت نقل کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“^۲ میں لکھتے ہیں:

”وكذا قراءة سورة ”إنا أنزلناه“ عقب الوضوء لا أصل له، وإن رأيت في المقدمة المنسوبة للإمام أبي الليث من الحنفية إirاده مما الظاهر إدخاله فيها من غيره، وهو أيضا مفوت سننه [كذا في الأصل]“.

اسی طرح وضوء کے بعد سورہ ”إنا أنزلناه“ کی بھی کوئی اصل نہیں، اگرچہ وضوء کے بعد کا یہ عمل میں نے امام ابو الیث حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب مقدمہ میں بھی پایا ہے^۳، بظاہر مقدمہ میں یہ کسی دوسرے نے داخل کر دی ہے، نیز اس کا پڑھنا سنن وضوء کو فوت کرنے والا ہے^۴۔

^۱ کنز العمال: کتاب الطہارۃ، ۲۹۹/۹، رقم: ۲۶۰۹، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: رقم: ۱۱۶۲، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔
^۳ علامہ محمد بن عمر سفیری (الوفی ۹۵۲ھ) نے ”المجالس الوعظیة فی شرح أحادیث خیر البریة“ میں فقیہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت بلا سند ان الفاظ سے بھی نقل کی ہے: ”روي عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال: من قرأ سورة إنا أنزلناه في ليلة القدر على أثر الوضوء مرة واحدة، أعطاه الله تعالى ثواب خمسين سنة، صيام نهارها وقيام ليلها، ومن قرأها مرتين أعطاه الله تعالى ما أعطاه الخليل والكليم والحبیب والرفیع، ومن قرأها ثلاث مرات يفتح الله تعالى له ثمانية أبواب الجنة فيدخلها من أي باب شاء بلا حساب ولا عذاب“۔ (۲/ ۳۹۰، ت: أحمد فتحي عبد الرحمن، دار الكتب العلمية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۵ھ)۔

^۴ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”نقویۃ سنت“ پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وأما قوله: وهو مفوت سننه، أي: سنة الوضوء، ففيه أن الوضوء ليس له سنة مستقلة كما حققه الغزالي، وإنما يستحب أن يصلي بعد كل وضوء،

خائِکَہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ فرما رہے ہیں کہ وضوء کے بعد ”إنا أنزلناه“ میں مشغول ہونا مسنون عمل کو فوت کرتا ہے، بظاہر امام سخاوی رحمۃ اللہ کے کلام میں وضوء کے بعد کے اس مسنون عمل کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جو شخص اچھی طرح وضوء کرے، پھر یہ دعا پڑھے: ”أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين“ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔^۱

۲- اسماعیل بن محمد مجلونی رحمۃ اللہ کا قول

موصوف نے ”كشف الخفاء“^۲ میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

(۳) علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ کا کلام

آپ نے ”النُّخْبَةُ الْبَهِيَّةُ“^۳ میں اسے ”لا أصل“ کہا ہے۔

۴- علامہ ابوالحسن قاتوجی حنفی رحمۃ اللہ کا قول

موصوف نے ”اللؤلؤ المرصوع“^۴ میں پہلے کسی کی جانب سے

ولم يشترط أحد فوريتها بعده فلا ينافي قراءة سورة وغيرها عقيب الوضوء قبل الصلاة، نعم قيل: الأولى أن يصلي قبل أن تنشف أعضاء وضوئه والله أعلم“.

الأسرار المرفوعة: ص: ۳۴۰، رقم: ۵۱۶، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۶ هـ۔
لے سنن الترمذي: باب فيما يقال بعد الوضوء، ۷۸/۱، رقم: ۵۵، ت: أحمد شاكر، دار إحياء التراث العربي - بيروت.

لے كشف الخفاء: ۳۱۹/۲، رقم: ۲۵۶۶، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - بيروت، ط: ۱۴۲۱ هـ۔

لے النخبة البهية: ص: ۱۱۹، رقم: ۳۶۱، ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۹ هـ۔

لے اللؤلؤ المرصوع: ص: ۱۹۶، رقم: ۶۱۱، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ هـ۔

تفویت سنت کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

”.... لكن حديث قراءة إنا أنزلناه ذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي، وهو إمام جليل، وكذا ذكره غيره من علمائنا.“
 ”... لیکن وضوء کے بعد ”انا انزلناه“ پڑھنے کی روایت فقیہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، ان کے علاوہ بھی ہمارے علماء نے اس کو ذکر کیا ہے۔“

۵۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ ”الأسرار المرفوعة“^۱ میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وأراد أنه لا أصل له في المرفوع، وإلا فقد ذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي وهو إمام جليل ...“
 ”امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول: ”لا أصل له“ سے مراد یہ ہے کہ اس روایت کی مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایتوں میں کوئی اصل نہیں، اگر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہ معنی نہ لیا جائے تو [امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام درست نہیں ہوگا، کیونکہ] فقیہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کیا ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، [چنانچہ اسے مطلقاً بے اصل کہنا مراد نہیں ہے، بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے] ...“

۶۔ علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ ”الجد الحثيث“^۲ میں لکھتے ہیں: ”لا أصل لها وإن أورد ذلك في المقدمة المنسوبة لأبي الليث“. یہ بے اصل روایت

^۱ الأسرار المرفوعة: ص: ۳۴۰، رقم: ۵۱۶، ت: محمد الصباح، المكتب الإسلامي - بيروت: ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ الجد الحثيث: ۱/ ۲۳۴، رقم: ۵۳۰، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت: ط: ۱۴۱۸ھ۔

ہے، اگرچہ ابواللیث کی جانب منسوب مقدمہ میں موجود ہے۔

۷۔ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ کا قول

علامہ طحاوی رحمۃ اللہ (المتوفی: ۱۲۳۱ھ)، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: ”ولفظه يدل على وضعه“^۱۔ روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ اور حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ کے اقوال ابتداء میں گذر چکے ہیں، یعنی آپ دونوں نے سند میں ایک راوی کو مجہول قرار دیا ہے، اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ کی تصریح کے مطابق وہ راوی ابو عبیدہ ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم

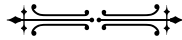
آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ کی متابعت میں علامہ عجونی رحمۃ اللہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ، علامہ قاقچی رحمۃ اللہ، حافظ عزری رحمۃ اللہ، علامہ طحاوی رحمۃ اللہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ ان سب علماء نے اس حدیث کو بے اصل کہا ہے، اور امام سخاوی رحمۃ اللہ کے اس موقع پر بے اصل کہنے سے یہ مراد ہے کہ یہ روایت رسالت مآب ﷺ سے مرفوعاً ثابت نہیں ہے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے، بلکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ نے اس کے من گھڑت ہونے کی بھی تصریح کر دی ہے۔

ان تمام ائمہ کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں، چنانچہ رسالت مآب ﷺ کی جانب اس روایت کا انتساب درست نہیں ہے^۲۔

^۱ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الطہارۃ، ص: ۷۹، ت: محمد عبد العزیز الخالدي، دار الکتب العلمیۃ — بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۲ اہم فائدہ: بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے، سورۃ انا انزلناہ کے فضائل پر مشتمل، ایک دوسرے طریق ملا، جسے حافظ

نَبِيُّهُ: واضح رہے کہ یہ تفصیل صرف اس حیثیت سے تھی کہ آپ ﷺ کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا شرعاً کیا مقام رکھتا ہے؟ آپ جان چکے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے، لیکن بعض فقہاء خصوصاً شوافع علیہم الرحمہ نے اپنی فقہی کتب میں وضوء کے بعد اس عمل کو مستحب کہا ہے، احناف میں بھی بعض نے اسے مستحب لکھا ہے، جیسے فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ، اس لئے آپ ﷺ کی جانب انتساب سے قطع نظر فقہی حیثیت سے وضوء کے بعد اس دعا کے پڑھنے کی کیا حیثیت ہے؟ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، کیونکہ ہم نے یہاں صرف انتساب بالرسول ﷺ کی حیثیت سے کلام کیا ہے، حاصل یہ ہے کہ اس دعا کی فقہی حیثیت کے بارے میں فقہاء کرام سے رجوع فرمائیں۔



ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزیہ الشریعہ“ میں ذکر کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں حسن بن علی ابو سعید عَدَوِی ہے، اور یہ کذاب ہے، واضح رہے کہ اس طریق کا متن بہت مفصل ہے، البتہ ہماری خاص اس روایت سے متعلق جزء یہ ہے: ”... فَإِنْ مَنْ قَرَأَهَا إِذَا تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ كَتَبَ لَهُ عِبَادَةُ أَلْفِ أَلْفِ سَنَةِ صِيَامٍ نَهَارَهَا وَقِيَامَ لَيْلِهَا...“۔ جو شخص اس سورت کو نماز کے لئے کیے جانے والے وضوء کے بعد پڑھے گا، اس کے لئے دس لاکھ سال دن میں روزے اور رات میں نماز کی عبادت کا اجر لکھا جائے گا...“۔ (۳۰۳/۱، دار الکتب العلمیۃ - بیروت)

روایت نمبر: (۱۸)

”سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے:
اے اللہ! امت محمدیہ پر رحمت عامہ فرما۔“
حکم: من گھڑت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة.“ ترجمہ: سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے:
”اے اللہ! امت محمدیہ پر رحمت عامہ فرما۔“

روایت کا مصدر

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء الكبير“^۱ میں ”عبد الرحمن بن یحییٰ بن سعید“ کے ترجمہ میں مذکور روایت تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حدثنا عبد الله بن أحمد بن موسى الأهوازي، قال: حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب الخوارزمي، قال: حدثنا عمرو بن محمد من ولد الحسن بن أبي الحسن وأثنى عليه خيراً، قال: حدثنا عبد الرحمن بن يحيى، عن سعيد الأنصاري [كذا في الأصل]، عن أبيه [كذا في الأصل]، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من دعاء أحب إلى الله من قول العبد: اللهم اغفر لأمة محمد رحمة عامة ...“

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الضعفاء الكبير: ۲/ ۳۵۰، رقم: ۹۵۳، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ روایت کے بعد اس کی ایک دوسری سند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حدثنا محمد بن هارون الأنصاري، قال: حدثنا علي بن الحسين بن إشكاب، قال: حدثنا عمرو بن محمد البصري، قال: حدثنا عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله، وفي هذا رواية من غير هذا الوجه أيضاً تقارب هذه الرواية في الضعف“۔

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دعاء یہ ہے کہ بندہ کہے: اے اللہ! امت محمدیہ ﷺ پر رحمت عام فرما۔

روایت کے دیگر مصادر

یہ روایت حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ بغداد“^۱ میں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکامل فی الضعفاء“^۲ میں، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”تاریخ“^۳ میں تخریج کی ہے، چاروں سندیں ”عمر بن محمد اعمس بصری“ پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

اہم نوٹ

واضح رہے کہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کی طرح، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں، البتہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک دوسری سند، نیز خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی سندوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا راوی ابو سلمہ ہے۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متن میں روایت کے ابتدائی الفاظ ”اللہم اغفر“ ہیں، جبکہ ذکر کردہ دیگر تمام کتابوں میں ”اللہم ارحم“ کے الفاظ ہیں۔

^۱ تاریخ بغداد: إبراهيم بن محمد أبو القاسم الصانغ، ۹۰/۷، رقم: ۳۱۵۵، ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ الکامل فی الضعفاء: عبدالرحمن بن یحیی بن سعید الأنصاری، ۵۰۶/۵، رقم: ۱۱۴۲، دار الکتب العلمیة - بيروت، الطبعة: ۱۳۹۲ھ۔

^۳ انظر ذیل اللالی: ص: ۴۱۳، رقم: ۷۸۳، ت: زیاد النقشبندی، دار ابن حزم - بيروت، ط: ۱۴۳۲ھ۔
حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة“۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”المجروحین“^۱ میں ”عمرو بن محمد“ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ محدثین کے نام گھڑتا ہے، اس کے بعد مذکورہ روایت اور عمرو بن محمد سے مروی دوسری روایات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وهذه الأحاديث كلها موضوعة، لأصول لها من حديث الثقات، وما أعلم أنني سمعت بذكر عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد إلا في هذا الحديث، وكأنه وضعه...“

”یہ تمام کی تمام روایات من گھڑت ہیں، ثقہ راویوں کی احادیث میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، میں نے عبد الرحمن بن یحییٰ بن سعید کا ذکر اسی حدیث (یعنی اے اللہ! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت عام فرما) میں سنا ہے، گویا کہ عمرو بن محمد نے اس عبد الرحمن بن یحییٰ بن سعید (کے نام) کو ایجاد کیا ہے...“

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”أطراف الغرائب والأفراد“^۲ میں عمرو بن محمد الأعسم کو عبد الرحمن سے، اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد قرار دیا ہے۔

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”فیہ عمرو بن محمد بن الأعسم کذاب“^۳۔ اس روایت کی سند میں عمرو بن محمد بن الأعسم کذاب ہے۔

^۱ المجروحین: ۷۵/۳، ت: محمود ابراہیم زاید، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ أطراف الغرائب والأفراد: ۲/۲۸۰، رقم: ۵۱۳۵، ت: جابر بن عبد اللہ السریع، ط: ۱۴۲۸ھ۔

^۳ تذکرۃ الموضوعات: ص: ۷۴، کتب خانۃ مجیدیہ - ملتان۔

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ہی ”ذخیرۃ الحفاظ“^۱ میں مذکور روایت لکھنے بعد فرماتے ہیں:

”وہذا منکر، ویروہ عنہ عمرو بن محمد بن الحسن البصري، وهو یعرف بالوضع.“ یہ روایت منکر ہے، اور اسے عبد الرحمن بن سعید سے عمرو بن محمد نقل کرتا ہے، جو وضع حدیث میں معروف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“^۲ میں عبد الرحمن کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیر بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: ”کأنه موضوع...“ گویا کہ یہ روایت من گھڑت ہے...۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔^۳

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو بسند حاکم رحمۃ اللہ علیہ ”ذیل اللآلی“^۴ میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قال الحاکم: عمرو والأعسم روی عن عبد الرحمن بن یحییٰ بن سعید الأنصاری، عن أبيه أحادیث موضوعة، قال: لا أعلم لعبد الرحمن هذا

^۱ ذخیرۃ الحفاظ: ۲۱۰۶/۴، رقم: ۴۸۷۴، ت: عبد الرحمن الفریوانی، دار السلف - الرياض، ط: ۱۴۱۶ھ۔
^۲ میزان الاعتدال: ۵۹۷/۲، رقم: ۵۰۰۱، ت: علی محمد البجاوی، دار المعرفة - بیروت۔
^۳ لسان المیزان: ۱۶/۵، رقم: ۴۷۱۴، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”أخرجه العقيلي عن عبدان، عن عبد الوهاب وعن محمد بن هارون، عن ابن إشكاب مثله، لكن قال أحدهما: عن سعيد والآخر: عن أبي سلمة، بدل سعيد، فإله أعلم. قال العقيلي: وفي الباب رواية من غير هذا الوجه تقاربه في الضعف، وأخرجه ابن عدی من رواية ابن إشكاب وقال: لعبد الرحمن غير ما ذكرت يرويه عنه عمرو بن محمد - وكان يعرف بالزمن - وهي أحادیث مناکیر“۔

^۴ ذیل اللآلی: ص: ۴۱۳، رقم: ۷۸۳، ت: زیاد النقشبندی، دار ابن حزم - بیروت، ط: ۱۴۳۲ھ۔

راویا غیرہ، وکذا قال أبو نعیم۔“

حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عمروا عسم، عبد الرحمن عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، (حاکم رحمۃ اللہ مزید فرماتے ہیں) میں عبد الرحمن سے نقل کرنے والوں میں عمروا عسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ ”تنزیہ الشریعة“^۱ میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

”من حدیث ابی ہریرۃ، وفیہ عمر بن الأعسم [کذا فی الأصل]۔“
یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس روایت میں عمر بن الاعسم ہے۔

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ”فیہ راوی الموضوعات“^۲۔ اس میں ایک راوی ہے جو من گھڑت روایت نقل کرتا ہے۔

ذیل میں سند میں موجود دو راویوں عمرو بن محمد بن اعسم اور عبد الرحمن بن یحییٰ کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کا کلام ملاحظہ کر لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

^۱ تنزیہ الشریعة: الفصل الثالث، ۲/۳۳۶، رقم: ۶۵، ت: عبد اللہ الصدیق الغماری، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۹۸۱ھ۔

^۲ تذکرۃ الموضوعات: ص: ۵۸، کتب خانۃ مجیدیہ - ملتان۔

راویوں پر ائمہ کا کلام عبدالرحمن بن یحییٰ بن سعید انصاری

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”یحدث عن أبيه بالمناكير“^۱۔
عبدالرحمن بن یحییٰ بن سعید انصاری اپنے والد سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس
کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت تخریج کی ہے۔
حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”مجهول بالنقل، لا يقيم الحديث“۔
عبدالرحمن بن یحییٰ بن سعید انصاری ”مجهول بالنقل“ اور ”لا يقيم الحديث“ ہے۔
اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت تخریج کی ہے۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“^۲ میں لکھتے ہیں: ”لا يعرف،
وله رواية عن أبيه“۔ عبدالرحمن معروف نہیں ہے، اور اس کی اپنے والد سے
روایت ہے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس عبدالرحمن کے بارے میں حافظ ابن
عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیر بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: ”كأنه موضوع...“۔ گویا
کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔^۳

عمرو بن محمد بن حسن الزمّین البصری المعروف بالأعظم

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“^۴۔

^۱ الکامل فی ضعف الرجال: ۵/۵۰۶، رقم: ۱۱۴۲، ت: عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲ھ۔

^۲ ميزان الاعتدال: ۲/۵۹۷، رقم: ۵۰۰۱، ت: علي محمد الجاوي، دار المعرفة - بيروت۔

^۳ لسان الميزان: ۵/۱۴۶، رقم: ۴۷۱۴، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۴ الضعفاء والمتروكين: ۲/۲۳۱، رقم: ۲۵۸۹، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”شیخ یروی عن الثقات المناکیر، وعن الضعفاء الأشياء التي لا تعرف من حديثهم، ويضع أسامي للمحدثين، لا يجوز الاحتجاج به بحال...“^۱

”یہ شیخ، ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور ضعیف سے ایسی چیزیں نقل کرتا ہے جو ان کی روایات میں معروف نہیں ہوتیں، محدثین کے نام وضع کرتا ہے، اس سے کسی صورت احتجاج درست نہیں ہے...“
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ساقط الحديث روى أحاديث موضوعة عن قوم لا يوجد في حديثهم منها شيء، وروى عن عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه أحاديث موضوعة، قال: ولا أعلم لعبد الرحمن هذا راوياً غيره، وكذا قال أبو نعيم“^۲

یہ ساقط الحدیث ہے، اور ایسے لوگوں سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے جن کی حدیثوں میں اس کی نقل کردہ روایات موجود ہی نہیں، نیز عبد الرحمن بن یحییٰ عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، میں عبد الرحمن سے نقل

^۱ لسان المیزان: ۷۵/۳، ت: محمود ابراہیم زاید، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ لسان المیزان: عمرو بن محمد الأعسم، ۲۲۶/۶، رقم: ۵۸۳۷، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کلام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس عبد الرحمن نامی راوی کا وجود نہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”قلت: هذا يوهم أن عبد الرحمن لا وجود له، اختلق اسمه الأعسم وليس كذلك، فقد تقدم في ترجمته [۴۷۱] أن غير الأعسم روى عنه“.

بندہ نے ”لسان المیزان“ (رقم: ۴۷۱) میں موجود عبد الرحمن بن یحییٰ بن سعید انصاری کے ترجمہ کو دیکھا، لیکن اس اعم کے علاوہ کسی دوسرے راوی کا نام نہیں ملا جس نے عبد الرحمن سے کوئی روایت نقل کی ہو، واللہ اعلم۔

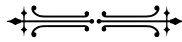
کرنے والوں میں عمرو اعسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

حافظ نقاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”روی أحادیث موضوعة“^۱۔ یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

عمرو بن محمد کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا ائمہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ لسان المیزان: ۶/ ۲۲۶، رقم: ۵۸۳۷، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۲ الضعفاء والمتروكين: ۲/ ۲۳۱، رقم: ۲۵۸۹، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ میزان الاعتدال: ۳/ ۲۸۶، رقم: ۶۴۴۱، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت۔

^۴ لسان المیزان: ۶/ ۲۲۶، رقم: ۵۱۳۷، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۵ تنزيه الشريعة: حرف العين، ۱/ ۹۴، رقم: ۳۶۲، ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۹۸۱ھ۔

روایت نمبر: (۱۹)

روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

حکم: من گھڑت

روایت کا مصدر

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”ذیل اللآلی“^۱ میں حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”أبانا أبو العلاء بن عمان، عن أبي محمد جعفر بن أبي محمد الأبهري، عن محمد بن عبد الله النسائي، عن أبي عبد الله بن منان بن محمد المعروف بالأخوين، عن عبد الله بن محمد بن أحمد بن نوح، عن علي بن يونس الزاهد، عن علي بن عثمان بن الخطاب المغربي، عن علي بن أبي طالب مرفوعاً: ما من مؤمن ولا مؤمنة يقرأ آية الكرسي ويجعل ثوابها لأهل القبور، إلا لم يبق على وجه الأرض قبر إلا أدخل الله فيه نورا، ووسع قبره إلى المغرب، وكتب للقبر ثواب سبعين شهيدا الحديث بطوله“.

ترجمہ: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا، اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰)

^۱ ذیل اللآلی: کتاب الجامع، ص: ۱۹۹، المكتبة الأثرية - شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ھ۔

شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

مذکورہ روایت کو حافظ شیرویہ بن شہر دار دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفردوس بمأثور الخطاب“^۱ میں حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے بلا سند اس اضافی عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے: ”وأعطاه الله بكل ملك في السموات عشر حسنات“. اور اللہ اس پڑھنے والے کو آسمان کے ہر فرشتے کے بدلے دس نیکیاں دے گا۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل اللآلی“^۲ میں مذکورہ روایت کو من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے۔

علامہ ابن عراق

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة المرفوعة“^۳ میں فرماتے ہیں: ”... (می) من حدیث علی من طریق علی بن عثمان الأشج“. مذکورہ روایت میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ”علی بن عثمان اشج“ نامی راوی موجود ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر ”مشہور کذاب“ کہا ہے، ملاحظہ ہو:

”والبلاء فيه من علي بن عثمان المغربي الأشج المكنى بأبي الدنيا الكذاب المشهور، والله أعلم“^۴۔

^۱ الفردوس بمأثور الخطاب: ۲۸/۴، رقم: ۶۰۸۶، ت: السعيد بن بسيني زغلول، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ

^۲ ذیل اللآلی: کتاب الجامع، ص: ۱۹۹، المكتبة الأثرية - شیخوپورہ، ط: ۱۳۰۳ھ۔

^۳ تنزیہ الشریعة: کتاب فضائل قرآن، الفصل الثالث، ۱/۳۰۱، رقم: ۶۴، ت: عبد اللہ الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۴ تنزیہ الشریعة: کتاب العلم، الفصل الثالث، ۱/۲۷۵، رقم: ۷۷، ت: عبد اللہ الغماري، دار الكتب =

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ رجال کے کلام کی روشنی میں علی بن عثمان کے حالات کا جائز لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو الدنیا علی بن عثمان بن خطاب اشج مغربی (المتوفی: ۳۲۷ھ)

واضح رہے کہ اکثر کتابوں میں موصوف کا نام عثمان بن خطاب لکھا ہے، لیکن زیر بحث سند کی موافقت میں یہاں نام علی بن عثمان لکھا گیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أبو الدنيا الأشج المغربي الذي حدث بعد الثلاثمائة عن عليّ كذاب دجال“^۱۔ ابو دنیا اشج مغربی جو تین سو سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کا دعویٰ کرتا تھا، جھوٹا، دجال ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ”البدایة والنہایة“^۲ میں ان کے بارے میں

تحریر فرماتے ہیں:

”... وأما جمهور المحدثين قديما وحديثا فكذبوه في ذلك، وردوا عليه كذبه، ونصوا على أن النسخة التي رواها موضوعه، ومنهم أبو طاهر أحمد بن محمد السلفي، وأشياخنا الذين أدركناهم: جهيد الوقت شيخ الإسلام أبو العباس ابن تيمية، والجهيد أبو الحجاج المزي، الحافظ مؤرخ الإسلام أبو عبد الله الذهبي...“

”... قدیم اور موجودہ جمہور محدثین اس کی تکذیب کرتے رہے ہیں اور

اس کے جھوٹ کو اسی پر لوٹاتے رہے ہیں، انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ جو نسخہ

= العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۱ المغنی فی الضعفاء: باب الکنی، ۷۸۳/۲، رقم: ۷۴۵۱، ت: نور الدین عتر، دار احیاء التراث العربی - بیروت، ط: ۱۹۸۷م۔

^۲ البدایة والنہایة: ۱۱۱/۱۵، ت: عبد اللہ بن عبد المحسن التركي، دار ہجر - مصر، ط: ۱۴۱۷ھ۔

یہ روایت کرتا ہے وہ من گھڑت ہے، (جو اس کی تکذیب کرتے ہیں) ان میں ابو طاہر احمد بن محمد سلفی اور ہمارے وہ مشائخ جن کا زمانہ ہم نے پایا ہے، جیسے نقاد شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ، نقاد ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ، حافظ مؤرخ الاسلام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ ...“۔

حافظ عبد الرحیم عراقی رحمۃ اللہ ”ذیل میزان الاعتدال“^۱ میں فرماتے

ہیں:

”کذاب دجال قدم مصر وحدث عن عليّ، ذكره أبو القاسم ابن الطحان في ذيله على ابن يونس، فقال: قدم من المغرب إلى مصر سنة عشر وثلث مائة، وذكر أنه رأى عليّ بن أبي طالب ومعاوية وغيرهما، وأنه أتى له من العمر ثلث مائة ونيف“۔

یہ کذاب دجال ہے، مصر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے روایت بیان کی، ابو القاسم بن طحان نے ابن یونس کی تالیف کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، ابو القاسم کہتے ہیں: یہ تین سودس ہجری میں مغرب سے مصر آیا، اور اس علی بن عثمان کا کہنا ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کی عمر تین سو (۳۰۰) سال سے کچھ زائد ہے۔

حافظ ابراہیم بن سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ ”الکشف الحثیث“^۲ میں

فرماتے ہیں: ”أحد الكذابين“۔ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

^۱ ذیل میزان الاعتدال: حرف العین، ص: ۳۶۱، رقم: ۵۸۹: عبد القیوم عبد رب النبی، إحياء التراث الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ علامہ ابن یونس کی تالیف جس پر علامہ ابو القاسم نے ذیل لکھی ہے ”تاریخ الغرباء“ کے نام سے موسوم ہے۔

^۳ الکشف الحثیث: حرف الراء، ص: ۱۱۶، رقم: ۲۸۸، ت: صبحی السامرائی، مكتبة النهضة العربية - بیروت، ط: ۱۴۰۷ھ۔

آگے علی بن عثمان کی ایک دوسری روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

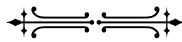
”أكثر الأحاديث متون معروفة ملصوقة بعلي، ولا شك أن هذا كذاب ...“

”اس کی اکثر روایات کے متون معروف ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے چسپاں کر دیئے گئے ہیں، اور بلاشبہ یہ کذاب ہے ...“

علامہ صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ ”الوافي بالوفيات“^۱ میں فرماتے ہیں: ”ليس بثقة ولا صدوق“.

روایت کا حکم

مذکورہ بالا سطور سے آپ جان چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی سند میں موجود راوی علی بن عثمان اشج کو مدار علت بنایا ہے، علی بن عثمان کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سمیت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب، دجال جیسے جرح کے سخت صیغے استعمال کیے ہیں، چنانچہ بے غبار بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ الوافي بالوفيات: ۳۱۶/۱۹، رقم: ۷۶۱۶، ت: أحمد الأرناؤوط، دار إحياء التراث - بيروت، ط: ۱۴۲۰ھ.

روایت نمبر: (۲۰)

روایت: ”المعدة بيت الداء والحمية رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عوّذَته“. معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔

حکم: اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے اصل ومن گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طیب عرب، حارث بن کلدہ ثقفی کا قول ہے۔

تمتہ میں اس روایت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔

حکم: یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن ابی نجر ہمدانی کا قول ہے۔ تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو امام ثعلبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ”الکشف والبيان“ میں اپنی بلاغات میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”بلغني أن الرشيد كان له طبيب نصراني حاذق، فقال لعلي بن الحسين بن واقد: ليس في كتابكم من علم الطب شيء، والعلم علمان: علم الأديان وعلم الأبدان، قال علي: قد جمع الله الطب كله في نصف آية من كتابنا، قال: وما هي؟ قال: قوله تعالى: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا

تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ [الاعراف: ۳۱]۔ فقال النصراني: ولا يُؤثّرُ عن رسولكم شيء في الطب؟ فقال علي: جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الطب في ألفاظ يسيرة، قال: وما هي؟ قال: قوله: المعدة بيت الداء، والحِمْيَةُ رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدَتْه. فقال النصراني: ما ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا^۱۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بادشاہ ہارون الرشید کا ایک ماہر عیسائی طبیب تھا، اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد سے کہا: تم لوگوں (مسلمانوں) کی کتاب (قرآن پاک) میں علم طب کے بارے میں کچھ نہیں ہے، اور علم تو دو قسم کے ہیں: مذاہب کا علم، اور اجسام کا علم۔ علی بن حسین نے جواب میں کہا: بلاشبہ اللہ نے پورے علم طب کو ہماری کتاب کی آدھی آیت میں جمع فرمادیا ہے۔ عیسائی نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ علی بن حسین نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾﴾ [الاعراف: ۳۱]۔ (کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو، یقیناً اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا)۔

عیسائی کہنے لگا: تمہارے رسول ﷺ سے تو طب کے بارے میں کچھ منقول نہیں ہے؟ اس پر علی بن حسین نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ نے علم طب کو بہت تھوڑے سے الفاظ میں جمع فرمادیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون سے الفاظ ہیں؟ علی بن حسین نے کہا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو“۔ عیسائی نے کہا: تمہاری کتاب اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کے لئے طب کا ذرہ بھی نہ چھوڑا۔

۱۔ الكشف والبيان عن تفسير القرآن: الأعراف الآية ۳۱، ۴/۲۳۰، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”هذا من كلام الأطباء، إما الحارث بن كَلْدَة أو غيره، ولا أصل له عن النبي صلى الله عليه وسلم“^۱.

یہ کلام اطباء کا ہے، یا حارث بن کلدہ (طیب) کا یا کسی اور کا، اور اسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ”بے اصل“ بات ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”البطنة أصل الداء، والحمية أصل الدواء، وعَوْدُوا كل بدن بما اعتاد. لم أجد له أصلاً“^۲.

معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے اس کی کوئی ”اصل“ نہیں پائی۔

حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”فهذا الحديث إنما هو من كلام الحارث ابن كَلْدَة طيب العرب، لا يصح رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، قاله غير واحد من أئمة الحديث“^۳.

^۱ اللآلئ المنثورة: الباب الرابع في الطب والمنافع، رقم: ۱۲۶، ص: ۹۷، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۲ المغني عن حمل الأسفار: كتاب كسر الشهوتين، رقم: ۲۷۷۰، ۷۵۴/۱، ت: أبو محمد أشرف بن عبدالمقصود، دار الطبرية - رياض، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۳ زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ۴/۱۰۴، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

یہ حدیث در حقیقت عربی طیب حارث بن کلدہ کا کلام ہے، اس کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا ”صحیح“ نہیں، اس بات کی تصریح بہت سے محدثین رحمہ اللہ نے کی ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا قول

”لا یصح رفعہ إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بل ہو من کلام الحارث بن کلدہ طیب العرب أو غیرہ“^۱۔
اس روایت کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا ”صحیح“ نہیں، بلکہ یہ عربی طیب حارث بن کلدہ کا یا کسی اور کا کلام ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا کلام

”لا أصل له، إنما هو من کلام بعض الأطباء“^۲۔ اس کی کوئی ”اصل“ نہیں، دراصل یہ کسی طیب کا کلام ہے۔
حافظ سیوطی رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”یکون معروفًا بعزوه إلى غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فیلتبس علی المخلط فی رفعه إلیه وهما منه، فیعده الحفاظ موضوعاً“^۳۔
اس روایت کا نبی ﷺ کے علاوہ کی جانب منسوب ہونا معروف تھا، پھر کسی مختلط کو وہم ہوا ہو گا اس نے یہ روایت خلط کرتے ہوئے حضور ﷺ کی جانب منسوب کر دی، یہی وجہ ہے کہ حفاظ حدیث رحمہ اللہ نے اس کو من گھڑت روایات میں شمار کیا ہے۔

^۱ المقاصد الحسنة: حرف الميم، ص: ۴۶۶، رقم: ۱۰۳۳، ت: عبد الله محمد الصديق، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ الدرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة: ص: ۲۲۱، رقم: ۳۷۰، ت: محمد عبد القادر عطا، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔

^۳ الحاوي للفتاوي: أعذب المناهل في حديث من قال أنا عالم فهو جاهل، ص: ۴۱۶، ت: خالد طرطوسي، دارالکتب العربي - بیروت، ط: ۱۴۲۵ھ۔

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جو زیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بے اصل اور من گھڑت کہا ہے، لہذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

لہ ذیل میں دو فوائد ضمیمہ لکھے جائیں گے:

① زیر بحث روایت کے ہم معنی یہ روایت بھی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! پرہیز دوا ہے، اور معدہ پیارپوں کا گھر ہے، اور بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ اس روایت کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابو محمد خلال رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے، میں تاحال اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا، البتہ علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ روایت کا پہلا کڑا (پرہیز دوا ہے) حارث بن کلدہ سے منقول ہے، واللہ اعلم، ملاحظہ فرمائیں:

”وفي الدر المنثور أخرج محمد [كذا في الأصل والصحيح أبو محمد] الخلال عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وهي تشتكي، فقال لها: يا عائشة! الأزم دواء، والمعدة بيت الأدواء، وغوؤوا البدن ما اعتاد. ولم أر من تعقبه، نعم رأيت في النهاية لابن الأثير: سأل عمرو [كذا في الأصل والصحيح عمر وهو أمير المؤمنين] الحارث بن كلداه ما الدواء؟ قال: الأزم يعني الحمية وإمسك الأسنان بعضها على بعض. نعم الأحاديث الصحيحة متظافرة في ذم الشبع وكثرة الأكل....“ (روح المعاني: الأعراف، الآية: ۳۲، إنه لا يجب المسرفين، ۱۱۱/۸، دار إحياء التراث العربي - بيروت).

پھر بعد میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جو زیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا، جس میں موصوف نے خاص ان الفاظ کو بھی حارث بن کلدہ کا قول کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں: ”فهذا أصل عظيم من أصول العلاج يجب الاعتناء به، وقد صرح به أفاضل أهل الطب حتى قال طبيب العرب بل أطبهم الحارث ابن كلداه، وكان فيهم كأبقراط في قومه: الحمية رأس الدواء، والمعدة بيت الداء، وعودوا كل بدن ما اعتاد. وفي لفظ عنه: الأزم دواء. والأزم: الإمساك عن الأكل يعني به الجوع، وهو من أكبر الأدوية في شفاء الأمراض المتلائية كلها بحيث إنه أفضل في علاجها من المستفرغات إذا لم يخف من كثرة الامتلاء، وهيجان الأخلاط، وجدتها وغلبانها“. (زاد المعاد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ۱۱۷/۴، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ)

② اسی طرح زیر بحث روایت کے ٹکڑے ”المعدة بيت الداء“ کے ہم معنی یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: ”أصل كل داء البردة“، ہر بیماری کی جڑ بد ہضمی ہے۔

اس کے بارے بھی امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشیاء بالصواب اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، نیز علامہ زمری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے، روایت ہذا (ہر بیماری کی جڑ بد ہضمی ہے) کی جامع تفصیل علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیں: ”(قط) في العلل من حديث محمد ابن جابر عن تَمَام بن نَجِيح عن الحسن البصري (عن أنس) بن مالك. وظاهر صنيع المصنف (أي الإمام السيوطي) أن مُحَرَّجَهُ الدارقطني خَرَّجَهُ ساكتا عليه، والأمر بخلافه، بل تعقبه بتضعيفه كما حكاها المصنف (أي الإمام السيوطي) نفسه عنه في الدرر تبعاً للزرکشي وقال: روي عن الحسن من قوله، وهو أشبه بالصواب أهد. وقال ابن الجوزي: قال ابن حبان: تَمَام منكر الحديث يروي أشياء موضوعة عن الثقات كان يعتمد عليها أهد =

چونکہ اس روایت کو محدثین کرام رحمہ اللہ نے طبیب عرب حارث بن کلدہ کی جانب منسوب کیا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی مختصر تعارف ذکر کر دیا جائے، ملاحظہ ہو:

طبيب عرب حارث بن كلدہ ثقفی کا مختصر تعارف

یہ طائف کے قبیلہ بنی ثقیف میں پیدا ہوئے، انہوں نے نبوت کا زمانہ پایا، البتہ ان کے اسلام لانے کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے، حارث نے علم طب بلاد فارس سے بھی حاصل کیا، عرب ان کی حداقت کے قائل تھے، چنانچہ حج وداع کے موقع پر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسی سنگین بیماری میں مبتلاء ہو گئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اور فرمایا: ”تم تو دل کے مریض ہو، بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کو بلاؤ، وہ ایک طبیب ہے، وہ مدینہ کی سات بجوہ کھجوریں لے، اور گھٹلیوں سمیت پیس کر تمہیں پلائے“۔^۱

ان کی بہت سی قیمتی نصیحتیں (طبی وغیرہ) مورخین نے ذکر کیں ہیں، جو کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی ”الطب النبوی“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ”الإصابة“ وغیرہ میں اہل ذوق کے لئے موجود ہیں، خصوصاً امام ابن ابی اصیبعہ رحمہ اللہ کی ”عیون الأنباء فی طبقات الأطباء“^۲ میں ایک دلچسپ حکایت حارث بن

= وقال ابن عدي والعقيلي: حديثه منكر، وعامة ما يرويه لا يتابع عليه. وفي الميزان: محمد [أي بن جابر الراوي عن تمام] هذا حلي ولعل البلاء منه. (ابن السني وأبو نعيم) وكذا المستغفري كلهم (في الطب النبوي (عن علي) أمير المؤمنين، وفيه إسحاق بن نجیح الملقب كان يضع الحديث. (وعن أبي سعيد) الخدري (وعن الزهري مرسلًا) رمز المصنف لضعفه، قال بعضهم: ولا يصح شيء من طرقه، وقال ابن عدي باطل بهذا الإسناد. وجعله [أي الزمخشري] في الفائق من كلام ابن مسعود“. (فيض القدير: ۱/ ۵۳۲، رقم: ۱۰۸۷، دار المعرفۃ - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۳۹۱ھ)

۱ سنن أبي داود: كتاب الطب، باب في ثمرة العجوة، ۴/ ۱۳۴، الرقم: ۳۸۷۵، عزت الدعاس وعادل السيد، دار ابن حزم - بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ.

۲ عیون الأنباء فی طبقات الأطباء: الباب السابع، طبقات الأطباء.....، كلام الحارث مع كسرى، ص: ۱۶۲، ت: نزار رضا، دار مكتبة الحياة - بیروت.

کلدہ اور کسرہ کے درمیان مکالمہ کی صورت میں محفوظ ہے، جس میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے، یعنی: ”المعدة بيت الداء، والجَمِية رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدَتْه“. معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔
موصوف نے سن ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔
تتمہ: زیر بحث روایت کی طرح یہ روایت بھی مشہور ہے:

”عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المعدة حوض البدن، والعروق إليها واردة، فإذا صحَّت المعدة صدرت العروق بالصحة، وإذا أسقمت المعدة صدرت العروق بالسُّقْم“.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔
یہ روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المعجم الأوسط“^۱ میں، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الضعفاء“^۲ میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإيمان“^۳ میں، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الموضوعات“^۴ میں تخریج کی ہے، تمام سندیں سند میں موجود راوی یحییٰ بن عبد اللہ بالبلیّی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

^۱ المعجم الأوسط: ۴/۳۲۹، رقم: ۴۳۴۳، ت: طارق بن عوض اللہ، دار الحرمین - قاہرہ، ط: ۱۴۱۵ھ۔
^۲ کتاب الضعفاء: باب الطاء، ۱/۵۱، رقم: ۳۸، ت: عبد المعطیٰ امین قلعجی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔
^۳ شعب الإيمان: ۷/۵۲۲، رقم: ۵۴۱۳، ت: عبد العلیٰ عبد الحمید حامد، مکتبۃ الرشد - سوریا، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

^۴ کتاب الموضوعات: کتاب الأطعمة، ۲/۲۸۴، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، محمد عبد المحسن - مدینۃ المنورۃ، ط: ۱۳۸۶ھ۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ ابن ابی نجیر ہمدانی کا کلام ہے، اور سند میں موجود ”ابراہیم بن جریج رُہاوی“ کو علت قرار دیا ہے، نیز حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ”ابراہیم بن جریج رُہاوی“ کے ترجمہ میں ذکر کر کے اسے باطل، بے اصل کہا ہے، اور اسے ابن ابی نجیر کا قول قرار دیا ہے۔^۱

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ”أطراف الغرائب والأفراد“^۲ میں مذکورہ حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”تفرد به إبراهيم بن جريج الرُّهَاقِي وكان طبيباً عن زيد بن أبي أنيسة، عن الزهري ...“۔ ”اس حدیث کو نقل کرنے میں ابراہیم بن جریج رُہاوی، جو ایک طبیب تھا، متفرد ہے، وہ زید بن ابی اُنیسہ سے اور وہ زہری سے نقل کرتے ہیں ...“۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللائل المتثورہ“^۳ میں، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

۱۔ رویت پر تفصیلی کلام ملاحظہ ہو: ”ابراہیم بن جریج الرُّهَاقِي عن زيد بن أبي أنيسة عن الزهري، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً: المعدة حوض البدن والعروق إليها واردة. رواه عنه يحيى الباقلي، وهذا منكر، وإبراهيم ليس بعمدة، انتهى. وقال أبو الفتح الأزدي: متروك الحديث، لا يحتج به، وذكره بن حبان في الثقات، وقال: روى عنه الباقلي خبراً منكراً. قلت: بل جزم الدارقطني أن إبراهيم هو المتفرد به، وقال: تفرد به ولم يسنده غيره، وقد اضطرب متنا وإسنادا، ولا يعرف هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم، وإنما هو من كلام ابن أبيجّر. قال في العلل: لم يروه غير إبراهيم بن جريج هذا كلام ابن أبيجّر، كان طبيباً فجعل له إسنادا، ولم يروه غير إبراهيم بن جريج. وقال العقبلي: باطل لا أصل له. وبين أمره بيانا شافياً، فقال: باطل لا أصل له. ثم أخرج من طريق أبي داود الحرّاني أن هذا الشيخ لم يكن له بهذا الحديث أصل، وكان يقول: كتبت عن زيد بن أبي أنيسة، وضاع كتابي، فقيل له: من كنت تجالس؟ فقال: فلان الطبيب، كان بقرب منزلي فكتبت أجلس. ثم أخرج العقبلي من طريق الحميدي عن سفيان، عن عبد الملك بن سعيد بن أبيجّر عن أبيه قال: المعدة حوض البدن الحديث مقطوع، قال العقبلي: هذا أولى. وقد تقدم أن ابن أبيجّر كان يتعانى الطب.“ (لسان الميزان: ۱/ ۲۵۸، رقم: ۸۴، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ هـ.)

۲۔ أطراف الغرائب والأفراد للإمام الدارقطني: ۴/ ۵۶، رقم: ۶۲۰۶، ت: جابر بن عبد الله السريع، ط: ۱۴۲۸ هـ۔

۳۔ اللآلئ المتثورہ: ص: ۹۷، رقم: ۱۲۶، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۱۷ هـ۔

”المقاصد الحسنة“^۱ میں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”الأسرار المرفوعة“^۲ میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، اسی طرح حافظ عراقی رحمہ اللہ نے ”المغنی“^۳ میں علامہ عقیلی رحمہ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

البتہ ملا علی قاری رحمہ اللہ ہی نے ”مرقاۃ المفاتیح“^۴ میں حافظ عقیلی رحمہ اللہ کے کلام کے بعد لکھا ہے: ”شاید روایت کا باطل ہونا عقیلی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ سند کی حیثیت سے ہو، ورنہ یہ روایت متعدد طرق اور طبرانی رحمہ اللہ، بیہقی رحمہ اللہ، نیز ابن جوزی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ سندوں کی وجہ سے، تقویت پا کر ”حسن“ یا ”ضعیف“ بن جاتی ہے، البتہ اسے باطل، بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے۔“

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا یہ کلام محل نظر ہے، کیونکہ امام طبرانی رحمہ اللہ، حافظ عقیلی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، اور حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کی سند ایک ہی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ان تمام ائمہ کی سندیں، سند میں موجود راوی یحییٰ بن عبد اللہ بالبلیٰ پر مشترک ہو جاتی ہیں، اس لئے روایت ہذا کے طرق متعدد کا قائل ہو کر اسے ”حسن“ یا ”ضعیف“ کہنا محل نظر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے ”الموضوعات“^۵ میں ذکر کیا

^۱ المقاصد الحسنة: ص: ۴۴۶، رقم: ۱۰۳۳، ت: عبد اللطیف حسن، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ الأسرار المرفوعة: ص: ۳۰۹، رقم: ۴۴۲، ت: محمد بن لطفی الصباغ، المکتب الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۳ المغنی عن حمل الأسفار: ۱/ ۳۳۸، رقم: ۱۶۶۵، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مکتبة دار طبریة - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ۔

^۴ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الطب والرقی، ۲۸۸۶/۷، ت: جمال عیتانی، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۲۲ھ۔

^۵ کتاب الموضوعات: کتاب الأطعمة، ۲/ ۲۸۴، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، محمد عبد المحسن - مدینة المنورة، ط: ۱۳۸۶ھ۔

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو: ”هذا الحديث ليس من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفيه جماعة ضعفاء، المتهم برفعه إبراهيم بن جريج. قال الدارقطني: تفرد به، لم ير بسنده [كذا في الأصل] غيره، وقد اضطرب فيه وكان طبيبا فجعل له إسنادا. ولا يعرف هذا من كلام رسول الله صلى الله عليه

ہے، اور سند میں موجود راوی ”ابراہیم بن جریج رُہاوی“ کو اس حدیث کے گھڑنے میں متہم قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ“^۱ میں اس روایت کو موضوع کہا ہے، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مناہل الصفاء“^۲ میں یہی فرمایا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المغنی فی الضعفاء“^۳ میں اس روایت کی سند میں موجود راوی ”ابراہیم بن جریج رُہاوی“ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”عن زید بن أبی أنیسۃ وعنه یحییٰ الباہلی، متروک، روی خبراً موضوعاً۔ یہ زید بن ابوانیسۃ سے روایت نقل کرتا ہے، اور یحییٰ باہلی اس سے روایت نقل کرتا ہے، یہ متروک ہے، اس نے ایک موضوع روایت نقل کی ہے۔“

واضح رہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس روایت کو ”منکر“ بھی کہا ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجمع الزوائد“^۴ میں لکھا ہے: اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں تخریج کیا ہے، اور اس میں ”یحییٰ بن عبد اللہ باہلی“ ضعیف راوی ہے۔

وسلم، إنما هو من كلام ابن الحسن. وقال العقيلي: هذا الحديث باطل لا أصل له، إنما يروي عن ابن الحسن. وقال أبو الفتح الأزدي: إبراهيم ابن جريج متروك الحديث لا يحتج به“.

^۱ الشفاء: ۱/ ۲۵۸، ت: حسين عبد الحميد، شركة دار الأرقم - بيروت، الطبعة: ۲۰۰۳ء.

^۲ مناهل الصفاء: ص: ۱۶۶، رقم: ۸۳۸، ت: سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ.

^۳ المغني في الضعفاء: ۱/ ۴۴، رقم: ۵۴، ت: نور الدين عتر، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۹۸۷م.

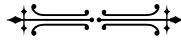
^۴ انظر لسان الميزان: ۱/ ۲۵۸، رقم: ۸۴، ت: عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ.

^۵ مجمع الزوائد: ۵/ ۱۴۲، رقم: ۸۲۹۱، ت: عبد الله محمد درويش، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے میں ”شعب الإيمان“^۱ میں پہلے یہ قول ابن ابی جری عن ابیہ کے انتساب سے تخریج کیا، پھر فرمایا کہ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بسند ضعیف مروی ہے، اور اس حدیث کو یحییٰ بن عبد اللہ بالبتی عن ابراہیم بن جریج والی سند کے ساتھ تخریج کیا۔

حاصل یہ کہ یہ ضعیفی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔

اہم نوٹ: چونکہ تنبیہ کے تحت یہ روایت ضعیفی حیثیت سے تحقیق کا حصہ بنی ہے، اس لئے اسلوب میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔



^۱ شعب الإيمان: ۵۲۲/۷، رقم: ۵۴۱۳، ت: عبد العلی عبد الحمید حامد، مکتبۃ الرشید - سوریا، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

روایت نمبر: (۲۱)

روایت: ”العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان“.

علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔

علم: اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے،

نیز ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول کہا ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ صغانی رحمہ اللہ کا قول:

علامہ صغانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”موضوعات“^۱ میں ذکر کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ بیہقی رحمہ اللہ اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا کلام

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”الأسرار المرفوعة“^۲ میں، علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے

”تذكرة الموضوعات“^۳ میں، اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ”الفوائد

المجموعة“^۴ میں اس روایت کو من گھڑت کہنے میں علامہ صغانی رحمہ اللہ کے قول

پر اکتفاء کیا ہے۔

^۱ موضوعات الصغاني: ص: ۳۸، الرقم: ۳۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دار المأمون - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۹ھ.

^۲ الأسرار المرفوعة: ص: ۲۴۷، الرقم: ۳۰۱، ت: محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ.

^۳ تذكرة الموضوعات: ص: ۱۸، كتب خانہ مجیدیہ - پاکستان.

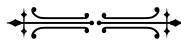
^۴ الفوائد المجموعة في الأحاديث المرفوعة: كتاب الفضائل، الرقم: ۳۱، ت: عبدالرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۶ھ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں اپنی سند سے اسے تخریج کیا ہے، جس میں ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ہے: ”علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔“۔
یعنی ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ نے اس قول کو امام شافعی رحمہ اللہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔

روایت کا حکم

علامہ صفحانی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ شوکانی رحمہ اللہ اور علامہ پٹنی رحمہ اللہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ بعض نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول کہا ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔



^۱ حلیۃ الأولیاء و طبقات الأصفیاء: ۱۴۲/۹، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

روایت نمبر: (۲۲)

روایت: ”خیر البر عاجلہ“۔ بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔

حکم: یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام ملاحظہ ہو:

روایت پر ائمہ کرام کا کلام

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قول

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لا یصح مبناہ، وقد ورد عن العباس فی معناه: لا یتیم المعروف إلا بتعجیلہ فإنہ إذا عجلہ ہنأہ....“^۱۔ یہ روایت ان الفاظ سے صحیح نہیں، البتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی یہ قول منقول ہے: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے...“

علامہ عجلونی رحمہ اللہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لیس بحديث لكن روي بمعناه عن العباس....“^۲۔ یہ حدیث نہیں ہے، لیکن اس کے ہم معنی ایک قول حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے...“

علامہ قزوینی رحمہ اللہ کا کلام

علامہ قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم یرد بهذا اللفظ“^۳۔ ان الفاظ کے ساتھ منقول نہیں۔

^۱ لہ الأسرار المرفوعة: حرف الخاء المعجمة، ص: ۲۰۰، رقم: ۱۹۱، ت: محمد بن لطفی الصباغ، المکتب الاسلامی - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ کشف الخفاء ومزیل الإلباس: حرف الخاء، ۱/ ۴۳۴، الرقم: ۱۲۲۹، ت: یوسف بن محمود، مکتبة العلم الحديث - دمشق، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۳ اللؤلؤ المرصوع: حرف الخاء، ص: ۷۷، رقم: ۱۸۸، ت: فوز أحمد زمزلی، دار البشائر الإسلامية - بیروت، الطبعة: ۱۴۱۵ھ۔

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

مذکورہ الفاظ حدیث رسول ﷺ نہیں ہیں، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قافجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، لہذا اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، البتہ اس کے ہم معنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ”نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے۔“

نوٹ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب مذکورہ اثر ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ (یعنی: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو وہ اللہ اسے آسان کر دیں گے) مسنداً (یعنی سند کے ساتھ) تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، البتہ درج ذیل الفاظ کے ساتھ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ سنداً منقول ہے، ملاحظہ ہو:

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مصدر

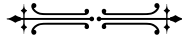
اس اثر کو علامہ احمد بن مروان دینوری نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا أحمد، نا أحمد بن يحيى الخُلَوَانِي، نا الحسن بن علي الخُلَوَانِي، نا المعتمر قال: قال ابن عباس: لا يتم المعروف إلا بثلاثة: تعجيله، وتصغيره عنده، وسرّه، فإنه إذا عجله هنأه، وإذا صغره عظمه، وإذا سرّه تمّمه“^۱.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نیکی تین چیزوں سے پوری ہوتی ہے: جلدی کرنے سے، اس کو چھوٹا سمجھنے سے، اور اس کو چھپا کر کرنے سے،

۱۔ المجالسة وجواهر العلم: ۸۳/ ۷۱، الرقم: ۶۸۵، ت: مشهور بن حسن، دار ابن حزم - بيروت، الطبعة: ۱۴۱۹ھ۔

کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے، جب اس کو چھوٹا جانے گا تو اللہ اسے عظمت عطا فرمائیں گے، اور جب اس کو چھپا کر کرے گا تو اللہ اسے تکمیل تک پہنچا دیں گے۔



روایت نمبر: (۲۳)

روایت: ”الدنيا ضرة الآخرة“ دنیا آخرت کی سوکن ہے۔
حکم: یہ رسالت مآب ﷺ کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت ہمیں انہی الفاظ کے ساتھ سنداً مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ”كشف الخفاء“^۱ میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں: ”قال النجم: ليس في المرفوع“ نجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: ”ذكره في الإحياء من كلام عيسى عليه الصلاة والسلام“۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”إحياء“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: ”إحياء علوم الدين“ میں مذکورہ روایت نہیں مل سکی۔

روایت کا حکم

علامہ نجم الدین غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت رسالت مآب ﷺ کا کلام نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

^۱ كشف الخفاء: ۱/ ۶۳، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - دمشق، ط: ۱۴۲۱ھ۔

فائدہ: مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک مرفوع روایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ”مسند أحمد“ میں تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

روایت: ”حدثنا سليمان بن داود الهاشمي، قال: ثنا إسماعيل يعني ابن جعفر، قال: أخبرني عمرو، عن المطلب بن عبد الله، عن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحب ديناه أضر بآخرته، ومن أحب آخرته أضر بديناه، فأثروا ما يبقى على ما يفتنى“^۱.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے دنیا سے محبت کی تو وہ (انجام کار) اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے، جس نے آخرت سے محبت کی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، تم باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی چیز پر ترجیح دو“۔

علامہ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ”رواہ أحمد والبزار والطبرانی، ورجالهم ثقات“^۲۔ اسے احمد رحمہ اللہ، بزار رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ نے سند کو منقطع قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں: ”أحمد والبزار والطبرانی وابن حبان والحاكم وصححه على شرط الشيخين، قلت: وهو منقطع بين المطلب بن عبد الله وبين أبي موسى“^۳.

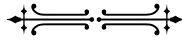
احمد رحمہ اللہ، بزار رحمہ اللہ، طبرانی رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ، اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی تخریج کی ہے، اور حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا

^۱ مسند أحمد: ۳۲/۴۷۰، رقم: ۱۹۶۹۷، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۲۱ھ.

^۲ مجمع الزوائد: ۱۰/۴۳۵، رقم: ۱۷۸۲۵، ت: عبد الله محمد درويش، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ.

^۳ المغني عن حمل الأسفار: ۱/۸۷۳، رقم: ۳۱۹۳، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية - الرياض، ط: ۱۴۱۵ھ.

ہے، میں (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: سند میں مطلب بن عبد اللہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔
 بہر صورت ”مسند احمد“ کی مذکورہ سند سے اس روایت کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔



روایت نمبر: (۲۳)

روایت: ”حسنات الأبرار سیئات المقربین“۔ نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔

حکم: یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ یا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رضی اللہ عنہ نے ”تاریخ بغداد“^۱ میں ”احمد بن عیسیٰ ابوسعید خدری“ (المتوفی: ۲۸۶ھ) کے ترجمہ میں اسے خدری رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا الحسن بن الحسين النعماني، أخبرنا أحمد بن نصر الذراع، قال: سمعت أبا محمد الحسن بن ياسين يقول: سمعت علي بن حفص الرازي يقول: سمعت أبا سعيد الخراز يقول: ذنوب المقربین حسنات الأبرار“۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مقربین کے گناہ نیک لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ”تاریخ دمشق“^۲ میں ان کے ترجمہ میں تخریج کیا ہے۔
فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں سنداً امر فوعاً نہیں مل سکی۔

^۱ تاریخ بغداد: ۵/۴۵۶، رقم: ۲۲۹۴، ت: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ تاریخ دمشق: ۵/۱۳۷، ت: عمر بن غرامة، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ”أحادیث القصاص“^۱ میں مذکورہ کلام کے متعلق فرماتے ہیں: ”هذا من كلام بعض الناس، ليس من كلام النبي“. یہ بعض لوگوں کا کلام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“^۲ میں فرماتے ہیں:

”هو من كلام أبي سعيد الخزار [كذا في الأصل والصحيح الخراز] رواه ابن عساكر في ترجمته“. یہ ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ [یہ تصحیف ہے، صحیح خراز ہے] کا کلام ہے، اسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

حافظ عجوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كشف الخفاء“^۳ میں لکھا ہے کہ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”المصنوع“^۴ میں فرماتے ہیں: ”من كلام أبي سعيد الخراز“. ابو سعید خراز کا کلام ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزنی رحمۃ اللہ علیہ ”الجد الحثيث“^۵ میں لکھتے ہیں: ”من كلام أبي سعيد الخراز وحكي عن ذي النون“. یہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، یہ بھی منقول ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

^۱ أحادیث القصاص: ص: ۸۴، رقم: ۵۸، ت: محمد بن لطفی الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: ص: ۲۲۰، رقم: ۴۰۳، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ كشف الخفاء: ص: ۴۰۶، رقم: ۱۱۳۷، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۴ المصنوع: ص: ۹۴، رقم: ۱۱۱، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

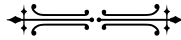
^۵ الجد الحثيث: ص: ۸۶، رقم: ۱۲۸، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۶ ان کا پورا نام ثوبان بن ابراہیم ابو الفیض ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہے، بڑے درجے کے عابد و زاہد تھے، ۲۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقی رحمۃ اللہ علیہ ”اللؤلؤ المرصوع“^۱ میں فرماتے ہیں: ”من کلام الصوفیة“۔ یہ صوفیہ کا کلام ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، بلکہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ یا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، چنانچہ مذکورہ قول کو ان حضرات صوفیائے کرام کی جانب منسوب کر کے بیان کیا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۷۳، رقم: ۱۷۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت نمبر: (۲۵)

روایت: ”الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا“۔ لوگ سو رہے ہیں مر جائیں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔

حکم: یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو علامہ عبدالحق بن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ (۲۸۱ھ - ۵۴۲ھ) نے ”المُحَرَّرُ الْوَجِيزُ فِي تَفْسِيرِ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ“^۱ میں بلا سند اس طرح ذکر کیا ہے: ”قول النبي صلى الله عليه وسلم: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا“۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی ”إحياء علوم الدين“^۲ میں اسے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم أجده مرفوعاً، وإنما يُعزى إلى علي بن أبي طالب“^۳۔ یہ مجھے مرفوعاً نہیں ملی، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

^۱ المحرر الوجيز: ۵/۱۶۳، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية - لبنان، ط: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ إحياء علوم الدين: ۱۱/۲۱۰۵، دار الشعب - القاهرة۔

^۳ المغني عن حمل الأسفار: ۱/۹۹۳، رقم: ۳۶۱۱، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان روایات میں شامل کیا ہے جن کی سند انھیں نہیں ملی۔^۱

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو من قول علي بن أبي طالب“۔^۲
یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو من كلام علي رضي الله عنه“۔^۳
یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”من كلام علي رضي الله عنه“۔^۴
یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ ”الجد الحثيث“^۵ میں لکھتے ہیں:
”أخرجه ابن عساكر عن علي موقوفاً“۔ یہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی ”تاریخ دمشق“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت نہیں مل سکی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوتجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ليس في المرفوع“۔^۶
یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں سے نہیں ہے۔

^۱ طبقات الشافعية الكبرى: ۶ / ۳۵۷، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دار إحياء الكتب العربية - القاهرة، الطبعة الثانية: ۱۴۱۳ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: ص: ۵۰۷، رقم: ۱۲۳۸، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت.

^۳ الدرر المنتشرة: ص: ۱۹۷، رقم: ۴۲۷، ت: محمد عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۴ المصنوع: ص: ۱۹۹، رقم: ۳۷۷، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

^۵ الجد الحثيث: ص: ۲۴۶، رقم: ۵۷۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۶ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۲۰۸، رقم: ۶۵۶، ت: فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة: ۱۴۱۵ھ۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ حدیث تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ روایت حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے نہیں ملتی، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس لئے اس روایت کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

فائدہ: بعض محدثین نے مذکورہ قول کو سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بھی تخریج کیا ہے، ملاحظہ ہو:

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”الزهد الكبير“ میں نقل کرتے ہیں:

”سمعت أبا عبد الرحمن محمد بن الحسين، يقول: سمعت أبا بكر محمد بن عبد الله بن شاذان، يقول: سمعت أبا صالح البصري يقول: سمعت سهل بن عبد الله، يقول: الناس نيام، فإذا انتبهوا ندموا، وإذا ندموا لم تنفعهم ندامتهم“.

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مرجائیں گے تو متنبہ ہوں گے، متنبہ ہوں گے تو نادام ہوں گے اور جب نادام ہوں گے تو انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ

عبید اللہ بن عبد الرحمن زہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۳۸۱ھ) ”حدیث الزہری“ میں بیان کرتے ہیں:

لہ الزهد الكبير: ص: ۲۰۷، رقم: ۵۱۵، عامر أحمد حيدر، دار الجنان - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ.

لہ حدیث الزہری: ص: ۶۷۰، رقم: ۷۴۲، ت: حسن بن محمد البلوط، أضواء السلف - الرياض، ط: ۱۴۱۸ھ.

”أخبركم أبو الفضل الزهري، قال: سمعت محمد بن جعفر السيمسار، يقول: قال بشر بن الحارث: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا“.

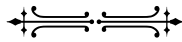
حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مرجائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں فرماتے ہیں:

”حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا عباس الأسقاطي ومحمد بن عثمان بن سعيد الضرير، قالوا: ثنا أحمد بن يونس، ثنا المعافى بن عمران، قال: سمعت سفیان الثوري، يقول: الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا“.

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مرجائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔



^۱ حلیۃ الأولیاء: ۷/ ۵۲، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ.

روایت نمبر: ۲۶

روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”سین بلال عند الله شین“۔ بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: ”إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سیناً“۔ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔
حکم: یہ بے اصل ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ”المغنی“^۱ میں ”فصل اللحن في الأذان“ کے تحت لکھتے ہیں:

”فأما إن كان ألثغ لُثْغَةً لا تتفاحش، جاز أذانه، فقد روي أن بلالا كان يقول: ”أسهد“ يجعل الشين سینا، وإن سلم من ذلك كان أكمل وأحسن“۔

اگر کسی شخص کی اذان میں زیادہ ہکلاہٹ نہ ہو تو اس کی اذان جائز ہے، کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ”أسهد“ کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے، البتہ اگر اذان دینے والا اس ہکلاہٹ سے محفوظ ہو تو یہ زیادہ کمال اور اچھائی پر مشتمل ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“^۲ میں لکھتے ہیں:

^۱ المغنی: ۲/ ۹۰، ت: عبد الله التركي و عبد الفتاح الحلو، دار عالم الكتب - الرياض، الطبعة: ۱۴۱۷ھ۔

^۲ المقاصد الحسنة: ص: ۲۸۸، رقم: ۵۸۰، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۲۷ھ۔

”قال ابن كثير: إنه ليس له أصل ولا يصح، وكذا سلف عن المزي في: إن بلالا - من الهمزة - ولكن قد أورده الموفق بن قدامة في المغني بقوله: روي أن بلالا كان يقول: أسهد يجعل الشين سينا، والمعتمد الأول، وقد ترجمه غير واحد بأنه كان لدى الصوت حسنة فصيحته، وقال النبي لعبد الله بن زيد صاحب الرؤيا: ألقى عليه - أي على بلال - الأذان فإنه أندى صوتا منك . ولو كانت فيه لثغة لتوفرت الدواعي على نقلها ولغابها أهل النفاق والضلال المجتهدين في التنقص لأهل الإسلام نسأل الله التوفيق“.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ”بے اصل“ بات ہے اور آپ ﷺ سے ”صحیح“ نہیں ہے، یہی تفصیل حافظ مزی رحمہ اللہ کے حوالے سے باب ہمزہ ”إن بلالا.....“ کے تحت گزری چکی ہے، البتہ موفق الدین بن قدامہ رحمہ اللہ نے ”المغنی“ میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے: منقول ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ”أسهد“ کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے۔

پہلا قول قابل اعتماد ہے، کئی محدثین نے بلال رضی اللہ عنہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز حسین و فصیح تھی، نیز آپ ﷺ نے خواب والے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ”بلال کو اذان سکھا دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں“۔ اگر بلال رضی اللہ عنہ کی زبان ہکلاتی تو اس ہکلاہٹ کے نقل کرنے کے اسباب زیادہ ہوتے، نیز منافقین اور گمراہ لوگ جو اہل اسلام کے نقائص نکالنے کی جستجو میں رہتے ہیں، اس ہکلاہٹ کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے، ہم اللہ سے حسن توفیق کے خواستگار ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے ”تذکرۃ الموضوعات“^۱ میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

علامہ عجلونی رحمہ اللہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمہ اللہ ”کشف الخفاء“^۱ میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے کلام کے بعد لکھتے ہیں:

”وقال العلامة إبراهيم الناجي في مولده: وأشهد بالله والله أن سيدي بلالا ما قال أسهد بالسين المهملة قط، كما وقع لموفق الدين ابن قدامة في مغنيه، وقلده ابن أخيه الشيخ أبو عمر شمس الدين في شرح كتابه المقنع، ورد عليه الحفاظ كما بسطته في ذكر مؤذنيه، بل كان بلال من أفصح الناس وأنداهم صوتا“.

علامہ ابراہیم ناجی رحمہ اللہ (۸۱۰ھ-۹۰۰ھ) ”مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں فرماتے ہیں: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ واللہ میرے سردار بلال رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی لفظ ”أسهد“ یعنی سین کے ساتھ نہیں کہا، جیسا کہ موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ کی ”المغنی“ میں ہے، اور ان کے بھتیجے شیخ ابن عمر شمس الدین رحمہ اللہ نے ابن قدامہ رحمہ اللہ کی کتاب ”المقنع“ کی شرح میں ان کی تقلید کی ہے، البتہ حفاظ حدیث نے ابن قدامہ رحمہ اللہ کی اس روایت کی تردید کی ہے جیسا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین کے ذکر میں اسے تفصیل سے لکھا ہے، بلکہ بلال رضی اللہ عنہ تو لوگوں میں فصیح تر اور بلند تر آواز والے تھے۔

فائدہ: ابواسحاق ابراہیم بن محمد ناجی رحمہ اللہ کی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ کتاب اس نام سے ہے: ”کنز الراغبین العفاة في الرمز إلى المولد المحمدي والوفاة“، دیکھیے: الأعلام لزركلي: ۷۱/۶۵.

^۱ کشف الخفاء: ص: ۵۳۰، رقم: ۱۵۲۰، ت: یوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ۱۴۲۱ھ.

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ”کشف الخفاء“^۱ میں ایک دوسرے مقام پر
 ”إن بلالا كان يبذل الشين في الأذان شيئاً“ کے تحت لکھتے ہیں:

”قال في الدرر: لم يرد في شيء من الكتب، وقال القاري:
 ليس له أصل، وقال البرهان السفاقي نقلاً عن الإمام الميزي: أنه
 اشتهر على ألسنة العوام ولم يرد في شيء من الكتب“

”امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”درر“ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت کسی کتاب میں
 نہیں ہے، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ ”بے اصل“ ہے، برہان سفاقی رحمۃ اللہ علیہ
 نے مزی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے، لیکن کسی
 کتاب میں نہیں ہے ...“

علامہ محمد بن خلیل قاوقچی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قاوقچی رحمۃ اللہ علیہ ”اللؤلؤ المرصوع“^۲ فرماتے ہیں:
 ”لیس له أصل.“ یہ ”بے اصل“ ہے۔

روایت کا حکم

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم
 ناجی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقچی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق یہ روایت ”بے اصل“
 ہے، اور اسی پر حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد
 کیا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
 قاضی: مشہور قصہ کہ حضرت بلال نے اذان نہ دی تو صبح ہی نہیں ہو رہی
 تھی، فصل ثانی کے تحت آرہا ہے۔

^۱ کشف الخفاء: ص: ۲۶۰، رقم: ۶۹۵، ت: یوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - جلد ۵، ط: ۱۴۲۱ھ۔

^۲ اللؤلؤ المصنوع: ص: ۱۰۰، رقم: ۲۶۲، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت نمبر: (۲۷)

روایت: ”ایک خاص دعا پڑھنے سے والدین کا حق ادا ہو جائے گا۔“

حکم: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”موضوعات“ میں شمار کیا ہے۔

روایت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: ”الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم“۔

پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔

روایت کے مصادر

مذکورہ روایت کو حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ”الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك“^۱ میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا الحسين بن محمد بن عَفِيرِ الأنصاري، ثنا الحجاج بن يوسف بن قُتَيْبَةَ، ثنا بَشْرُ بن الحسين، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال: الحمد لله رب السموات والأرض.....“

^۱ الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك: ص: ۲۸۳، رقم: ۳۰۱، ت: صالح أحمد مصلح الوعيل، دار ابن جوزي - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۳۰ھ۔

اہم فائدہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس روایت کو ”مسند الفردوس للدیلمی“ کے حوالے سے نقل کیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

”حدیث: من قال: الحمد لله رب السموات السبع ورب الأرضين إلى آخر السورة ومثله ولكن وله العظمة ومثله ولكن وله النور، ثم قال: اللهم اجعل ثوابها لوالدي لم يبق عليه حق إلا أداه إليهما، وفي رواية: اجعل ثوابها للمؤمنين والمؤمنات الأحياء منهم والأموات، لم يبق أحد من أهل القبور إلا أدخل الله عليه في قبره الضياء والفسحة والنور (می) من حدیث أنس وفيه بشر بن الحسين“۔
زائد الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

”... اور ایک روایت میں ہے کہ اس دعا کو پڑھ کر کہے: اس کا ثواب زندہ اور فوت شدہ مومن مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیجئے، تو اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد اور عورت کی قبر میں روشنی، وسعت اور نور داخل کر دیں گے ...“۔

روایت پر کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے ان الفاظ کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے: ”من حدیث أنس وفيه بشر بن الحسين“۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس کی سند میں بشر بن حسین ہے۔ بشر بن حسین کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”لہ

عن الزبير بن عدي عن أنس نسخة باطلة نحو من مائة وخمسين حديثاً“۔ بشر بن حسین اصہبانی کا زبیر بن عدی عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے تقریباً

ایک سو پچاس (۱۵۰) احادیث پر مشتمل باطل نسخہ ہے۔
واضح رہے یہ روایت بھی بشر بن حسین اصمہانی، زبیر بن عدی سے
نقل کر رہے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کا کلام

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ”موضوعات“ میں شمار کیا ہے۔

ابو محمد بشر بن حسین ہلالی اصمہانی (توفی بعد ۲۰۰ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام
حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”میزان الاعتدال“ میں لکھتے ہیں:

”صاحب الزبیر بن عدی، قال البخاری: فیہ نظر، وقال
الدارقطنی: متروک، وقال ابن عدی: عامة حدیثه لیس بمحفوظ، وقال
أبو حاتم: یکذب علی الزبیر...“

۱/ ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ - بیروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱ھ۔

۲ ذیل الالافی: ص: ۴۰۰، دار ابن حزم - بیروت۔

۳ میزان الاعتدال: ۱/ ۳۱۵، رقم: ۱۹۲، ت: علی محمد الجاوی، دار المعرفہ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔
اس کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی بعض عبارت، پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مکمل ملاحظہ ہو:

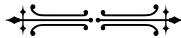
حجاج بن یوسف بن قتیبہ، حدثنا بشر، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس رفعه: من حول خاتمه، أو عمامته، أو
علق خيطا ليذكره فقد أشرك بالله إن الله هو يذكر الحاجات. ثم ساق بهذا السند مئة حديث لا يصح منها شيء.
... قال ابن حبان: يروي بشر بن الحسين، عن الزبير نسخة موضوعة شبيهها بمئة وخمسين حديثا، انتهى.

[قال ابن حجر] وقال ابن حبان في الثقات في ترجمة الزبير بن عدي: بشر بن الحسين كان الأرض أخرجت
له أفلاذ كبدها في حديثه لا ينظر في شيء رواه عن الزبير إلا على جهة التعجب. وقال أبو نعيم: جاء إلى أبي
داود، يعني الطيالسي فقال: حدثني الزبير بن عدي فكذب أبو داود وقال: ما نعرف للزبير بن عدي، عن أنس
إلا حديثا واحدا. قال أبو نعيم: روى بعد المئتين. وقال أبو حاتم: لما قيل له إن ببغداد قوما يحدثون، عن
محمد بن زياد، عن بشر بن الحسين، عن الزبير بن عدي، عن أنس نحو عشرين حديثا فقال: هي أحاديث
موضوعة ليس للزبير، عن أنس إلا أربعة أحاديث أو خمسة أحاديث. وقال العقيلي: روى حجاج بن يوسف
عنه، عن الزبير، عن أنس فذكر حديث الحدة وحديث: لولا أن السؤال وحديث: ويل للتاجر ثم قال: وله غير
حديث من هذا النحو مناكير. وقال الدارقطني: يروي عن الزبير بواسطيل والزبير ثقة والنسخة موضوعة. وقال
أبو أحمد الحاكم: ليس حديثه بالقائم. وقال ابن الجارود: ضعيف.

”بشر، زبیر بن عدی سے نقل کرنے والا راوی ہے، اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”فیہ نظر“ (شدید جرح) اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”متروک“ (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس کی روایتیں عام طور پر محفوظ نہیں ہیں، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بشر، زبیر بن عدی پر جھوٹ بولتا تھا...“۔

روایت کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت کی سند میں ”بشر بن حسین اصبہانی“ موجود ہے، اور خود حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ رجال کی تصریحات کے مطابق بشر بن حسین شدید مجروح راوی ہے، تفصیل گزر چکی ہے، لہذا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔



روایت نمبر: (۲۸)

روایت: ”حب الوطن من الإيمان“۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

حکم: من گھڑت و بے اصل

یہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”موضوع“^۱۔ یہ من گھڑت ہے۔
حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم أقف عليه“^۲۔ میں اس روایت
پر واقف نہیں ہو سکا۔
علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم أقف عليه“^۳۔ میں اس روایت
پر واقف نہیں ہو سکا۔

علامہ معین الدین صفوی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰۶ھ) فرماتے ہیں: ”لیس
بثابت“^۴۔ یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔
ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لا أصل له عند الحفاظ“^۵۔ حفاظ
حدیث کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

^۱ لہ کشف الخفاء: ۱/۳۹۳، رقم: ۱۱۰۲، نیوسف بن محمود، مکتبۃ العلم الحدیث - دمشق، ط: ۱۴۲۱ھ۔
^۲ الدرر المنتشرة: ص: ۱۲۸، رقم: ۱۸۹، ت: محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیہ - بیروت،
ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۳ الأسرار المرفوعة: ص: ۱۸۹، رقم: ۱۶۴، ت: محمد الصباغ، المکتبۃ الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۴ الأسرار المرفوعة: ص: ۱۸۹، رقم: ۱۶۴، ت: محمد الصباغ، المکتبۃ الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ المصنوع: ص: ۹۱، رقم: ۱۰۶، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مؤسسة الرسالة - بیروت، ط: ۱۳۹۸ھ۔

علامہ محمد بن درویش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حدیث موضوع“^۱۔
یہ من گھڑت ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لیس بحديث“^۲۔
یہ حدیث رسول ﷺ نہیں ہے۔

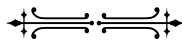
علامہ امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لم يعرف“^۳۔ یہ نہیں پہچانی گئی۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صفانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن درویش رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ معین الدین صفوی رحمۃ اللہ علیہ ”موضوع“ اور ”بے اصل“ کہہ چکے ہیں، چنانچہ اس روایت کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

خاتمہ: سابقہ نصوص سے مذکورہ روایت کا حدیث کی حیثیت سے ”موضوع“ و ”بے اصل“ ہونا ثابت ہو چکا ہے، البتہ اس کے معنی کے صحت و عدم صحت میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے، تفصیل کے لئے دیکھیے: کشف الحفاء: رقم الحدیث:

۱۱۰۲۔



^۱ أسنى المطالب: ص: ۱۲۳، رقم: ۵۵۱، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۲ الجدل الحثیث: ص: ۸۵، رقم: ۱۲۵، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بیروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۳ النخبة البهیة: ص: ۵۲، رقم: ۱۰۳، ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

روایت نمبر: (۲۹)

روایت: ”من استوی یوماہ فہو مغبون“ جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔
حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبد العزیز بن ابی رواد کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ”إحياء علوم الدين“^۱ میں لکھتے ہیں:
”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استوی یوماہ فہو مغبون، ومن كان یومہ شرا من أمسہ فہو ملعون“۔
”تہذیب“: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے۔“

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ عبد الرحیم عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ما أعلم هذا إلا في منام لعبد العزيز بن أبي رواد...“^۲ میں اس کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ عبد العزیز بن ابی رواد کا خواب ہے...“
اہم نوٹ: عبد العزیز بن ابی رواد کے خواب کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق یہی کہا ہے کہ اسے عبد العزیز بن ابی رواد کے خواب کی حیثیت سے پہچانا گیا ہے۔^۳

^۱ إحياء علوم الدين: ۱۴/ ۲۶۶۰، دار الشعب - القاهرة.

^۲ المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۱۱۵۵، رقم: ۱۸۷، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية - الرياض، ط: ۱۴۱۵ھ.

^۳ المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ص: ۱۷۴، رقم: ۳۱۱، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ.

علامہ قافحی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قافحی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ”لا يعرف إلا في المنام لبعضهم“^۱۔ یہ روایت ایک شخص کے خواب سے پہچانی جاتی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا يعرف إلا في منام لعبد العزيز بن رَوَّاد ...“^۲۔ یہ روایت عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی جاتی ہے۔“

فَاذْكُرْ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کا ذکر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الزهد الكبير“^۳ میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”عن عبد العزيز بن أبي رَوَّاد [كذا في الأصل]، قال: رأيت النبي صلی اللہ علیہ وسلم في النوم، فقلت: يا رسول الله! أوصني قال: من استوى يوماء، فهو مغبون، ومن كان يومه شرا من أمسه فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في نقصان، فالموت خير له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات“۔

تَرْجُمَہُ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے (اور جو نقصان میں ہے) اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے۔“

^۱ لہ الزهد المرصوع: ص: ۱۷۴، رقم: ۵۳۰، فواز أحمد زمرلی، دار البشائر الإسلامية - بیروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

^۲ تذکرۃ الموضوعات: ص: ۲۲، کتب خانۃ مجیدیہ - ملتان۔

^۳ لہ الزهد الكبير: ص: ۳۶۷، رقم: ۹۸۷، ت: عامر أحمد حیدر، دار الجنان - بیروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

واضح رہے کہ حافظ ابن الدنیاء سے منقول ہے کہ یہ ”شیخ من بنی سلیم“ کا خواب ہے، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک ”رجل مبہم“ کا خواب ہونا نقل کیا ہے، اسی طرح حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ“ کا خواب قرار دیا ہے، بہر حال یہ سب متفق ہیں کہ یہ روایت کسی کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے بارے میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ،

رحمۃ اللہ علیہ حافظ عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ ”المنامات“ میں فرماتے ہیں: ”حدثنا أبو بكر، حدثني سلمة بن شبيب، حدثني سهل بن عاصم، عن الحسين بن موسى الخراساني، عن شيخ من بني سليم قال: رأيت النبي في منامي فقلت: يا رسول الله! ما حالك؟ قال: أحدثك؟ قلت: حدثني، قال: من استوى يوماء فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يكن في زيادة فهو نقصان، ومن كان في نقصان كان الموت خيرا له“۔ (المنامات: ص: ۱۱۶، رقم: ۲۴۳) رحمۃ اللہ علیہ بنی سلیم کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا تجھے حدیث بیان کروں؟ میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو ترقی نہیں پا رہا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔“

رحمۃ اللہ علیہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”اقتضاء العلم العمل“ میں فرماتے ہیں: ”أخبرنا ابن رزق، قال: أنبأ عثمان بن أحمد، ثنا محمد بن أحمد بن البراء، ثنا داود بن رشيد، ثنا الوليد بن صالح، عن رجل، رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم، فقال لي: ”من استوى يوماء فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يعرف النقصان من نفسه فهو إلى نقصان، ومن كان إلى نقصان فالموت خير له“۔ (اقتضاء العلم العمل: ص: ۱۱۲، رقم: ۱۹۶) رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، کیا تجھے حدیث بیان کروں، میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو اپنے ذاتی نقصان کو نہیں پہچانتا وہ نقصان کی جانب گامزن ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”حلیۃ الأولیاء“ میں فرماتے ہیں: ”أخبرني جعفر بن محمد بن نصير، وحدثني عنه عمر بن أحمد بن شاهين، حدثنا إبراهيم بن نصار، حدثني إبراهيم بن بشار، قال: سمعت إبراهيم بن أدهم، يقول: بلغني أن الحسن البصري رأى النبي صلى الله عليه وسلم في منامه، فقال: يا رسول الله! عظمي، قال: من استوى يوماء فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يتعاهد النقصان من نفسه فهو في نقصان، ومن كان في نقصان فالموت خير له“۔ (حلیۃ الأولیاء: ۳۵/۸) رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے اپنے نفس کو نقصان سے بچانے کے لئے نفس کی اصلاح نہ کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قافجی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کر دی ہے کہ اسے کسی کے خواب سے جانا گیا ہے، اور اتفاقی اصول ہے کہ انتساب بالرسول ﷺ کا ثبوت وجواز، سند پر موقوف ہوتا ہے، محض خواب و مکاشفات کی بنیاد پر کسی قول کو حضور ﷺ کا قول قرار نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ اسی روایت کے ضمن میں شیخ عبدالفتاح ابو غدرہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”هذا، ومن المقرر عند العلماء أن الرؤيا للنبي صلى الله عليه وسلم لا يثبت بها حكم شرعي، أيا كان الرائي من الناس، فبالأولى أن لا يثبت بها حديث نبوي“^۱.

علماء کے نزدیک مقررہ اصول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنے سے شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، خواہ خواب دیکھنے والا لوگوں میں سے کوئی بھی ہو، چنانچہ خواب سے حدیث نبوی ﷺ تو بطریق اولیٰ ثابت نہیں ہوگی۔ حاصل یہ کہ اس روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

تتمہ: اس کے تحت دو فائدے لکھے جائیں گے۔

پہلا فائدہ

حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار رحمۃ اللہ علیہ ”الفردوس بمأثور الخطاب“^۲ میں مذکورہ روایت کو بحوالہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بلا سند اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

”من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فكان على النقصان، ومن كان على

^۱ المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ص: ۱۷۴، رقم: ۳۱۱، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

^۲ الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ۶۱۱، رقم: ۵۹۱۰، ت: السعيد بن بسبوني زغلول، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

النقصان فالموت خیر له“۔

تَعَجُّبًا؛ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

”الفردوس بمأثور الخطاب“ کی سند تاحال نہیں مل سکی، البتہ ائمہ حدیث کے اقوال سے، روایت کا حدیث رسول ﷺ نہ ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

دوسرا فائدہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مسند دہلی“ کی روایت اس طرح سے ذکر کی ہے:

”من استوی يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في النقصان، ومن كان على النقصان فالموت خیر له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات، ومن أشفق من النار لها عن الشهوات، ومن ترقب الموت هانت عليه اللذات، ومن زهد في الدنيا هانت عليه المصيبات۔

أسنده صاحب مسند الفردوس من حديث محمد بن سُوْقَةَ عن الحارث عن علي مرفوعا وهو إسناد ضعيف“۔ [والفظ للآلآي المتشورة^۳] تَعَجُّبًا؛ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر

^۱ لہ المقاصد الحسنة: ص: ۶۱، رقم: ۱۰۷۸، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت .

^۲ لہ الآلآي المتشورة: ص: ۹۱، رقم: ۱۱۷، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ.

^۳ الدرر المنتشرة: حرف الميم، ص: ۲۲۳، ت: محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ.

میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے، جو شخص آگ سے بچنا چاہے وہ شہوتیں چھوڑ دے، جو شخص موت کا منتظر رہے اس کے لئے لذاتِ دنیا ہلکی ہو جاتی ہیں، جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔“ (حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) صاحب ”مسند فردوس“ نے اسے مسنداً محمد بن سوّہ عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ ضعیف سند ہے۔

واضح رہے کہ تاحال ”مسند فردوس“ تو میسر نہیں ہے، البتہ حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہر دار رحمۃ اللہ علیہ کی ”الفردوس بمأثور الخطاب“ جو سندوں سے خالی ہے، اس میں مذکورہ پورا متن دو مختلف الگ الگ روایتوں میں ذکر کیا ہے، پہلا حصہ ”من استوی یوماہ“ سے ”فالموت خیر لہ“ تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، اور دوسرا حصہ ”ومن اشتاق إلى الجنة“ سے ”هانت علیہ المصیبات“ تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، مذکورہ حفاظ کرام (حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے جو سند ذکر کی ہے وہ دوسرے حصہ کی سند ہے، جیسے حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی الفاظ و سند کے ساتھ روایت کو ”حلیۃ الأولیاء“ میں ذکر کیا

لہ الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ۶۱۱، رقم: ۵۹۱۰، ت: السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

لہ الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ۶۰۲، رقم: ۵۸۸۶، ت: السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

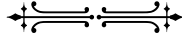
اس دوسرے حصے کے فنی مقام پر یہاں بحث نہیں کر رہے ہیں، کیونکہ یہ روایت ضعیف آگئی ہے۔

لہ حلیۃ الأولیاء: ۵/ ۱۰، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

صرف دوسرے حصہ (ومن اشتاق إلى الجنة سے هانت علیہ المصیبات تک) کو مذکورہ سند سے حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“ (۳۰/ ۱۴) میں مرفوعاً امام تہذیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإيمان“ (۱۷۸/ ۱۳، رقم: ۱۰۱۳۹) میں موقوفاً، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الموضوعات“ (۱۸۰/ ۲) میں مرفوعاً، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللاکی المصنوعة“ (۳۰۱/ ۱۲) میں مرفوعاً تخریق کیا ہے۔

ہے، اور پہلے حصہ کی مذکورہ سند کسی نے بھی ذکر نہیں کی، معلوم ہوا مذکورہ سند کا تعلق صرف دوسرے حصہ سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ روایت: ”من استوی یوماہ“ کی مرفوعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند موجود ہے۔



روایت نمبر: (۳۰)

روایت: ”طلاق دینے سے باری تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے۔“
 حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ بغداد“^۱ میں ”عمر بن جمیع“ کا ترجمہ قائم کیا، پھر اس عمرو کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وكان يروي المناكير عن المشاهير والموضوعات عن الأثبات“. عمرو بن جمیع مشہور راویوں کے انتساب سے منکر اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن جمیع کی زیر بحث روایت تخریج کی، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا علي بن أحمد بن عمر المقرئ، قال: حدثنا الحسن بن سعيد الأدمي بالموصل، قال: حدثنا محمد بن محمود الصيّد لاني، قال: حدثنا أبو إبراهيم الترمذاني، قال: حدثنا عمرو بن جميع، عن جوير عن الضحاك، عن النزال بن سبرة عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق يهتز له العرش“.

تخریج: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے۔“

یہ روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”أخبار أصبهان“^۲ میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں ”عمر بن جمیع“ پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

^۱ تاریخ بغداد: ۹۳/۱۴، رقم: ۶۶۰۷، ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ کتاب ذکر أخبار أصبهان: ۱۵۷/۱، ت: سید کسروی حسین، دار الكتاب الإسلامي - بیروت، الطبعة الاولى: ۱۴۱۰ھ۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ صفانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ صفانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”موضوعات“^۱ میں شمار کیا ہے۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد عمرو بن جُمیع کو ”متروک الحدیث“^۲ کہا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الموضوعات“^۳ میں لکھتے ہیں:

”هذا حديث لا يصح، وفيه آفات: الضحاك مجروح، وجوير ليس بشيء، قال النسائي والدارقطني: جوير وعمرو متروكان، وقال ابن عدي: كان عمرو بن جُميع يتهم بالوضع“^۴
یہ حدیث ”صحیح“ نہیں ہے، اور اس میں کئی آفتیں ہیں: ضحاک مجروح راوی ہے، جویر ”لیس بشی“ ہے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جویر اور عمرو دونوں متروک راوی ہیں، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ عمرو بن جُمیع متہم بالوضع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تلخیص کتاب الموضوعات“^۵ میں لکھتے ہیں:

^۱ موضوعات الصغاني: ص: ۶۰، رقم: ۹۷، دار المأمون للتراث - بيروت.

^۲ ذخيرة الحفاظ: ۱۱۴۷/۲، رقم: ۲۴۳۴، ت: عبد الرحمن الفيرواني، دار السلف - الرياض، ط: ۱۴۱۶ھ.

^۳ كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۷، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ.

^۴ تلخيص الموضوعات: باب العلم، ۲۳۵، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد - الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ.

”فیہ عمرو بن جُمیع - متهم - عن جویبر عن الضحاک عن النَّزَّال بن سَبْرَةَ عن علی“۔ ”اس سند میں عمرو بن جُمیع متهم راوی ہے۔۔۔“

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”اللاکلی المصنوعة“^۱ میں لکھتے ہیں:

”لا یصح، قال الخطیب: عمرو بن جُمیع کذاب یروی المناکیر عن المشاہیر، والموضوعات عن الأثبات“۔ یہ حدیث ”صحیح“ نہیں ہے، خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن جُمیع کذاب ہے، یہ مشہور راویوں کے انتساب سے منکر، اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۲ میں لکھتے ہیں:

”(خط) من حدیث علی ولا یصح، فیہ عمرو بن جُمیع“۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، اور یہ روایت ”صحیح“ نہیں ہے، اس کی سند میں عمرو بن جُمیع ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن جُمیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کذبہ ابن معین، وقال ابن عدی: کان یتهم بالوضع“^۳۔ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متهم بالوضع قرار دیا ہے۔

^۱ لا لاکلی المصنوعة: کتاب الفضائل، ۱۵۱/۲، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

^۲ تنزیہ الشریعة المرفوعة: حرف الحاء، ۲۰۲/۲، ت: عبد اللہ الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ تنزیہ الشریعة المرفوعة: حرف الحاء، ۹۳/۱، ت: عبد اللہ الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

حافظ شوکانی رحمہ اللہ کا کلام

حافظ شوکانی رحمہ اللہ ”الفوائد المجموعة“^۱ میں لکھتے ہیں:

”رواہ الخطیب عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً، وفي إسناده: عمرو بن جُمیع، يروي الموضوعات عن الأثبات“. خطیب رحمہ اللہ نے اس کی تخریج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کی ہے، اور روایت کی سند میں عمرو بن جمیع ہے، جو ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

ان حضرات محدثین نے روایت میں خاص طور پر عمرو بن جمیع کو مدار کلام بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن جمیع کے بارے میں بعض دیگر ائمہ رجال کے اقوال معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

عمرو بن جمیع ابو عثمان کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ ”کتاب الموضوعات“^۲ فرماتے ہیں:

”قال يحيى: هو كذاب خبيث، وقال النسائي و الدارقطني: متروك، وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع، وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل الاعتبار“.

یحییٰ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ کذاب، خبیث ہے، نسائی رحمہ اللہ اور دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے متروک کہا ہے، ابن عدی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ متہم بالوضع ہے، اور ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں صرف ”اعتبار“ کے طور پر ہی لکھنا جائز ہے۔

^۱ الفوائد المجموعة: ص: ۱۸۱، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز - الرياض، ط: ۱۴۱۵ھ۔

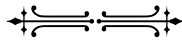
^۲ کتاب الموضوعات: ۲/ ۹۱، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

روایت کا حکم

علامہ صفحانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے، نیز حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین کرام نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے سند میں موجود راوی عمرو بن جمیع کو وضع حدیث میں متہم قرار دیا ہے، ثابت ہوا کہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ زیر بحث روایت کے پہلے جزء (تزوجوا، ولا تطلقوا) کا معنی دیگر روایات سے ثابت ہے، ہماری بحث و حکم کا تعلق صرف جزء ثانی (طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے) سے ہے۔



روایت نمبر: (۳۱)

حدیث: ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“۔ ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔“
حکم: من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

امام رازی رحمہ اللہ ”التفسیر الکبیر“^۱ میں لکھتے ہیں: ”وقوله عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه عرف ربه“۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا...“۔
علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے بھی ”التیسیر“^۲ میں بلا سند مذکورہ روایت نقل کی ہے، ملاحظہ ہو: ”قال عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه فقد عرف ربه“۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔“

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صفائی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار فرمایا ہے۔^۳
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”موضوع“^۴۔ یہ من گھڑت ہے۔
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إنه ليس بثابت“^۵۔ یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

^۱ التفسیر الکبیر: ۴۵۶/۹، دار احیاء التراث العربی - بیروت۔

^۲ التیسیر: حرف الحاء، ۱/۴۹۳، مکتبۃ الإمام الشافعی - الریاض، ط: ۱۴۰۸ھ۔

^۳ موضوعات الصفائی: ص: ۳۵، رقم: ۲۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دارالمامون للتراث - بیروت، ط: ۱۴۲۹ھ۔

^۴ المصنوع: ص: ۱۸۹، رقم: ۳۴۹، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

^۵ الأسرار المرفوعة: ص: ۲۳۷، رقم: ۵۰۶، ت: محمد الصباغ، المکتب الإسلامی - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

علامہ ابو المظفر سَمْعَانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إنه لا يعرف مرفوعاً، وإنما يحكى عن يحيى بن معاذ الرازي من قوله“^۱۔ اسے مرفوعاً نہیں پہچانا گیا، البتہ اسے یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی حیثیت سے نقل کیا جاتا ہے۔ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبد الکریم غزنی رحمۃ اللہ علیہ، محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ محمد بن غلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سَمْعَانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

^۱ الأسرار المرفوعة: ص: ۲۳۷، رقم: ۵۰۶، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔
^۲ المقاصد الحسنة: ص: ۶۵۷، رقم: ۱۱۴۹، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۰۵ھ۔

^۳ الدرر المنتثرة: حرف الميم، ص: ۱۸۵، رقم: ۳۹۳، ت: محمد بن لطفي الصباغ، جامعة الملك سعود - الرياض .

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ”القول الأشبه“ نامی رسالہ لکھا ہے، یہ رسالہ ”الحاوي للفتاوي“ میں موجود ہے (۲/۲۳۹)، اس رسالہ میں بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سَمْعَانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔

^۴ اللآلئ المنثورة: ص: ۱۲۹، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۵ الأسرار المرفوعة: ص: ۲۳۷، رقم: ۵۰۶، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۶ أسنى المطالب: ص: ۲۷۷، رقم: ۱۴۳۶، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۷ الجدل الحديث: ص: ۲۳۲، رقم: ۵۲۴، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت، ط: ۱۴۱۸ھ۔

^۸ النخبة البهية: ص: ۱۲۱، حرف الميم، رقم: ۳۶۴، ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۹ھ۔

^۹ تنزيه الشريعة: ۲/۴۰۲، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱۴۱۰ھ۔

^{۱۰} اللؤلؤ المرصوع: حرف الميم، ص: ۱۹۱، رقم: ۵۹۴، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں ”من گھڑت“ کہا ہے، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز سابقہ تصریحات کے مطابق یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اہم وضاحت

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معالم التنزیل“^۱ میں مذکورہ روایت کو حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے:

”وفي الأخبار: إن الله تعالى أوحى إلى داود: اعرف نفسك واعرفني، فقال: يا رب! كيف أعرف نفسي؟ وكيف أعرفك؟ فأوحى الله إليه: اعرف نفسك بالضعف والعجز والفناء، واعرفني بالقوة والقدرة والبقاء“.

ترجمہ: اور روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی: اپنے نفس کو پہچان اور [اس کے ذریعے سے] مجھے پہچان لے، داؤد علیہ السلام نے کہا: میں کیسے اپنے نفس کو پہچانو؟ اور کیسے آپ کو پہچانو؟ اللہ نے وحی بھیجی: اپنے نفس کو ضعف، عجز اور فنا کے ذریعے سے پہچان، اور مجھے قوت، قدرت اور بقا کے ذریعے پہچان۔

اسی علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ ”روح البیان“^۲ میں ایک مقام پر مذکورہ روایت کو اس طرح لکھتے ہیں: ”قال الله تعالى في بعض كتبه المنزلة: اعرف نفسك يا إنسان! تعرف ربك“. بعض آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے انسان! اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا۔

حاصل یہ کہ روایت: ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور

^۱ معالم التنزیل: سورة البقرة، ۱/۱۵۳، ت: محمد عبد الله التمر، دار طيبة - الرياض، ط: ۱۴۰۹ھ۔

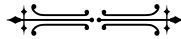
^۲ روح البیان: ۴/۶۱، مطبعة عثمانیه - استانبول، ط: ۱۳۳۱ھ۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق اس جیسے الفاظ اسرائیلی روایت سے ثابت ہیں، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
 تَبَيَّنَ: علامہ عبدالحق ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو ”المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز“^۱ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے انتساب سے موقوفاً بلا سند اس طرح لکھا ہے:

”قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: اعرف نفسك تعرف ربك. وروى عنه أنه قال أيضا: من لم يعرف نفسه لم يعرف ربه.“

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا، اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے: جس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا اس نے اپنے رب کو نہیں پہچانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مقولہ ہمیں باوجود تلاش کے سنداً کسی کتاب میں نہیں مل سکا، واللہ اعلم۔



^۱المحرر الوجيز: سورة الحشر، ۵/ ۲۹۱، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية - لبنان، ط: ۱۴۲۲ھ۔

فصل ثانی

(مختصر نوع)

روایت نمبر: ①

ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے
سودفعہ جانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ ابو جہل کے دروازے پر کلمے کی دعوت کے لئے سو (۱۰۰) سے زیادہ مرتبہ گئے، ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ نے طوفانی رات میں ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابو جہل نے اپنی بیوی سے کہا: اتنی رات میں یقیناً کوئی ضرورت مند ہی آیا ہو گا، میں اس کی ضرورت ضرور پوری کروں گا، اس نے جب دروازہ کھولا تو آپ ﷺ کھڑے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے کہا: کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے، ابو جہل نے غصہ سے دروازہ بند کر لیا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

تتمہ: ذیل میں زیر بحث واقعہ سے ملتی جلتی دو (۲) روایات لکھی جائیں گی، پہلی روایت من گھڑت ہے، جبکہ دوسری روایت فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

پہلی روایت

اس روایت کا ذکر علامہ ابن عراق رحمہ اللہ نے ”تنزیہ الشریعة“^۱ میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے رتن ہندی کذاب کی سند سے کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

۱۔ تنزیہ الشریعة: ۲/۳۸، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

”قال صلى الله عليه وسلم: لو أن لليهودي حاجة إلى أبي جهل وطلب مني قضاءها، لترددت إلى باب أبي جهل مائة مرة“.

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی یہودی کا بھی حق ابو جہل پر ہو اور وہ میرے ذریعے سے طلب کرے، تو میں ابو جہل کے دروازے پر حصول حق کے لئے سو مرتبہ بھی جاؤں گا۔

آگے علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

”قال الذهبي: فأظن أن هذه الخرافات من وضع موسى هذا الجاهل، أو وضعها له من اختلق ذكر رتن، وهو شيء لم يخلق، ولئن صححنا وجوده وظهوره بعد سنة ستمائة، فهو إما شيطان تبدي في صورة بشر، فادعى الصحبة وطول العمر المفطر، وافتري هذه الطامات، أو شيخ ضال أسس لنفسه بيتا في جهنم بكذبه على النبي صلى الله عليه وسلم“.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا گمان یہ ہے کہ یہ خرافات اس جاہل موسیٰ [سند میں موجود راوی] نے گھڑی ہیں، یا اس شخص نے گھڑی ہے جس نے رتن کا نام ایجاد کیا ہے، اور رتن ایسی چیز ہے جو پیدا ہی نہیں ہوئی [یعنی اس نام کے شخص کی طرف منسوب روایات خود ساختہ ہونے کے ساتھ ساتھ، یہ رتن بھی خود ساختہ فرد ہے جس کا کوئی وجود حقیقت میں نہیں ہے]، اگر اس کا وجود اور چھ سو سال کے بعد اس کا ظاہر ہونا صحیح مان لیا جائے، پھر یا تو وہ شیطان تھا جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا، اور صحابیت، طویل عمر کا دعویٰ کیا اور ان بے اصل باتوں کو گھڑا، یا وہ گمراہ سٹیایا ہوا شخص تھا جس نے نبی ﷺ پر جھوٹ بول کر اپنے لیے جہنم میں گھر بنایا۔

دوسری روایت

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ”السيرة النبوية“^۱ میں محمد بن اسحاق عن عبد الملك بن عبد اللہ ثقفی کی سند سے ایک واقعہ نقل کیا ہے:

”ایک اِراشی شخص نے ابو جہل کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا، ابو جہل اس کا حق دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا، وہ شخص قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ابو جہل کی شکایت کی، انہوں نے استہزاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ تمہارا حق دلوائے گا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حق دلوانے کا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر ابو جہل کے دروازے پر گئے، ابو جہل باہر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اِراشی کا حق دینے کے لئے کہا، وہ فوراً اندر گیا اور اِراشی کا حق دے دیا، سردار ان قریش نے ابو جہل کو اس پر ملامت کیا، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک رعب دار آواز آئی، جب میں باہر آیا تو سامنے ایک بڑا اونٹ کھڑا تھا، اگر میں حق دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔“

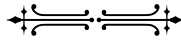
علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند میں موجود راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”دیوان الضعفاء“^۲ میں لکھتے ہیں: ”ثقة - إن شاء الله - صدوق، احتج به خلف من الأئمة، ولا سيما في المغازي...“
ان شاء اللہ ثقہ ہیں، صدوق ہیں، متقدمین ائمہ نے ان کی روایات سے استدلال کیا ہے، خاص طور پر مغاری کے باب میں...“

البتہ واضح رہے کہ بعض محدثین نے محمد بن اسحاق پر خاص جہت سے جرح بھی کی ہے۔

^۱ السيرة النبوية لابن هشام: ۳۸۹/۱، ت: مصطفى السقا وغيره، دار الكتب العلمية - بيروت.

^۲ ديوان الضعفاء: ص: ۳۴۱، رقم: ۳۵۸۹، ت: حماد بن محمد الأنصاري، مكتبة النهضة الحديثة - مكة المكرمة، ط: ۱۳۸۷ھ.

سند میں مذکور عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان ثقفی کو حافظ ابن
حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقات“^۱ میں لکھا ہے، البتہ سند منقطع ہے، خلاصہ یہ کہ اسے
فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم۔



^۱ الثقات: ۱۱۶/۵، رقم: ۶۱۲۱، دائرة المعارف - بحیدر آباد دکن .

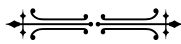
روایت نمبر: (۲)

طوفانی رات میں آپ ﷺ کا دعوت دینا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک طوفانی رات میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ کوئی شخص چلتا ہوا آ رہا ہے، جب وہ قریب آیا تو دیکھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی رات میں کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پہاڑ کے دوسری جانب ایک قافلہ آکر ٹھہرا تھا جو کل صبح سے پہلے کوچ کر جائے گا، مجھے یہ ڈر ہوا کہ اس قافلے والوں تک کلمہ کی دعوت پہنچنے سے نہ رہ جائے، سو میں انہیں دعوت دینے گیا تھا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: ۳۰

ایک آدمی کا راہ راست پر آجانا، داعی کی نجات کے لئے کافی ہے

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تَبَيَّنَ: ذیل میں مذکورہ روایت سے ملتی جلتی روایات ذکر کی جائیں گی جنہیں امام احمد رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے، ان روایات کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پہلی روایت

”عن مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا مُعَاذُ! أَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ عَلَيَّ يَدِيكَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّرْكِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ“^۱

تَبَيَّنَ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کسی مشرک کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دے دی تو تیرے لئے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

۱۔ مسند أحمد: ۳۶/۳۹۲، رقم: ۲۲۰۷۴، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔

علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”رواہ أحمد ورجاله ثقات إلا أن ذؤید بن نافع لم يدرك معاذاً“^۱۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، البتہ یہ بات ہے کہ (راوی) ذؤید بن نافع نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

دوسری روایت

”عن أبي رافع، قال: بعث النبي صلى الله عليه وسلم علياً إلى اليمن، فعقد له لواء، فلما مضى، قال: يا أبا رافع! الحقّه ولا تدعه من خلفه، وليقف ولا يلتفت حتى أجيئه، وأتاه فأوصاه بأشياء، فقال: يا علي! لأن يهدي الله على يدك رجلاً خيراً لك مما طلعت عليه الشمس“^۲۔

ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کے لیے جھنڈا تیار کیا، جب وہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو رافع! ان سے جا کر ملو، اور انہیں پیچھے سے نہ پکارو، وہ وہیں کھڑے رہیں، ادھر ادھر نہ جائیں یہاں تک کہ میں آجاؤں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور انہیں کچھ باتوں کی وصیت کی اور کہا: اے علی! اگر ایک شخص کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دی تو یہ تیرے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

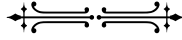
علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”رواہ الطبرانی عن یزید بن أبی زیاد، وهو یزید بن یزید بن أبی زیاد مولیٰ ابن عباس، ذکره المزي في الرواة عن أبی رافع، وذكره

^۱ مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد، ۵/ ۶۰۲، رقم: ۹۷۱۴، ت: عبد الله محمد درويش، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ المعجم الكبير: ۱/ ۳۳۲، رقم: ۹۹۴، مكتبة ابن تيمية - مصر، ط: ۱۴۰۴ھ۔

ابن حبان في الثقات، وبقية رجال الطريق الأولى ثقات“^۱۔
 اس روایت کو طبرانی رحمہ اللہ نے یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے، جو کہ
 یزید بن یزید بن ابی زیاد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے، مزی رحمہ اللہ نے یزید کو ابو رافع
 سے نقل کرنے والے راویوں میں ذکر کیا ہے، اور ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقات
 میں ذکر کیا ہے، پہلی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔



^۱ مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد، ۵/ ۶۰۲، رقم: ۹۷۱۶، ت: عبد الله محمد درويش، دار
 الفكر - بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

روایت نمبر: ۴۱

حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا:
اللہ کے رزق میں سے کھا

حکم: مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: ”حضرت ایوب علیہ السلام پر جب آزمائش آئی تو ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے، جب کوئی کیڑا کاٹا تو انہیں بہت تکلیف ہوتی، اور جب کوئی کیڑا ان کے جسم سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر دوبارہ اپنے جسم پر رکھ دیتے، اور کہتے کہ اللہ نے جو تجھے رزق دیا ہے اس میں سے کھا۔“

مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، البتہ اسے حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے ”حلیۃ الأولیاء“^۱ میں حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”حدثنا أبي، ثنا أحمد بن محمد بن عمر، ثنا أبو بكر بن عبيد، حدثني محمد ابن قدامة، ثنا موسى بن داود، ثنا رباح، عن الحسن أنه كانت الدودة تقع من جسد أيوب، فيأخذها فيعيدها إلى مكانها، ويقول: كلي من رزق الله.“

حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب کوئی کیڑا حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھاتے اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھتے اور کہتے کہ اللہ کے رزق میں سے کھا۔

^۱ حلیۃ الأولیاء: ۶/۱۹۵، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

روایت کے متعلق ائمہ کا کلام

قاضی ابو بکر ابن العربی کا قول

حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ”الجامع لأحكام القرآن“^۱ میں ایوب علیہ السلام کی ابتلاء کی تفصیل لکھنے کے بعد علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

”ولم يصح عن أيوب في أمره إلا ما أخبرنا الله عنه في كتابه في آيتين: الأولى قوله تعالى: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ ۖ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ﴾ [الأنبياء: ۸۳] والثانية: في (ص): ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ ۖ نُصِّبْ وَعَذَابٍ﴾ [ص: ۴۱]۔ وأما النبي صلى الله عليه وسلم فلم يصح عنه أنه ذكره بحرف واحد إلا قوله: بينا أيوب يغتسل إذ خرَّ عليه رجلٌ^۲ من جراد من ذهب... الحديث [كذا في الأصل]۔“

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں کوئی بات صحیح نہیں ہے، سوائے اس مضمون کے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دی ہے: پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”اور ایوب جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے تکلیف“ [الأنبياء: ۸۳] اور دوسری آیت سورہ (ص) کی: ”مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف“ [ص: ۴۱]۔ ”اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی ایک لفظ بھی صحت کے ساتھ منقول نہیں سوائے اس حدیث کے: ”حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ ان کے قدموں میں سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں ...“۔

^۱ الجامع لأحكام القرآن: سورة ص، ۲۱۵/۱۸، ت: عبد الله بن عبد المحسن، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۴۲۷ھ۔

^۲ قوله: الرجل: الرجل بالكسر: الجراد الكثير. (النهاية في غريب الحديث الأثر: باب الرء، ۲/۲۰۳، ت: طاهر أحمد الزاوي، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ط: ۱۳۰۰ھ۔)

علامہ لقمانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا کلام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ”روح المعانی“^۱ میں ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق واقعات ذکر کرنے کے بعد علامہ ابراہیم بن ابراہیم بن حسن لقمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۰۴۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وفي ”هداية المريد“ للّقمانی أنه يجوز على الأنبياء عليهم السلام كل عرض بشري ليس محرما ولا مكروها ولا مباحا مزييا ولا مزمنا، ولا مما تعافه الأنفس ولا مما يؤدي إلى النفرة، ثم قال بعد ورقتين: واحترزنا بقولنا ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس عما كان كذلك كالاقعاد والبرص والجذام والعمى والجنون .

وأما الإغماء فقال النووي: لا شك في جوازه عليهم، لأنه مرض بخلاف الجنون، فإنه نقص، وقيد أبو حامد الإغماء بغير الطويل، وجزم به البلقيني .

لقمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”هداية المريد“ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر تمام عوارض بشری آسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہوں نہ مکروہ ہوں، نہ غیر پسندیدہ عیب لگانے والے ہوں، نہ دائمی مرض ہو، نہ ایسی بیماری ہو کہ لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہوں، اور نہ ایسی بیماری ہو جس سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہو۔

(علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لقمانی رحمۃ اللہ علیہ دو اوراق کے بعد مزید فرماتے ہیں: ہم نے اپنے اس قول (یعنی: ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس) سے اس نوع کے امراض سے احتراز کیا ہے: (جیسے) وہ بیماری جس میں ہاتھ پاؤں سوکھ جاتے ہیں، (نیز) برص، جذام، اندھا پن، جنون۔

^۱ روح المعانی: سورة ص، ۲۳/۲۰۸، دار إحياء التراث العربي - بيروت .

البتہ بے ہوشی کے بارے میں نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام پر بے ہوشی طاری ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ مرض ہے بخلاف جنون کہ یہ عیب ہے، اور ابو حامد رحمہ اللہ نے بے ہوشی کے بارے میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ طویل نہ ہو، اور اسی پر علامہ بلقینی رحمہ اللہ کا جزم ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ لقانی رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ درست نہیں ہے، علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا مزید کلام آگے آرہا ہے۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ کا کلام

علامہ سبکی رحمہ اللہ انبیاء علیہم السلام پر مذکورہ عوارض کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ویمتنع علیہم الجنون وإن قل لأنه نقص، ویلحق به العمی، ولم یعم نبی قط، وما ذکر عن شعیب من کونه کان ضریرا لم یشبث، وأما یعقوب فحصلت له غشاوة وزالت“^۱۔

ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی نبی مجنون ہوا ہو، اگرچہ جنون مختصر وقت کے لئے ہو، نابینا ہونا بھی جنون کے ساتھ ملحق ہے (یعنی نبی نابینا نہیں ہو سکتا)، اور کوئی نبی کبھی بھی نابینا نہیں ہوا، اور جہاں تک حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا تعلق ہے، سو وہ ثابت نہیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی نابینا نہ تھے، البتہ آنکھوں پر عارضی پردہ پڑ گیا تھا، بعد میں وہ زائل ہو گیا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا قول

علامہ آلوسی رحمہ اللہ مذکورہ تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

”ولعلک تختار القول بحفظهم مما تعافه النفوس ویؤدی إلى الاستقذار والنفر مطلقا، وحينئذ فلا بد من القول بأن ما ابتلي به أيوب

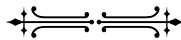
^۱ روح المعانی: سورة ص، ۲۳/۲۰۸، دار إحياء التراث العربي - بیروت .

عليه السلام لم يصل إلى حد الاستقذار والنفرة كما يشعر به ما روي عن قتادة ونقله القصاص في كتبهم، وذكر بعضهم أن داءه كان الجدرى ولا أعتقد صحة ذلك، والله تعالى أعلم“^۱۔

شاید آپ یہ قول اختیار کریں کہ انبیاء علیہم السلام ایسے امراض سے مطلقاً محفوظ رہے ہیں جن سے لوگ کراہت محسوس کرتے ہوں، اور جو لوگوں کی دوری اور نفرت کا باعث ہوں، اس صورت میں اس کا قائل ہونا بھی ضروری ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض لوگوں میں دوری اور نفرت کی حد تک نہیں پہنچا تھا، جیسا کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت [حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں] سے یہ سمجھ میں آتا ہے [یعنی حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت درست نہیں ہے] اور ان سے بعض قصہ گو نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کی بیماری چپک تھی، میرے اعتقاد کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے ”لایصح“ کہا ہے نیز علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ روح المعانی: سورة ص، ۲۳/۲۰۸، دار إحياء التراث العربي - بيروت .

روایت نمبر: ۵)

آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو
اپنے ہاتھ سے صاف کرنا

روایت: ”ایک مشرک آپ ﷺ کا مہمان ہوا، رات کو وہ آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گیا، رات کو اس کا پیٹ خراب ہوا جس کی وجہ سے بستر پاخانے سے خراب ہو گیا، آپ ﷺ نے اس کا بستر اپنے ہاتھ سے صاف کیا، اس مشرک شخص نے جب آپ ﷺ کا یہ رویہ دیکھا تو وہ مسلمان ہو گیا۔“

روایت کا حکم

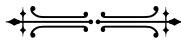
تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
تتمہ: آپ ﷺ کے اخلاق و فیاضی سے متعلق ایک روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کی ہے:

روایت

”حدثني محمد بن رافع، حدثنا إسحاق بن عيسى، أخبرنا مالك، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر، فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة، فحلبت فشرب حِلَابَهَا، ثم أخرى فشربه، ثم أخرى فشربه، حتى شرب حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ، ثم إنه أصبح فأسلم،

فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فشرب حلابها، ثم أمر بأخرى فلم يستتمها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن يشرب في معي واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء“^۱.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضیافت فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دینے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دوا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دینے کا حکم دیا، اس کا دودھ بھی پی گیا، پھر تیسری کا حکم دیا، وہ پی گیا، حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، اگلے دن وہ مسلمان ہو گیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دوا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری کا حکم دیا وہ اس کا دودھ پورا نہ پی سکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن ایک آنت سے پیتا ہے اور کافر سات آنتوں سے پیتا ہے۔“



^۱ الصحیح لمسلم: ص: ۸۵۴، رقم: ۲۰۶۳، محمد فؤاد عبد الباقي، بیت الأفكار الدولية — الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

روایت نمبر: ⑦

آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر
ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا

روایت: ”جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو صحابہ رضون اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اللہ رب العزت سے ان کی صحت یابی اور زندگی کی دعا فرمالیتے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے مقبول دعا اپنی امت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے ہم معنی یہ روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح“ میں ذکر کیا ہے۔

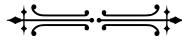
روایت

”حدثنا عبید اللہ بن معاذ العنبري، حدثنا أبي، حدثنا شعبة، عن محمد (وهو بن زياد) قال سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل نبي دعوة دعا بها في أمته فاستجيب له، وإنني أريد إن شاء الله أن أؤخر دعوتي شفاعاً لأمتي يوم القيامة“^۱۔

۱۔ الصحيح للمسلم: كتاب الايمان، ص: ۱۱۲، رقم: ۱۹۹، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، بيت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

تَحْمِمْ؛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے جو اسے اپنی امت کے لئے مانگتا ہے اور وہ دعا اس کی قبول بھی کی جاتی ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ میرا ارادہ ہے کہ اپنی دعا کو روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر لوں۔

یَعْنِی: اس روایت میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔



روایت نمبر: ④

آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا

روایت: ”جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب ہوا اور آپ ﷺ پر سکرات کی تکلیف بڑھنے لگی تو آپ ﷺ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: اے عزرائیل! کیا میری امت کو بھی موت کی اتنی ہی تکلیف ہوگی؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا: اس سے بھی زیادہ تکلیف ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میری امت کی موت کی تمام تکلیف مجھے دے دو اور انہیں موت کی تکلیف نہیں دینا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کی امت کی فکر سے متعلق روایات ذخیرہ احادیث میں کثیر تعداد میں ہیں، ذیل میں ایک روایت لکھی جاتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کیا ہے۔

روایت

”حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدفي، أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني عمرو بن الحارث أن بكر ابن سوادة حدثه، عن عبد الرحمن بن جبير، عن عبد الله بن عمرو بن العاص: أن النبي صلى الله عليه وسلم تلا قول الله عز وجل في إبراهيم: ﴿رَبِّ إِنِّهْنَّ أَصْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنْ

الْتَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ﴾ [ابراہیم: ۳۶]۔ وقال عيسى عليه السلام: ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ [المائدة: ۱۱۸]۔

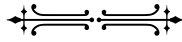
فرع یدیدہ وقال: اللہم اُمتی اُمتی وبکی، فقال اللہ عز وجل: یا جبریل! اذهب إلى محمد وربک أعلم فسلہ ما یبکیک، فأتاه جبریل علیہ السلام فسأله، فأخبره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قال وهو أعلم، فقال اللہ: یا جبریل! اذهب إلى محمد، فقل: إنا سنرضیک فی أمتک ولا نسوءک^۱۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْتَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ﴾ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔ لہذا جو کوئی میری راہ پر چلے، وہ تو میرا ہے (سورۃ ابراہیم: ۳۶)۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ انہیں معاف فرمادیں، تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی کامل، حکمت بھی کامل (سورۃ مائدہ: ۱۱۸)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت، اور رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ، اور تیرا

^۱ الصحیح لمسلم: ص: ۱۱۲، رقم: ۲۰۲، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، بیت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

رب جاننے والا ہے، اور پوچھو کہ آپ ﷺ کیوں رورہے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھا، آپ ﷺ نے انہیں ساری بات بتادی جو آپ ﷺ نے کہی تھی، حالانکہ باری تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے، اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔



روایت نمبر: ⑧

روزِ قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو جنت میں جانے کے لئے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہوگی، وہ چاہے گا کہ کوئی اس کو ایک نیکی دے تاکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے، وہ شخص اپنے عزیز واقارب کے پاس جائے گا، کوئی بھی اس کو ایک نیکی دینے کے لئے تیار نہ ہوگا، اس کی نظر ایک شخص پر پڑے گی جو اپنے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوگا، یہ اس کے پاس جائے گا، اس دوسرے شخص کے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی نیکی ہوگی، یہ شخص اس سے ایک نیکی کا سوال کرے گا، وہ اس کو اپنی ایک نیکی دے دیگا، اللہ تعالیٰ اس ایثار کو دیکھ خوش ہوں گے اور دونوں کو جنت میں داخل کر دیں گے۔“

امام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الدرة الفاخرة في كشف علم الآخرة“^۱ میں یہ روایت بلا سند نقل کی ہے:

”یو تى برجل يوم القيامة، فما يجد له حسنة ترجح ميزانه، وقد اعتدلت بالسوية، فيقول الله تعالى رحمة منه: اذهب في الناس فالتمس من يعطيك حسنة أدخلك بها الجنة، فيصير يجوس خلال العالمين فما يجد أحدا يكلمه في ذلك الأمر إلا يقول له خفت أن يخف ميزاني، فأنا أحوج منك إليها، فيبأس.“

فيقول له رجل: ما الذي تطلب؟ فيقول: حسنة واحدة، فلقد مررت بقوم لهم منها الألف فبخلوا علي، فيقول له الرجل: لقد لقيت

^۱ الدرة الفاخرة: ۳۵/ب، مخطوط في جامعة الملك سعود. یہی روایت حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا سند امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے (الذكرة في احوال الموتى: ۲/۷۳۳) میں ذکر کی ہے۔

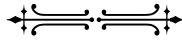
اللہ تعالیٰ، فما وجدت في صحيفتي إلا حسنة واحدة، و ما أظنها تغني عني شيئا، خذها هبة مني إليك، فينطلق فرحا مسرورا، فيقول الله له: ما بالك و هو أعلم؟ فيقول: رب اتفق من أمري كيت و كيت، ثم ينادي سبحانه بصاحبه الذي وهبه الحسنة، فيقول له سبحانه: كرمي أوسع من كرمك، خذ بيد أخيك و انطلقا إلى الجنة“۔

روز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا، صورت حال یہ ہوگی کہ اس کے میزان کے پلٹے برابر ہوں گے اور اسے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جاؤ اور تلاش کرو کہ کوئی تمہیں ایک نیکی دے دے تو میں تمہیں جنت میں داخل کر دوں گا، وہ شخص لوگوں کے درمیان پھرے گا، اور اس بارے میں جس سے بھی بات کرے گا وہ یہی کہے گا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرا ترازو ہلکا نہ ہو جائے، میں تجھ سے زیادہ اس چیز کا محتاج ہوں، وہ شخص مایوس ہو جائے گا۔

اچانک ایک شخص اس سے پوچھے گا کہ تم کیا تلاش کرتے پھر رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ ایک نیکی درکار ہے جس کی تلاش میں، میں لوگوں کے پاس گیا ان کی ہزاروں نیکیوں میں سے ایک نیکی مانگی لیکن انہوں نے بخل کیا، یہ شخص اسے کہے گا کہ میں اللہ سے اس حال میں ملا کہ میرے صحیفے میں ایک ہی نیکی ہے میرا گمان نہیں ہے کہ وہ مجھے کچھ فائدہ نہ دے گی، یہ تجھے میری طرف سے ہبہ ہے، وہ شخص خوشی خوشی چلا جائے گا، اللہ اس سے پوچھے گا کہ تیرا کیا حال ہے جبکہ وہ سب جانتا ہے، وہ شخص کہے گا کہ اے میرے رب! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائیں گے جس نے نیکی ہبہ کی اور کہیں گے کہ میرا کرم تیرے کرم سے وسیع ہے، اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: ⑨

ایک عورت کا چار آدمی کو جہنم میں لے جانا

روایت: ”ایک عورت اپنے ساتھ چار افراد کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔ کیونکہ ان رشتہ داروں نے اس عورت کی اصلاحی ذمہ داری میں کوتاہی کی تھی۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کی بجائے چند دیگر روایات ذخیرہ احادیث میں ملتی ہیں، جن میں اہل و عیال سے متعلق ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے، یہ روایات علامہ نور الدین بیہقی رحمہ اللہ نے ”مجمع الزوائد“ میں ذکر کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

روایت ①

”عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلکم راع وكل مسؤول عن رعيته، فالأمر راع على الناس ومسؤول عن رعيته، والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عن زوجته وما ملكت يمينه، والمرأة راعية لزوجها ومسؤولة عن بيتها وولدها، والمملوك راع على مولاه ومسؤول عن ماله، وكلکم راع وكلکم

مسؤول عن رعيته، فأعدوا للمسائل جواباً، قالوا: يا رسول الله! وما جوابها؟ قال: أعمال البر“۔^۱

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی: حاکم لوگوں پر نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے اس کی بیوی اور جو اس کی ملکیت میں ہے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے لئے نگہبان ہے اس سے گھر اور بچوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور غلام اپنے مولا کے لئے نگہبان ہے اس سے مولا کے مال کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم ان سوالات کے لئے جواب تیار کر لو، صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کے جوابات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اعمال۔“

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”رواه الطبراني في الصغير والأوسط بإسنادين، وأحد إسنادي الأوسط رجاله رجال الصحيح“۔ اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے ”معجم الصغير“ اور ”معجم الاوسط“ میں دوسندوں سے ذکر کیا ہے، اور ”معجم الاوسط“ کی ایک سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

^۱ مجمع الزوائد: باب کلکم راع، ۵/۳۷۳، رقم: ۹۰۴۷، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر — بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

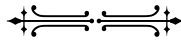
روایت: (۲)

”عن قتادة أن ابن مسعود قال: إن الله - تبارك وتعالى - سائل كل ذي رعية فيما استرعاه، أقام أمر الله - تعالى - فيهم أم أضاعه؟ حتى إن الرجل ليسأل عن أهل بيته“^۱.

تَرْجَمَہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ ہر رعیت والے سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھیں گے کہ اس نے ان میں اللہ کا امر نافذ کیا یا ضائع کیا؟ حتیٰ کہ آدمی سے اس کے گھروالوں کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نور الدین ہبشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رواہ الطبرانی، وقتادة لم یسمع من ابن مسعود، ورجاله رجال الصحیح“۔ اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، اور سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔



^۱ مجمع الزوائد: باب کلکم راع، ۵/ ۳۷۵، رقم: ۹۰۵۳، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

روایت نمبر: ۱۵

میر ابستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے۔“

مذکورہ روایت درج ذیل الفاظ سے بھی بیان کی جاتی ہے۔

”مضیٰ عهد النوم“۔ میری نیند کے دن ختم ہو گئے۔

”لا راحة بعد اليوم یا خديجة! أجل مضیٰ عهد النوم والدعة، وما عاد منذ اليوم إلا السهر والتعب“۔ اے خدیجہ! آج کے بعد آرام کے دن ختم ہو گئے، نیند اور راحت کے دن گزر گئے، آج سے مسلسل بیداری اور مشقت ہوگی۔

مذکورہ روایت کو سید قطب ابراہیم رحمہ اللہ نے ”فی ظلال القرآن“^۱ میں بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”مضیٰ عهد النوم یا خديجة!“۔ میری نیند کے دن ختم ہو گئے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
تتمہ:

ذیل میں مذکورہ روایت سے قدرے مشترک، دو روایات لکھی جائیں گی، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

^۱ فی ظلال القرآن: سورة البقرة، ۱/۷۶، صنفہ: سید قطب ابراہیم حسین الشاربی، دار الشروق - بیروت، ط: ۱۴۲۳ھ۔

① اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے:

”حدثنا نصر بن علي، حدثنا عبد الله بن الزبير أبو الزبير، حدثنا ثابت البناني، عن أنس بن مالك قال: لما وجد رسول الله صلى الله عليه و سلم من كُرب الموت ما وجد، قالت فاطمة: واكرب أبتاه، فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لا كُرب على أبيك بعد اليوم، إنه قد حضر من أبيك ما ليس بتارك منه أحدا، الموافة يوم القيامة“^۱۔
ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سكرات شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی سختی اور تکلیف نہ آئے گی، تمہارے والد پر وہ وقت آگیا جو سب پر آنے والا ہے، اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔
 علامہ احمد بن ابو بکر بن اسماعیل کنانی رحمہ اللہ مذکورہ روایت کے متعلق ”مصباح الزجاجة“^۲ میں فرماتے ہیں:

”هذا إسناد فيه عبد الله بن الزبير الباهلي أبو الزبير ويقال أبو معبد البصري، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال أبو حاتم: مجهول، وقال الدارقطني: بصري صالح، قلت: وباقي رجال الإسناد على شرط الشيخين، رواه الإمام أحمد في مسنده من حديث أنس أيضا، ورواه الترمذي في الشمائل عن نصر بن علي الجهضمي به“۔

اس سند میں عبد اللہ بن زبیر باہلی ابو زبیر ہے، اسے ابو معبد بصری بھی

^۱ سنن ابن ماجہ: کتاب الجنائز، ۱/ ۵۲۱، رقم: ۱۶۲۹، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر - بيروت، ط: ۱۳۷۳ھ۔

^۲ شروح سنن ابن ماجہ (مصباح الزجاجة): ۲/ ۶۴۸، رقم: ۱۶۲۹، ت: رائد بن صبري، بيت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۲۰۰۷ م۔

کہتے ہیں، ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کا ذکر ”ثقات“ میں کیا ہے، اور ابو حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ مجہول ہے، اور دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ صالح ہے۔ میں [احمد بن اسماعیل کنانی رحمہ اللہ] کہتا ہوں: سند کے باقی رجال شیخین کی شرط کے مطابق ہیں، اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ ”شمال“ میں نصر بن علی جہضمی سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

۲ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ ”الشمائل المحمدية“^۱ میں تخریج

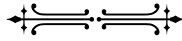
فرماتے ہیں:

”حدثنا سفیان بن وکیع، أنبأنا جُمیع بن عمیر بن عبد الرحمن العجلی، [قال: حد] ثنی رجل من بني تمیم من ولد أبي هالة زوج خديجة یکنی أبا عبد الله، عن ابن لأبي هالة، عن الحسن بن علي [رضي الله تعالى عنهما] قال: سألت خالي هند بن أبي هالة وكان وصافاً، قلت: صف لي منطق – رسول الله صلى الله عليه وسلم – قال: كان رسول الله متواصل الأحزان، دائم الفكرة، ليست له راحة...“

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بہت زیادہ بیان کرنے والے تھے: آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا انداز بتائیے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل غمگین، ہمہ وقت فکر مند رہتے تھے، کسی پل آپ کو راحت نہ تھی...“

^۱ الشمائل المحمدية: ص: ۱۸۴، رقم: ۲۲۶، ت: سید بن عباس الجلیمی، المكتبة التجارية – مكة المكرمة، ط: ۱۴۱۳ھ۔

مذکورہ روایت کو حافظ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“^۱ میں امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے، روایت ذکر کرنے کے بعد حافظ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وفیہ من لم یسم“۔ اس روایت کی سند میں ایسا راوی ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا۔



^۱ مجمع الزوائد: ۸/ ۴۹۴، رقم: ۱۴۰۲۶، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

روایت نمبر: ⑪

داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر

روایت: ”اللہ تعالیٰ داعی کو ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرمائیں گے۔“
 مذکورہ روایت کو حجۃ الاسلام علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مکاشفۃ القلوب“^۱ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال موسى: يا رب! ماجزاء من دعا أخاه وأمره بالمعروف ونهاه عن المنكر؟ قال: أكتب له بكل كلمة عبادة سنة، وأستحي أن أعذبه بناري.“

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہوگی جو اپنے بھائی کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے ہر لفظ کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھ دوں گا، اور مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ اسے اپنی آگ سے عذاب دوں۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

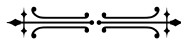
مذکورہ روایت کے مضمون پر مشتمل ایک طویل روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“ میں ذکر کی ہے، وہ روایت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت ہے، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

^۱ مکاشفۃ القلوب: ص: ۴۰، ت: صلاح محمد عویضہ، دارالکتب العلمیۃ - بیروت .

روایت

”حدثنا أبو بكر أحمد بن السندي، ثنا الحسن بن علوية القطان، ثنا إسماعيل بن عيسى العطار، ثنا إسحاق بن بشر القرشي أبو حذيفة، عن سعيد، عن قتادة، عن كعب قال: قال موسى عليه السلام حين ناجاه ربه تعالى قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا كافرة إلى الإسلام؟ قال: يا موسى! أجعل له حكما يوم القيامة في الشفاعة، قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا مؤمنة إلى طاعتك ونهاها عن معصيتك، قال: يا موسى! هو يوم القيامة في زمرة المرسلين ...“^۱

”موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب کہ وہ اپنے رب سے مناجات میں مصروف تھے: ... اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہو گی ہو جو کسی کافر شخص کو اسلام کی طرف بلائے؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں اسے روزِ قیامت شفاعت کا اہل بنادوں گا، کہا: اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہو گی جو کسی مؤمن کو آپ کی طاعت کی طرف بلائے اور آپ کی معصیت سے روکے؟ فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن وہ مرسلین کی جماعت میں سے ہو گا ...“



۱۔ حلیۃ الأولیاء: ۶/ ۴۱، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

روایت نمبر: (۱۲)

نماز مؤمن کی معراج ہے

روایت: آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز مؤمن کی معراج ہے۔“

مذکورہ روایت کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مرقاۃ المفاتیح“^۱ میں بلا سند بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”ولہذا ورد: الصلاة معراج المؤمن“۔ اسی وجہ سے آیا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ یہ مضمون روایات حدیث سے ثابت ہے کہ نمازی باری تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے، چنانچہ علامہ نور الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“^۲ میں لکھتے ہیں:

”عن البیاضی أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على الناس وهم يصلون، وقد علت أصواتهم بالقراءة، فقال: ”إن المصلي يناجي ربه - عز وجل - فلينظر بما يناجيه، ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن“۔

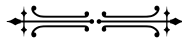
^۱ لہ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الإیمان، ۱/۱۱۳، ت: جمال عیتانی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۲۲ھ۔

^۲ مجمع الزوائد: ۲/۵۴۳، رقم: ۳۵۹۷، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

نَبِيِّكُمْ؛ بیاضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ لوگوں کے پاس آئے، لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی قرأت کی آواز بلند ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، پس اس کو چاہیے کہ اپنی مناجات پر غور کرے، اور تم میں سے بعضوں کی بعضوں پر تلاوت کی آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔

حافظ نور الدین ہبشی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رواہ أحمد، ورجاله رجال الصحیح“۔ اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔



روایت نمبر: (۱۳)

معراج میں ”التحیات“ کا واقعہ

روایت: ”آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ”التحیات لله والصلوات والطيبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته. پھر آپ ﷺ نے کہا: السّلام علينا وعلى عباد الله الصالحين. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله“۔

علامہ عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نزہۃ المجالس“^۱ میں اس روایت کو بلا سند، علانی نامی شخص کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے۔

روایت

”(قال العلاني) قال النبي ﷺ: رأيت عجائب عظيمة، وظننت أن كل من في السموات والارض قد مات، لأنني لم أسمع هناك يعني عند العرش شيئاً من أصوات الملائكة، وانقطع عني حس كل شيء، فالحقه عند ذلك استيحاش.“

فناداني جبريل من خلفي، يا محمد ! إن الله تعالى يشني عليك، فاسمع وأطع، ولا يهولنك كلامه - سبحانه تعالى - فبدأت بالثناء على الله تعالى، وقلت: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله، فقال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقلت: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فقال جبريل: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله“۔

^۱ نزہۃ المجالس: ۱۱۷/۲، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية - الهند، ط: ۱۲۸۳ھ۔

تَبَّحَ حُجْرَتُہُمْ؛ علانی حُجْرَتِ اللہ کا بیان ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے بڑے بڑے عجائب دیکھے، مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ زمین اور آسمان کے سب رہنے والے مر گئے، کیونکہ میں نے عرش کے پاس فرشتوں کی ذرا بھی آواز نہ سنی، اور ہر شے کا حس مجھ سے منقطع ہو گیا، اس وقت مجھ کو ایک قسم کی وحشت محسوس ہوئی۔

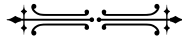
میرے پیچھے سے جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تعریف فرما رہے ہیں، سنئے! اطاعت کیجئے! کہیں اللہ کا کلام آپ کو ہول میں نہ ڈال دے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا، اور میں نے کہا: التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: السّلام علیک أیہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ میں نے عرض کیا: السّلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: أشہد أن لا إله إلا اللہ و أشہد أن محمداً رسول اللہ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”مرقاۃ المفاتیح“^۱ میں مذکورہ روایت ابن الملک (محمد بن عبد اللطیف بن عبد العزیز، المعروف بابن ملک الکرمانی، المتوفی: ۸۵۴ھ) کے حوالے سے بلا سند اس طرح نقل کیا ہے: ”قال ابن الملک: روي أنه لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات“ ابن ملک نے کہا: منقول ہے کہ جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثناء کی ...۔

^۱ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الصلاة، باب التشہد، ۲/ ۵۷۹، ت: جمال عیتانی، دار الکتب العلمیہ — بیروت، ط: ۱۴۲۲ھ۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



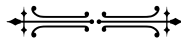
روایت نمبر: (۱۴)

صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا

روایت: ”ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی داڑھی میں ایک ہی بال تھا، وہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ مسکرانے لگے، وہ صحابی یہ سمجھے کہ داڑھی میں ایک بال ہونے کی وجہ سے میں مضحکہ خیز لگ رہا ہوں، انہوں نے اس بال کو کاٹ دیا، جب وہ دوبارہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان سے چہرہ انور پھیر لیا، وہ صحابی بہت پریشان ہوئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی داڑھی کے ایک بال پر فرشتے جھول رہے تھے، میں اس وجہ سے مسکرایا تھا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۱۵)

مسجد سے بال نکالنے پر فضیلت

روایت: ”مسجد سے بال نکالنا ایسے ہے جیسے مرد ارگدھے کا مسجد سے نکالنا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

ذیل میں مسجد سے خس و خاشاک نکالنے کے بارے میں ایک روایت ذکر کی جائے گی، اور اس پر ائمہ کا کلام بھی لکھا جائے گا، اور یہ روایت فضائل کے باب میں ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

روایت

”عن أبي قُرْصَافَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ابْنُوا الْمَسَاجِدَ وَأَخْرِجُوا الْقُمَامَةَ مِنْهَا، فَمَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَهَذِهِ الْمَسَاجِدُ الَّتِي تَبْنِي فِي الطَّرِيقِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَإِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنْهَا مَهْوُورُ الْحُورِ الْعَيْنِ“^۱۔

ترجمہ: ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مساجد بناؤ اور ان سے خس و خاشاک نکال دو، جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا، ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مساجد جو راستے میں بھی بنی ہوئی ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اور ان مساجد سے خس و خاشاک نکالنا حور عین کا مہر ہے۔“

^۱ مجمع الزوائد: ۱۱۳/۲، رقم: ۱۹۴۹، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

حافظ بیہی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفی إسناده مجاہیل“۔ اس روایت کو حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صححه الضیاء المقدسی فی المختارۃ“^۱۔ اسے ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاحادیث المختارہ“ میں صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے^۲۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

”رمز المؤلف لصحته، وإن تعجب فعجب رمزه مع حكم الحافظ المنذري بضعفه، وإعلال زين الحفاظ العراقي في شرح الترمذي له بأن في إسناده جهالة، وقول الحافظ الهيثمي وغيره في إسناده، لكن المؤلف اغتر بتصحيح الضياء“^۳۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع صغیر“ میں اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا، بات ہے بھی تعجب کی کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر صحیح ہونے کی علامت لگائی ہے، حالانکہ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”شرح ترمذی“ میں جہالتِ سند کی وجہ سے اسے معلول قرار دیا ہے، نیز حافظ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح قرار دینے کی وجہ سے بے خبری میں اسے صحیح کہہ گئے ہیں۔

^۱ لہ الاکتفی المصنوعة: کتاب البعث، ۲/۳۷۶، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۱۷ھ۔

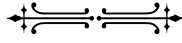
^۲ تنزیہ الشریعة: الفصل الثانی، ۲/۳۸۴، رقم: ۲۱، ت: عبد اللہ بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیہ -

بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

^۳ مصنف عبد الرزاق: ۱/۵۲۸، رقم: ۲۰۲۱، ت: حبیب الرحمن الأعظمي، المکتبہ الإسلامیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۳ھ۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ہی ”التیسیر“^۱ میں فرماتے ہیں: ”فی إسناده جهالة لكنه اعتضد، فصار حسنا.“ اس کی سند میں جہالت ہے، لیکن یہ (دوسری سندوں سے) مضبوط ہو کر ”حسن“ کہلائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی سند ضعیف ہے، لیکن اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



^۱ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۱۷/۱، دار الطباعة الخديوية - مصر، ط: ۱۲۸۶ھ۔

روایت نمبر: (۱۶)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو جانے پر آپ ﷺ کا تکبیرِ اولیٰ کی اہمیت کو اجاگر کرنا

روایت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی ہے“، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

اس روایت کو علامہ عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نزہۃ المجالس“^۱ میں بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”أخذ اللصوص لأبي بكر الصديق رضي الله عنه أربع مائة بغير وأربعين عبدا، فدخل النبي صلى الله عليه وسلم فرآه حزينا، فسأله فأخبره، فقال: ظننت أنه فاتتك تكبيرة الإحرام، فقال: يا رسول الله! وفواتها أشد؟ قال: ومن ملء الأرض جمالا. وفي الخبر: من فاته تكبيرة الإحرام، فقد فاتته تسع مائة وتسع وتسعون نعمة في الجنة، قرونها من ذهب، ذكره النيسابوري.“

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چار سو اونٹ (۴۰۰) اور چالیس غلاموں (۴۰) کو چور لے گئے، آپ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں غمگین پایا، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ساری بات گوش گزار کر دی، آپ ﷺ نے

^۱ نزہۃ المجالس: ۱/۱۹، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية - الهند، ط: ۱۲۸۳ھ۔

فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کی تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی“، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! تکبیر اولیٰ کا فوت ہونا اتنا سخت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تکبیر اولیٰ کا فوت ہو جانا زمین بھر اونٹ لٹ جانے سے زیادہ سخت ہے۔“

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے تو اس کی جنت سے نو سو ننانوے (۹۹۹) ایسی بھیڑیں جن کے سینگ سونے کے ہیں فوت ہو گئیں، اسے نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

روایت کا حکم

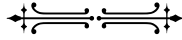
تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: زیر بحث روایت سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل منقول ہے، جسے حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“^۱ میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا عبد الرزاق، قال: أخبرنا إسرائيل، عن أبي يحيى، عن مجاهد، قال: سمعت رجلاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا أعلمه إلا من شهد بدراً، قال لابنه: أدركت الصلاة معنا؟ [كذا في الأصل، وفي كنز العمال: قال: لا] قال: أدركت التكبيرة الأولى؟ قال: لا، قال: لما فاتك منها خير من مائة ناقة كلها سُودُ العين“.

^۱ مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۵۲۸، رقم: ۲۰۲۱، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۳ھ.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ایک صحابی سے سنا، اور میں تو انھیں شرکاء بدرہی میں سمجھتا ہوں، انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ [بیٹے نے کہا: جی ہاں] انہوں نے کہا: تکبیر اولیٰ کو پایا؟ بیٹے نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: جو تکبیر اولیٰ تم سے فوت ہوئی ہے وہ ایسی سو (۱۰۰) اونٹنیوں سے بہتر ہے جو سب کی سب سیاہ آنکھوں والی ہو۔



روایت نمبر: ④

اللہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں
روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ
محبت کرنے والے ہیں۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال
ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ
کے ساتھ آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ
ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے
ثابت ہو، واللہ اعلم۔

باری تعالیٰ کے اپنے بندوں پر رحم سے متعلق روایات امام مسلم رحمہ اللہ
نے اپنی ”صحیح“ میں ذکر کی ہیں، ذیل میں انہیں ذکر کیا جا رہا ہے:

① روایت

”حدثنا محمد بن عبد الله بن ثُمَيْر، حدثنا أبي، حدثنا عبد
الملك، عن عطاء، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:
إن لله مائة رحمة، أنزل منها رحمة واحدة بين الجن والإنس والبهائم
والهوام، فبها يتعاطفون وبها يتراحمون، وبها تعطف الوحش على
ولدها، وأخر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة“^۱۔
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک
اللہ کی سو (۱۰۰) رحمتیں ہیں، اس میں سے ایک رحمت اللہ نے جن وانس، چوپائے

۱۔ الصحیح لمسلم: ص: ۱۱۰۱، رقم: ۲۷۵۲، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، بیت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

اور حشرات الارض کے درمیان اتاری ہے، اس کے ذریعے سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے نرمی اور رحم کا معاملہ کرتے ہیں، اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر نرمی کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے (۹۹) رحمت کے حصے روک رکھے ہیں، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

روایت ۲

”حدثني الحسن بن علي الحلواني ومحمد بن سهل التميمي (واللفظ لحسن)، حدثنا بن أبي مریم، حدثنا أبو غسان، حدثني زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عمر بن الخطاب أنه قال: قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبي، فإذا امرأة من السبي تبغي، إذا وجدت صبيا في السبي، أخذته، فألصقته ببطنها وأرضعته، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أترون هذه المرأة طارحة ولدها في النار؟ قلنا: لا والله وهي تقدر على أن لا تطرحه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله أرحم بعباده من هذه بولدها“^۱۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی، اچانک اسے قیدیوں میں ایک بچہ مل گیا، اس نے اسے چمٹالیا اور دودھ پلانے لگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا: خدا کی قسم! جہاں تک ہو سکا یہ نہیں پھینکے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس طرح یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے، اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔“

۱۔ الصحیح لمسلم: ص: ۱۰۲، رقم: ۲۷۵۴، ت: محمد فؤاد عبدالباقي، بیت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

روایت نمبر: (۱۸)

پانچ نمازوں کو چھوڑنے پر پانچ نقصانات

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہوگا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہوگی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہوگا۔“

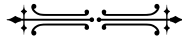
علامہ محمد جعفر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الواعظین“ میں مذکورہ روایت بلا سند اس طرح نقل کی ہے:

”عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ أنه قال: من لم يصل صلاة الفجر لم يكن في رزقه بركة، ومن لم يصل صلاة الظهر لم يكن في قلبه نور، ومن لم يصل صلاة العصر لم يكن في أعضائه قوة، ومن لم يصل صلاة المغرب لم يكن في طعامه لذة، ومن لم يصل صلاة العشاء لم يكن مؤمناً في الدنيا والآخرة“۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہوگا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز نہ پڑھے اس کے کھانے میں لذت نہ ہوگی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہوگا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت اس خاص طرز و اسلوب کے ساتھ سنداً
تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے
آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی
جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت
ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۱۹)

اے ابن آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے

روایت: اے ابن آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

مذکورہ روایت کو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نوادراصول“^۱ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”حدثنا عمر بن أبي عمر، قال: حدثنا عبد الوهاب بن نافع، عن مبارك بن فضالة، عن الحسن قال: قال الله تبارك و تعالیٰ: يا داود! تريد و أريد، و يكون ما أريد، فإذا أردت ما أريد، كفيتك ما تريد و يكون ما أريد، و إذا أردت غير ما أريد، عَنَيْتُكَ فيما تريد و يكون ما أريد“.

تَعَجَّجَہُمْ؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

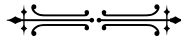
۱۔ نوادر الأصول فی أحادیث الرسول: ۵۱۲/۱، رقم: ۷۳۹، إسماعیل إبراهيم متولي عوض، مكتبة الإمام البخاري - مصر، ط: ۱۴۲۹ھ۔

علامہ اسماعیل استنبولی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تفسیر روح البیان“^۱ میں اس روایت کو بعض کتب الہیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”أن في بعض الكتب الإلهية: عبدي تريد وأريد ولا يكون إلا ما أريد، فإن رضيت بما أريد كفيتك ما تريد، وإن لم ترض بما أريد أبقيتك فيما تريد، ثم لا يكون إلا ما أريد.“
 بعض کتب الہیہ میں ہے ...
 اس کے بعد یہی روایت ذکر کی۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت تلاش کے باوجود مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، لہذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔



^۱ تفسیر روح البیان: ۹/۶۶۴، مطبعة عثمانیہ - استانبول، ط: ۱۳۳۱ھ۔

روایت نمبر: (۲۰)

جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں،

اسے اپنے راستے میں قبول کر لیتے ہیں

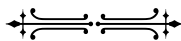
روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دس (۱۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے گھر آنے کی توفیق دیتے ہیں، اور جسے چالیس (۴۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے حج کرنے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں، اور جسے ستر مرتبہ (۷۰) محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے کے لئے قبول کرتے ہیں۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

یہ بھی واضح رہے کہ زیر بحث روایت مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ ثواب کی تعیین صرف صاحب شریعت ہی کر سکتا ہے، اس لئے اسے بہر صورت بیان کرنا درست نہیں، خواہ حضور ﷺ کے انتساب سے ہو یا آپ ﷺ کے انتساب کے بغیر۔



روایت نمبر: (۲۱)

اللہ کے راستے میں نکلنے پر پانچ سو (۵۰۰) فرشتوں کی حفاظت
 روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے
 پانچ سو (۵۰۰) فرشتے مامور ہو جاتے ہیں۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل
 سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے
 بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ
 ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے مضمون جیسی ایک دوسری روایت امام طبرانی رحمہ اللہ
 نے ”المعجم الكبير“^۱ میں ذکر کی ہے، اسے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا بكر بن سَهْل، ثنا عمرو بن هاشم البيروتي، عن
 الأوزاعي، حدثني سليمان بن حبيب المحاربي، عن أبي أمانة
 الباهلي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ثلاث من كان فيه
 واحدة منهن كان ضامناً على الله عز وجل: من خرج في سبيل الله كان
 ضامناً على الله، إن توفاه أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من
 أجر أو غنيمة، ورجل كان في المسجد فهو ضامن على الله، إن توفاه
 أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من أجر أو غنيمة، ورجل
 دخل بيته بسلام فهو ضامن على الله عز وجل.“

۱۔ المعجم الكبير: ۱۱۸/۸، رقم: ۷۴۹۱، مكتبة ابن تيمية - مصر، ط: ۱۴۰۴ھ۔

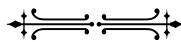
تَحْتِ حُجَّتِهِمْ؛ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے ایک چیز جس شخص میں ہوگی وہ اللہ کے ضمان (ذمہ داری) میں ہوگا: جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پا جائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص مسجد میں ہو گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پا جائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو وہ اللہ کے ضمان میں ہے۔

حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو تفصیل سے لکھنے کے بعد

فرماتے ہیں:

”رواہ الطبرانی فی الأوسط والكبیر بنحوہ باختصار، والبزار، ورجال أحمد رجال الصحيح غیر ابن لہیعۃ، وحديثه حسن علی ضعفه“^۱۔

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ اور ”کبیر“ میں اسی طرح اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور ”مسند احمد“ کے رجال، صحیح کے رجال ہیں سوائے ابن لہیعہ کے، اور ابن لہیعہ کی حدیث، ضعف کے باوجود حسن درجے کی ہے۔



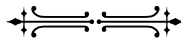
روایت نمبر: (۲۲)

ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے، آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا، اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے آپ ﷺ کیوں روئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ایک امتی کلمہ کے بغیر جہنم میں چلا گیا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۲۳)

کلمہ کی برکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو سال کا بوڑھا مشرک بھی مرتے وقت کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تَبَيَّنَ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل اعمال“^۱ میں ایک حدیث کے فائدے میں اس جملہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

”اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو (۱۰۰) برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گزری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے، اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں۔“

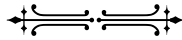
ثابت ہوا کہ اسے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، لیکن مرفوعاً ثابت نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا ارشاد کہہ کر بیان کرنا درست نہیں ہے۔

^۱ فضائل أعمال: کتاب الذکر، ص: ۵۰۱، کتب خانۃ فیضی - لاہور۔

تتمہ: کلمہ طیبہ کی بے شمار فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث نقل کی جا رہی ہے، جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”سنن“ میں تخریج کیا ہے:

”حدثنا مالك بن عبد الواحد المسمعي، حدثنا الضحاك بن مخلد، حدثنا عبد الحميد بن جعفر، حدثني صالح بن أبي عريب، عن كثير بن مرة، عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة.“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام ”لا إله إلا الله“ ہوا، وہ جنت میں داخل ہوا۔



روایت نمبر: (۲۴)

ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور

پھر مرد بن جانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے جب معراج کا واقعہ بیان کیا تو ایک یہودی شخص نے اس واقعہ کا انکار کیا کہ ایک ہی دن میں ایسا نہیں ہو سکتا، وہ شخص مچھلی خرید کر گھر لایا اور بیوی سے کہا: اسے پکاؤ! میں نہا کر آتا ہوں، یہ شخص نہر پر نہانے گیا، جب نہا کر باہر نکلا تو عورت بن چکا تھا اور جگہ بدل گئی تھی اور کپڑے بھی نہیں تھے، وہ اسی حالت میں تھا کہ وہاں سے ایک رئیس کا گذر ہوا، اس نے خوبصورت عورت دیکھی تو اسے اپنے ساتھ لے گیا اور شادی کر لی، اس کے دو بچے پیدا ہوئے، ایک عرصہ کے بعد وہ (یہودی شخص جو عورت بن گیا تھا جس سے رئیس آدمی نے شادی کی) نہر پر نہانے گیا، جب باہر نکلا تو وہ مرد بن چکا تھا، اور پہلی والی جگہ پر تھا اور کپڑے بھی موجود تھے، وہ جلدی سے کپڑے پہن کر گھر گیا تو دیکھا کہ مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی ہے، اور بیوی اسی طرح کام کر رہی ہے، اور بیوی نے خاوند کو دیکھ کر کہا کہ آپ اتنی جلدی آگئے ابھی تو میں نے کام ہی ختم نہیں کیا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۲۵)

نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: سوتے وقت پانچ کام کر کے سویا کرو:

① چار ہزار صدقہ کر کے ② ایک قرآن پاک پڑھ کے ③ جنت کی قیمت ادا کر کے ④ دولٹرنے والوں میں صلح کروا کر ⑤ ایک حج کر کے (یعنی یہ پانچ کام کر کے سویا کرو)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام اتنے تھوڑے وقت میں کون کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنا، ثواب میں چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے، تین مرتبہ ”قل ہو اللہ احد“ پڑھنا، ثواب میں ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے، تین مرتبہ دور دشریف پڑھنا، ثواب میں جنت کی قیمت ادا کرنے کے برابر ہے، دس مرتبہ استغفار پڑھنا، ثواب میں دولٹرنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ہے، چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنا، ثواب میں ایک حج کرنے کے برابر ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً محال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: ۳۶

مذاق شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے

روایت: ”المزاح استدراج من الشیطان“۔ ”مذاق کرنا، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے (یعنی مذاق کے راستے سے شیطان انسان کو شکار کر لیتا ہے)۔“
 مذکورہ روایت کو علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۸ھ - ۲۸۱ھ) نے
 ”الصمت و آداب اللسان“^۱ میں حسن بن حی (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کے مقولے
 کے طور پر ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”بلغني عن الحسن بن حيي رحمه الله قال: المزاح استدراج من الشيطان واختداع من الهوى“۔ مجھے حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی ہے: ”مذاق شیطان کی طرف سے ڈھیل ہے (جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے) اور نفس کا دھوکہ ہے۔“

روایت کا حکم

حافظ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ جملہ حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کا ایک قول ہے، چنانچہ مذکورہ مقولہ کو حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست ہے، البتہ مرفوعاً یہ کلام نہیں مل سکا، اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

^۱ الصمت و آداب اللسان: ص: ۲۱۲، ت: أبو إسحاق الحويني، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱۴۱۰ھ۔

روایت نمبر: (۲۷)

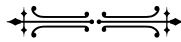
جو شخص علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا،

اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے نکلا اور راستے میں مر گیا، تو اسے جنت میں اس کے راستے جتنا طویل و عریض بے جوڑ موتی کا محل ملے گا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۲۸)

تکبیرِ اولیٰ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔“
مذکورہ روایت کو علامہ علاؤ الدین کاسانی رحمہ اللہ نے ”بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“^۱ میں مرفوعاً بلا سند اس طرح سے ذکر کی ہے:

”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: تکبیرۃ الافتتاح خیر من الدنیا وما فیہا“۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ صحیح روایت کے مطابق فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ اپنی ”صحیح“^۲ میں لکھتے ہیں:

”حدثنا محمد بن عیبد الغُبَرِی، حدثنا أبو عَوَانَةَ، عن قتادة، عن زرارۃ بن أوفی، عن سعد بن هشام، عن عائشة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا“۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

^۱ بدائع الصنائع: ۱/۲۸۶، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

^۲ الصحیح لمسلم: ص: ۲۸۶، رقم: ۷۲۵، ت: محمد فؤاد عبد الباقی، بیت الأفكار الدولیہ - الریاض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

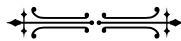
روایت نمبر: (۲۹)

ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا پھینکنا اور راستے میں کانٹے بچھانا

روایت: ایک عورت آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی تھی اور جب آپ ﷺ گزرتے تو آپ ﷺ پر کچرا پھینکتی تھی، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ اس جگہ سے گذرے تو وہاں کانٹے نہیں تھے، آپ ﷺ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں ایک عورت مجھ پر کچرا پھینکتی تھی وہ کہاں ہے، آج اس نے کچرا نہیں پھینکا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے، آپ ﷺ اس کی عیادت کرنے اس کے گھر گئے اور اس کی خیریت دریافت کی، اس عورت نے جب آپ ﷺ کے یہ اخلاق دیکھے تو بہت متاثر ہوئی، اور بالآخر مسلمان ہو گئی۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۳۰)

ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لانا

واقعہ: ”مکہ مکرمہ میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی اس نے سنا کہ بنی ہاشم کے گھر میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور وہ ایسا جادوگر ہے کہ لوگوں کو ان کے آباء و اجداد کے دین سے پھیر دیتا ہے، اس نے جب یہ چرچا بہت زیادہ سنا تو ایک دن سوچا کہ میں مکہ سے کہیں دور جا کر رہائش اختیار کر لوں، تاکہ کہیں میں بھی اپنے آباء کے دین سے نہ پھر جاؤں، اس نے اپنا سامان باندھا اور گھر سے نکل پڑی، سامان وزنی تھا اسے اٹھانے میں مشکل ہو رہی تھی، آپ ﷺ اس راستے سے گذر رہے تھے، آپ ﷺ نے جب ایک بوڑھی کو سامان اٹھاتے دیکھا تو آگے بڑھے اور اس کا سامان اٹھالیا اور اس سے پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟ اس نے کہا: جنگل میں لے چلو، وہاں جا کر اس نے ایک جگہ اپنا سامان رکھوایا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ وہ اس جنگل میں کیا کرنے آئی ہے؟ اس نے ساری بات بتادی، آپ ﷺ نے اس کہا کہ وہ نبی میں ہی ہوں، بوڑھی عورت آپ ﷺ کے اخلاق دیکھ کر حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ اتنے عمدہ اخلاق والا شخص جادوگر کیسے ہو سکتا ہے اور وہ مسلمان ہو گئی۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکا، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۳۱)

آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا:

جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے

روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایمان لے آئے تو آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اب میرا کیا کام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرا کام ہے وہ ہی تمہارا کام ہے (یعنی کلمہ کی دعوت دو)۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد لوگوں کو دعوت دینا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:

حافظ بیہقی رحمہ اللہ ”دلائل النبوة“^۱ میں روایت نقل کرتے ہیں:

”وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: حدثنا أبو العباس هو الأصم، قال: حدثنا أحمد بن عبد الجبار، قال: حدثنا يونس بن بكير، عن ابن إسحاق قال: كان أول من اتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم

^۱ دلائل النبوة: باب من تقدم إسلامه من الصحابة، ۲/ ۱۶۵، ت: عبد المعطي قلجی، دارالکتب العلمية - بیروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

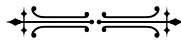
خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ، ثم کان أول ذکر آمن به علي بن أبي طالب، وهو يومئذ ابن عشر سنين، ثم زيد بن حارثة، ثم أبو بكر الصديق، فلما أسلم أبو بكر أظهر إسلامه ودعا إلى الله ورسوله، وكان أبو بكر رجلاً مألفاً لقومه محبباً سهلاً، وكان أنسب قریش لقريش، وأعلم قريش بما كان فيها من خير وشر، وكان رجلاً تاجراً ذا خلق ومعروف، وكان جل قومه يأتونه ويألفونه لغير واحد من الأمر لعلمه وتجارته وحسن مجالسته، فجعل يدعو إلى الإسلام من وثق به من قومه، من يغشاه ويجلس إليه.

فأسلم على يديه فيما بلغني: الزبير بن العوام، وعثمان بن عفان، وطلحة بن عبيد الله، وسعد، وعبد الرحمن بن عوف، فانطلقوا حتى أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعهم أبو بكر، فعرض عليهم الإسلام، وقرأ عليهم القرآن، وأنبأهم بحق الإسلام، وبما وعدهم الله من الكرامة فآمنوا وأصبحوا مقرين بحق الإسلام، فكان هؤلاء النفر الثمانية الذين سبقوا إلى الإسلام، فصلوا وصدقوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وآمنوا بما جاء من عند الله“.

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، پھر مردوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے جبکہ وہ دس سال کے تھے، پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ و رسول کی طرف لوگوں کو بلایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بجا و ماویٰ، ان سے محبت کرنے والے، نرم مزاج، اور قریش کے نسب کو بہت جاننے والے تھے، ان کے اچھے برے کو جاننے والے تھے، آپ ایک تاجر، اچھے اخلاق و بھلائی کے

حامل شخص تھے، ان کی قوم کے بہت سے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور بہت سے معاملات میں ان کی تجارت، اچھی بیٹھک کی وجہ سے ان سے الفت رکھتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں سے جس پر بھروسہ ہوتا انہیں اسلام کی طرف بلاتے، جو ان کے پاس کثرت آتے اور ساتھ بیٹھتے تھے۔

(راوی کہتے ہیں) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان کے ہاتھ پر یہ لوگ اسلام لائے ہیں: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، ان پر اسلام پیش کیا، انہیں اسلام کی حقانیت کی خبر دی، اور انہیں بتایا کہ اللہ نے ان سے شرف و کرامت کا وعدہ کر رکھا ہے، یہ لوگ ایمان لے آئے اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے والے ہو گئے، یہ آٹھ افراد کی جماعت تھی جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی، انہوں نے نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے تھے اس پر ایمان لے آئے۔



روایت نمبر: (۳۲)

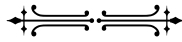
تمام تردین، ادب ہے

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”الدین کلہ أدب“۔ تمام تردین، ادب ہے۔“

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تَذَكُّيرٌ: مذکورہ قول ”الدین کلہ أدب“ اگر ائمہ میں سے کسی کا قول ہو تو ہم نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ ہماری تحقیق مذکورہ جملہ بحیثیت حدیث نبوی ﷺ کے تناظر میں ہے۔



روایت نمبر: (۳۳)

آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں
جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں
تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے

روایت: ”نبی اکرم ﷺ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ایک طبیب آیا، اس نے
آپ ﷺ کی اجازت سے وہاں اپنا مطب کھولا، کئی دن ہو گئے اور کوئی بھی اس
کے پاس علاج کے لئے نہیں آیا، اس طبیب نے کسی سے اس بات کی شکایت کی
اور اس کی وجہ پوچھی تو طبیب سے کہا گیا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ
نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے، اس طبیب نے یہ
بات سن کہا: ایسی قوم کبھی بیمار نہیں ہوگی، اور وہاں سے چلا گیا۔“

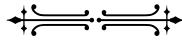
مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ
علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی ایک روایت ”السیرۃ
الحلیۃ“^۱ میں مرفوعاً بلا سند اس طرح لکھی ہے:

”وقد قال بعضهم: إن المقوقس أرسل مع الهدية طبيبا، فقال له
النبي: ارجع إلى أهلک، نحن قوم لا نأكل حتى نجوع، وإذا أكلنا لا نشبع“ .
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مقوقس نے آپ ﷺ کے پاس ہدایا کے
ساتھ ایک طبیب بھی بھیجا، نبی ﷺ نے اس سے کہا: اپنے اہل کی طرف لوٹ
جا، کیونکہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک میں کھاتے ہیں، اور جب کھاتے
ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔

^۱ السیرۃ الحلیۃ: ۳/ ۳۴۸، المطبعة العامرة الزاهرة - مصر، ط: ۱۲۹۲ھ .

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ دونوں روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکیں، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۳۳)

بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے

روایت: ”زمین ایک چٹان پر رکھی ہوئی ہے اور وہ چٹان بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو زمین ہلتی ہے اس سے زلزلہ آجاتا ہے۔“
 مذکورہ روایت ہمیں سند اکہیں نہیں مل سکی، البتہ علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ نے ”المنار المنیف فی الصحیح والضعیف“^۱ میں بلا سند اس طرح ذکر کیا ہے:
 ”ومن هذا حديث: إن الأرض على صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذا حرك الثور قرنه تحركت الصخرة، فتحركت الأرض، وهي الزلزلة.“

ان [من گھڑت روایات] میں سے ایک یہ روایت ہے کہ زمین ایک چٹان پر رکھی ہے اور وہ چٹان ایک بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو چٹان حرکت کرتی ہے، (اس کی وجہ سے) زمین حرکت کرتی ہے اور یہی زلزلہ ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”والعجب من مسود کتبہ بهذه الهذیانات“. تعجب ہے اس شخص پر جس نے اپنی کتابوں میں یہ فضولیات لکھیں ہیں۔

علامہ قاو قحی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”موضوع، لکن أخرج نحوه ابن أبي الدنيا وأبو الشيخ من قول ابن عباس“. ^۲ یہ من گھڑت ہے، البتہ اس

^۱ المنار المنيف: ص: ۷۸، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۰۳ھ۔

^۲ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۵۲، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

اس حدیث کے ہم معنی ایک دوسری روایت مرفوعاً دو سندوں سے منقول ہے، جسے ذیل میں لکھا جا رہا ہے:

① اسے امام ہزار رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً عن ابن عمر رضی اللہ عنہما تخریج کیا ہے، جس میں یہ ہے کہ زمین پانی پر ہے، پانی ایک ہز چٹان پر ہے، ہز چٹان ایک ایسی پتھلی کے پٹیہ پر ہے جس کے دونوں کنارے عرش کو چھو رہے ہیں، اور یہ پتھلی ہوا میں موجود ایک فرشتے کے کندھے پر ہے، ملاحظہ ہو: ”وحدثنا عبد الله بن أحمد، حدثنا أبو اليمان، حدثنا سعيد بن سنان، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مرة، عن ابن عمر قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم فقيل: أرايت الأرض على ما هي؟ فقال: الأرض على الماء، فقيل: الماء على ما هو؟ فقال: على صخرة خضراء، فقيل: الصخرة على ما هي؟ قال: على ظهر حوت يلتقي طرفاه بالعرش، قيل: فالحوت على ما هو؟ فقال: على كاهل ملك قدماه في الهواء“۔ (مسند البزار: ۱۷/۳، رقم: ۵۱۸۲)

امام ہزار رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود راوی سعید بن سنان کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”وأحاديث سعيد بن سنان، عن أبي الزاهرية، عن ابن عمر إنما كتبت لحسن كلامهما، ولا نعلم شاركة في أكثرها غيره، وسعيد ليس بالحافظ، وهو شامي قد حدث عنه الناس على سوء حفظه، واحتملوا حديثه ...“

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام ہزار رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”رواه البزار عن شيخه عبد الله بن أحمد - يعني ابن شبيب - وهو ضعيف“۔ (مجمع الزوائد: ۲۴۰/۸، رقم: ۱۳۳۶۳)

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود ابو مہدی سعید بن سنان کنڈی کے ترجمہ میں اسے ”منكر الحديث“ کہنے کے بعد یہ روایت تخریج کی ہے۔ (المجروحین: ۳۲۲/۱)

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت کے بعد لکھتے ہیں: ”وسعيد متروك الحديث“۔ (ذخيرة الحفاظ: ۶۵۴/۲، رقم: ۱۱۴۹)

ابو مہدی سعید بن سنان کنڈی (المتوفی ۲۸ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہو:

”وقال الجوزجاني: قلت ليحيى: عفیر بن معدان ترضه إليه؟ قال: هو قريب منه، وقال البزار في كتاب السنن: سيئ الحفظ، وفي كتاب المروزي عن أحمد: ليس بشيء، ولما ذكر ابن الجوزي في الموضوعات [حديث] من أشرط الساعة ليس المشهور، قال: قال العقيلي: لا يعرف هذا الحديث إلا بأبي المهدي [يعني سعيد بن سنان] ولا يتابع عليه [تم كلام ابن الجوزي]، وقال أبو حاتم: يروي عن أبي الزاهرية عن كثير بن مرة عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه من ثلاثين حديثاً منكراً، وقال النسائي: لا يكتب حديثه، وسئل أبو زرعة عنه فأوماً بيده أنه ضعيف، وقال الدؤوري عن يحيى: متروك الحديث، وقال الساجي: منكر الحديث، وذكره أبو العرب وابن السكن والعقيلي والبخاري وابن شاهين في جملة الضعفاء، وقال أبو عبد الرحمن السلمي: وسألته - يعني - الدارقطني عن سعيد بن سنان؟ فقال: هما اثنان أبو مهدي حمصي يضع الحديث، وأبو سنان كوفي سكن الري من الثقات، وقال مسلم بن الحجاج في كتاب الكنى: منكر الحديث، وقال أبو أحمد الحاكم: حديثه ليس بالقائم، وقال ابن الجارود: ليس بثقة، وفي كتاب الصريفي عن الدارقطني في رواية: هو ثقة، وفي كتاب ابن الجوزي عن يحيى: ليس بشيء، أحاديثه بواطيل، وقال ابن حبان: مات سنة ثمان وستين ومائة، وهو منكر الحديث، لا يعجبني الاحتجاج بخبره إذا انفرد، وكان يحيى بن معين سيئ الرأي فيه، ونسخته أكثرها مقلوب لا يحل ذكرها في الكتب إلا على سبيل القدح في ناقلها“۔ (إكمال تهذيب الكمال: ۲۱۰/۵)

واضح رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے میں سعید بن سنان متفرد ہے، نیز مضمون کی نکارت بھی واضح ہے، اور ان کے بارے میں

شدید جرح بھی موجود ہے، اس لئے اس روایت کا ضعف شدید سے خالی رہنا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

⑤ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ نے بھی مرفوعاً یہی روایت ایک دوسری سند سے تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو: ”آخرنا عبد اللہ بن الحسین النیسابوری، قال: حدثنا محمد بن إدريس الرازي، قال: حدثنا حرملة بن يحيى، قال: حدثنا عبد الله بن وهب، قال: حدثنا عبد الله بن عيَّاش بن عباس، قال: حدثنا عبد الله بن سليمان الطويل، عن درَّاج، عن عيسى بن هلال الصَّدَقِي، عن عبد الله بن عمر [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الأرضين بين كل أرض والتي تليها مسيرة خمس مائة عام... [كذا في الأصل] منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاه في السماء، والحوت على صخرة والصخرة بيد ملك“. (التوحيد: ۱۸۶/۱، رقم: ۶۳)

حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ نے تخریج کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا إسناد متصل مشهور عند المصريين، وعيسى بن هلال روى عنه كعب بن علقمة، وعيَّاش بن عباس، وعبد الله بن سليمان وعبد الله بن عيَّاش مشهوران، ودرَّاج هو ابن سمعان، اسمه عبد الرحمن بن أبي عمر، وابن جَزْء الزَّيْلَدِي روى عنه عمرو بن الحارث والليث وجماعة قاله لي أبو سعيد بن يونس بن عبد الأعلى“۔

حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے یہی روایت مفصلاً تخریج کی ہے، نیز دونوں سندوں میں ظاہری اضطراب بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، ملاحظہ ہو: ”حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا بحر بن نصر، ثنا عبد الله بن وهب، أخبرني عبد الله بن عباس، حدثني عبد الله بن سليمان، عن درَّاج، عن أبي الهيثم، عن عيسى بن هلال الصَّدَقِي، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إن الأرضين بين كل أرض إلى التي تليها مسيرة خمسمائة سنة، فالعليا منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاهما في سماء، والحوت على ظهره على صخرة، والصخرة بيد ملك، والثانية مسخر الريح، فلما أراد الله أن يهلك عادا أمر خازن الريح أن يرسل عليهم ريحا تهلك عادا، قال: يا رب! أرسل عليهم الريح قدر مُنْخَر الثور، فقال له الجبار تبارك وتعالى: إذا تكفي الأرض ومن عليها، ولكن أرسل عليهم بقدر خاتم، وهي التي قال الله عز وجل في كتابه العزيز: ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالْزَمِيمِ﴾ [الذاريات: ۴۲]، والثالثة فيها حجارة جهنم، والرابعة فيها كثريت جهنم، قالوا: يا رسول الله! النار كبريت؟ قال: نعم، والذي نفسي بيده إن فيها لأودية من كبريت، لو أرسل فيها الجبال الرواسي لَمَاعَتْ، والخامسة فيها حيَّات جهنم، إن أفواهاها كالأودية، تَلْسَعُ الكافر اللَّسْعَةَ فلا يبقى منه لحم على عظم، والسادسة فيها عقارب جهنم، إن أدنى عقربة منها كالبلغال المؤكَّفَة، تضرب الكافر ضربة تُنْشِيهِ ضربتها حر جهنم، والسابعة سنَّوَرٌ، وفيها إبليس مُصْطَفًى بالحديد، يدُ أمامه ويدُ خلفه، فإذا أراد الله أن يطلقه لما يشاء من عباداه أطلقه“۔ (مستدرک: ۵۹۴/۴)

حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے تخریج کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا حديث تفرد به أبو السمخ، عن عيسى بن هلال، وقد ذكرت فيما تقدم عدالته بنص الإمام يحيى بن معين رضي الله عنه، والحديث صحيح ولم يخرجاه“۔

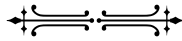
حافظ ذہبی رحمہ اللہ، حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے اس روایت کو منکر کہا ہے: ”بل منكر، وعبد الله بن عباس القُتَيْبَانِي ضعفه أبو داود، وعند مسلم أنه ثقة، ودرَّاج كثير المنابر“۔ (مستدرک: ۵۹۴/۴)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کا کلام نقل کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو غلط قرار دیتے ہیں، اور کہا ہے کہ یہی کلام عطاء بن یسار نے کعب سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: ”قلت: رفعه منكر جدا، ولعله

جیسی روایت کو ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔“

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



موقوف، وغلط بعضهم فرفعه، وروی عطاء بن یسار عن کعب من قوله نحو هذا الكلام أيضاً“۔ (روائع

التفسیر: ۱/ ۱۰۲)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ روایت حضرت کعب سے نقل کی، پھر اسے بسند ذاج مرفوعاً ذکر کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو قابل نظر قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: ”هذا حديث غريب جدا، ورفعه فيه نظر“۔ (تفسیر ابن

کثیر: طہ: الآیہ ۱-۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے بعد لکھتے ہیں: ”وهو حديث منكر كما قال الذهبي، لا يعول عليه أصلاً، فلا تغر بتصحيح الحاكم“۔ یہ منکر حدیث ہے جیسا کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، لہذا آپ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کو صحیح کہنے سے دھوکہ نہ کھائیں۔ (روح المعانی: سورة التغابن ۲۸/ ۱۴۳)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً اس سند سے بھی منکر، شدید ضعیف ہے، نیز حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ اس کا مرفوع ہونا درست نہیں ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متن کے مثل تفصیلی روایت عطاء بن یدار نے حضرت کعب سے نقل کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے، نیز علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کو موضوع کہنے کے بعد کہا ہے کہ اس جیسی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر بھی منقول ہے، اور یہی حاصل کلام ہے کہ یہ روایت ان ائمہ کے اقوال کی روشنی میں مرفوعاً درست نہیں ہے، یہ بھی واضح رہے کہ سابقہ تحقیق ضمناً لکھی گئی ہے، اس لئے اس میں اہمالی طرز اختیار کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: ۳۵

سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک ہی مچھلی کھا گئی

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ نے ”نفحة العرب“^۱ میں مذکورہ روایت کو عبدالرحمن بن سلام المقرئ کے حوالے سے اس طرح ذکر کیا ہے:

”نقل الشيخ عبدالرحمن بن سلام المقرئ في كتاب العقائد أن سليمان لما رأى أن الله أوسع له الدنيا، وصارت بيده، قال: إلهي! لو أذنت لي أن أطعم جميع المخلوقات سنة كاملة، فأوحى الله إليه أنك لن تقدر على ذلك، فقال: إلهي! أسبوعا، فقال الله تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! يوما، فقال الله تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! ولو يوما واحدا فأذن الله تعالى له في ذلك.

فأمر سليمان الجن والإنس بأن يأتوا بجميع ما في الأرض من أبقار وأغنام ومن جميع ما يؤكل من أجناس الحيوان من طير وغير ذلك، فلما جمعوا ذلك اصطنعوا له القدور الراسيات، ثم ذبح ذلك وطبخه وأمر الريح أن تهب على الطعام لئلا يفسد، ثم مد ذلك الطعام في البرية، فكان طول ذلك السِّمَاط مسيرة شهر وعرضه مثل ذلك، ثم أوحى الله تعالى إليه يا سليمان! بمن تبتدئ من المخلوقات، فقال سليمان: أبتدئ بدواب البحر.

فأمر الله حوتا من البحر المحيط أن يأكل من ضيافة سليمان،

^۱ نفحة العرب: ص: ۱۱۰، مير محمد کتب خانہ - کراچی.

فرفع ذلك الحوت راسه، وقال: يا سليمان! سمعت أنك فتحت بابا للضيافة، وقد جعلت ضيافتی فی هذا اليوم، فقال سليمان: دونك والطعام، فتقدم ذلك الحوت وأكل من أول السمط، فلم يزل يأكل حتى أتى إلى آخره في لحظة، ثم نادى أطمعني يا سليمان! وأشبعني، فقال سليمان: أكلت الجميع وما شبع، فقال الحوت: هكذا يكون جواب أصحاب الضيافة للضيف؟ اعلم يا سليمان! إن لي في كل يوم مثل ما صنعت ثلاث مرات، وأنت كنت السبب في منع راتبتی في هذا اليوم، وقد قصرت في حقی، فعند ذلك خر سليمان ساجدا لله تعالى وقال: سبحان المتكفل بأرزاق الخلائق من حيث لا يعلمون“.

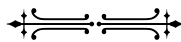
ترجمہ: شیخ عبدالرحمن بن سلام مقرئ رحمہ اللہ کتاب ”العقائد“ میں نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں وسعت دی ہے اور تمام چیزیں ان کے قبضے میں آگئی ہیں، تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! اگر تو اجازت دے تو میں تیری تمام مخلوقات کو ایک سال تک کھانا کھلاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اس کی قدرت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایک ہفتہ کی، اللہ تعالیٰ نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایک دن کی، اللہ تعالیٰ نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، سلیمان علیہ السلام نے کہا: ایک وقت کے کھانے کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسان و جنات کو حکم دیا کہ زمین میں جتنی گائے اور بکریاں ہیں انہیں لے آؤ، اور وہ حیوان اور پرندے جو کھائے جاتے ہیں انہیں بھی لے آؤ، جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو ان کے لئے زمین میں

گھڑی ہوئی ہانڈیاں تیار کیں، پھر ان تمام جانوروں کو ذبح کر کے انہیں پکایا اور ہوا کو حکم دیا کہ کھانے پر چلو تاکہ کھانا خراب نہ ہو جائے، پھر اس کھانے کو ایک میدان میں بچھا دیا، اس دسترخوان کا طول و عرض ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کون سی مخلوق سے ابتداء کرو گے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: میں سمندری جانوروں سے ابتداء کروں گا، اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے سمندر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سلیمان کی ضیافت میں سے کھائے، اس مچھلی نے اپنا سر باہر نکالا اور کہا: اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ آپ نے ضیافت کا دروازہ کھولا ہے اور آج کے دن میری ضیافت کی ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: لے کھا، وہ مچھلی آگے بڑھی اور دسترخوان کی ابتداء سے کھانا شروع کیا اور کچھ ہی دیر میں آخر تک سارا کھانا کھا گئی، پھر اس نے آواز دی اے سلیمان! میرا پیٹ بھرو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: تو سب کچھ کھا گئی اور تیرا پیٹ نہیں بھرا، مچھلی نے کہا: کیا میزبان اس طرح اپنے مہمان کو جواب دیتا ہے؟ جان لے اے سلیمان! جو کچھ تو نے تیار کیا اس کا تین گنا میری یومیہ خوراک ہے، اور آج تو میرے وظیفے میں رکاوٹ بن گیا اور میری حق تلفی کی ہے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور کہا: پاک ہے وہ ذات جو مخلوق کو ایسی جگہ سے روزی دینے کی کفیل ہے، جسے مخلوق جانتی بھی نہیں ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



روایت نمبر: ۳۱۰

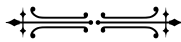
دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے
 روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا
 و مافیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی،
 اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان
 کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی
 منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

روایت: ”ایک گھڑی کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے“،
 کی تحقیق حصہ اول میں گذر چکی ہے۔



روایت نمبر: ۳۷

جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔“

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت ”التفسیر الکبیر“^۱ میں بلا سند اس طرح لکھی ہے:

”قال عليه السلام: من اغبرت قدماه في طلب العلم، حرم الله جسده على النار، واستغفر له ملكاه، وإن مات في طلبه مات شهيدا، وكان قبره روضة من رياض الجنة، ويوسع له في قبره مد بصره، وينور على جيرانه أربعين قبرا عن يمينه. وأربعين قبرا عن يساره، وأربعين عن خلفه، وأربعين أمامه، ونوم العالم عبادة، ومذاكرته تسبيح، ونفسه صدقة، وكل قطرة نزلت من عينيه تطفئ بحرا من جهنم، فمن أهان العالم فقد أهان العلم، ومن أهان العلم فقد أهان النبي، ومن أهان النبي فقد أهان جبريل، ومن أهان جبريل أهان الله، ومن أهان الله أهان الله أهان الله يوم القيامة.“

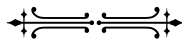
ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے قدم طلبِ علم میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دے گا، اور اس کے دونوں فرشتے اس کے لئے بخشش مانگتے ہیں، اور اگر وہ علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید

^۱ التفسیر الکبیر: ۲۰۶/۲، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

مرے گا، اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی، اور اس کی قبر کو تاحدِ نگاہ وسیع کر دیا جائے گا، اس کے قرب و جوار کی دائیں جانب کی چالیس قبروں تک، بائیں جانب کی چالیس قبروں تک، پیچھے کی جانب چالیس قبروں تک، آگے کی جانب کی چالیس قبروں تک نور ہی نور ہوگا، عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے اور اس کا سانس لینا صدقہ ہے، اور ہر وہ قطرہ جو اس کی آنکھ سے نکلے جہنم کی آگ کے سمندر کو بھی بجھا دیتا ہے، جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی، اور جس نے اللہ کی توہین کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اہانت کرے گا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۳۸)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے، اس کے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔“

مذکورہ روایت ہمیں سند اکہیں نہیں مل سکی، البتہ حافظ صغانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”الموضوعات“ میں بلا سند اس طرح تحریر کیا ہے:

”من تكلم بكلام الدنيا في المسجد أحبط الله تعالى أعماله أربعين سنة“۔ جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”موضوع“۔ یہ من گھڑت ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قال الصغانی: موضوع، وهو كذلك لأنه باطل مبني ومعنى“۔ صغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے، (ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) اور یہ اسی طرح ہے، کیونکہ یہ الفاظ و معنی کے اعتبار سے باطل ہے۔

۱۔ المصنوع: ص: ۱۸۲، رقم: ۳۲۸، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

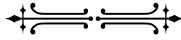
۲۔ المصنوع: ص: ۱۸۲، رقم: ۳۲۸، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط: ۱۴۱۴ھ۔

۳۔ الأسرار المرفوعة: ص: ۳۲۵، رقم: ۴۷۷، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ۱۳۹۱ھ۔

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے^۱۔
 علامہ محمد بن خلیل قاوقچی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”موضوع“^۲۔ یہ من گھڑت ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقچی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع، باطل کہا ہے، اس لئے اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ تذکرۃ الموضوعات: ص: ۳۶، کتب خانہ مجیدیہ - ملتان .

^۲ اللؤلؤ المرصوع: ص: ۱۷۸، رقم: ۴۹، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ .

روایت نمبر: (۳۹)

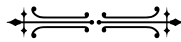
اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر،

جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص عید اللہ کے راستے میں گزارے گا، وہ جنت میں میرے نکاح یا ولیمہ میں شریک ہوگا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۴۰)

سنت کی حفاظت پر چار انعام

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: ① نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی، ② فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی، ③ اس کے رزق میں برکت ہوگی، ④ دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی۔“

مذکورہ روایت کو علامہ ابو القاسم محمود بن احمد الفاریابی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۰۷ھ) ”خالصة الحقائق“^۱ میں بلا سند اس طرح نقل فرماتے ہیں:

”وقال النبي صلى الله عليه وسلم: من حفظ سنتي أكرمه الله تعالى بأربع خصال: المحبة في قلوب البررة، والهيبة في قلوب الفجرة، والسعة في الرزق، والثقة في الدين.“

ترجمہ: رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: نیک لوگوں کے دل میں اس کی محبت ہوگی، فاجر لوگوں کے دل میں اس کی ہیبت ہوگی، اس کے رزق میں برکت ہوگی، دین میں ثقہ ہوگا۔

علامہ یعقوب بن سید علی (المتوفی ۹۳۱ھ) نے ”شرح شرعة الإسلام“^۲ میں اسے بحوالہ ”خالصة الحقائق“ بلا سند ذکر کیا ہے، نیز علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے بھی ”روح البیان“^۳ میں بلا سند نقل کیا ہے۔

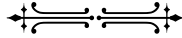
^۱ خالصة الحقائق: ص: ۱۶۷، ألف، مخطوط.

^۲ شرح شرعة الاسلام: ۸/۱، در سعادت - استانبول، ط: ۱۳۱۵ھ.

^۳ روح البیان: ۲/۲۳۱، مطبعة عثمانية - استنبول، ط: ۱۳۳۰ھ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۴۱)

داعی کے قبرستان سے گزرنے پر، مردوں سے
چالیس روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے

روایت: ”داعی اگر قبرستان سے گزرے تو اس قبرستان سے چالیس (۴۰) روز
تک مردوں سے عذاب دور کر دیا جاتا ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً محال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب
تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا
موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب
کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک
روایت بلا سند ”شرح العقائد النسفية“ میں اس طرح نقل کی ہے:

”قال عليه السلام: إن العالم والمتعلم إذا مرا على قرية، فإن
الله تعالى يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يوماً“^۱۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک عالم اور طالب علم جب کسی بستی سے
گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن (۴۰) تک عذاب
اٹھالیتے ہیں۔

مذکورہ روایت کے متعلق حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”لا أصل له“۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام سیوطی رحمہ اللہ

^۱ شرح العقائد: ص: ۱۵۴، میر محمد کتب خانہ — کراتشي .

کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔^۱

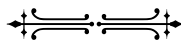
حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ ”الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ“^۲ میں لکھتے ہیں: ”لم أر لهذا الحديث وجودا في كتب الحديث الجامعة المبسوطه ولا في غيرها، ثم رأيت الكمال بن أبي شريف صاحب الإسعاد قال: إن الحديث لا أصل له. وهو موافق لما ذكرته“.

میں نے اس حدیث کو حدیث کی جامع، مفصل کتابوں میں، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی کتاب میں پایا ہے، پھر بعد میں صاحب ”اسعاد“ کمال بن ابو شریف کو دیکھا، وہ فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ ان کا یہ کہنا میرے قول کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا أصل له“^۳۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ذیلی روایت کا حکم

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ روایت بے اصل ہے، چنانچہ مذکورہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔



^۱ الأسرار المرفوعة: ص: ۱۴۲، رقم: ۸۰، ت: محمد الصاغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: ۱۳۹۱ھ۔

^۲ الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ: باب الجنائز، ۳۲/۲، دار الفكر - بيروت.

^۳ اللؤلؤ المصنوع: ص: ۵۳، رقم: ۹۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية - بيروت، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت نمبر: (۴۲)

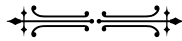
بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے

دروازے پر پردہ ڈالنا

روایت: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور فاقہ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر کے دروازے پر پردہ ڈال دو، پردہ ڈالنے کے بعد اس شخص کی مفلسی ختم ہو گئی، جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے گھر کے سامنے سے ایک بے نمازی شخص گزرتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے اس کے گھر میں فقر و فاقہ تھا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



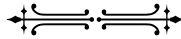
روایت نمبر: (۴۳)

بے نمازی کی چالیس گھروں تک نحوست

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے نمازی کی نحوست چالیس گھروں تک جاتی ہے: چالیس گھر دائیں جانب، چالیس گھر بائیں جانب، چالیس گھر آگے کی جانب اور چالیس گھر پیچھے کی جانب۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند آتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۴۳)

پانچ نمازوں پر پانچ انعام

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: ① رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، ② عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا، ③ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، ④ پلِ صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، ⑤ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔“

مذکورہ روایت کو علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ”الزواجر عن اقتراف الکبائر“^۱ میں بلا سند اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال بعضهم: وورد في الحديث: أن من حافظ على الصلاة أكرمه الله بخمس خصال: يرفع عنه ضيق العيش و عذاب القبر و يعطيه الله كتابه بيمينه و يمر على الصراط كالبرق و يدخل الجنة بغير حساب“

تَفْصِيْلًا: بعض حضرات کا کہنا ہے: ”حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے گا اسے اللہ پانچ انعام عطا کرے گا: رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، عذابِ قبر اس سے ہٹا دیا جائے گا، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ پلِ صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، اور جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہو گا...“

مذکورہ روایت کو فقیہ ابولیت سمرقندی رحمہ اللہ نے ”تنبيه الغافلين“^۲ میں اسی طرح بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

^۱ الزواجر: ۱/۲۵۵، ت: محمد محمود عبدالعزیز وغیرہ، دار الحديث - قاہرہ، ط: ۱۴۲۵ھ۔

^۲ تنبيه الغافلين: ص: ۲۱۲، ت: السيد العربي، مكتبة الإيمان - مصر، ط: ۱۴۱۵ھ۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اُتّاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ اول

فقیہ ابوليث سمرقندی رحمہ اللہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) سے متصل تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب والے مضمون کو بھی ذکر کیا ہے، اس روایت (تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب) کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے باطل و موضوع کہا ہے، فقیہ ابوليث سمرقندی رحمہ اللہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا مذکورہ روایت کے ساتھ ساتھ اس پندرہ عذاب والے مضمون کو نقل کرنے سے یہ استیناس ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ و سیوطی رحمہ اللہ کا کلام مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) کو بھی شامل ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ دوم

مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک موضوع روایت حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ”ذیل اللآلیء المصنوعة“^۱ میں حافظ دیلمی رحمہ اللہ کے حوالے نقل فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

”الدیلمی، أنبانا أبي، أنبانا إبراهيم بن الحسن بن نصر، حدثنا الوليد، حدثنا عبد الله بن علي بن محمد، حدثنا أبو عصمة محمد بن أحمد، حدثنا علي بن أحمد الأنصاري الجرجاني، أنبانا أبو ياسر الأسرّاباذي،

^۱ ذیل اللآلیء المصنوعة: ص: ۲۷۹، رقم: ۴۸۴، ت: زیاد النقشبندی، دار ابن حزم - بیروت، ط: ۱۴۳۲ھ۔

حدثنا يزيد بن هارون، عن حميد عن أنس رفعه: من صلى صلاة الفجر في جماعة ولا يؤخرها، استوجب من الله عز وجل أربعة أشياء: أولها: رزقا من الحلال، وثانيها: ينجو من عذاب القبر، وثالثها: يعطى كتابه بيمينه، والرابع: يمر على الصراط كالبرق الخاطف“.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور اسے مؤخر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اسے چار چیزوں سے نوازیں گے، پہلا: اس کو رزق حلال عطاء ہوگا، دوسرا: وہ عذاب قبر سے محفوظ ہوگا، تیسرا: اسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، چوتھا: پل صراط سے بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزیہ الشریعة“^۱ کی فصل ثالث میں اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”قلت: لم يبين علته وفي سنده جماعة لم أعرفهم، والله أعلم“۔ میں کہتا ہوں: [حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے] اس روایت کی علت بیان نہیں کی، اور اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جسے میں نہیں جانتا، واللہ اعلم۔

تَذَكُّرٌ: واضح رہے کہ روایت ہذا کی تحقیق اس خاص حیثیت سے پیش کی گئی ہے کہ پانچ نمازوں کی پابندی پر یہ پانچ انعامات اس ترتیب سے مرفوعاً بیان کیے جاتے ہیں، نیز اس کا حکم آپ مشاہدہ فرچکے ہیں، البتہ کسی روایت میں ان فضائل میں کسی فضیلت کا مستقل بیان کسی معتبر روایت میں ہو سکتا ہے، جو ہماری اس خاص روایت کی تحقیق کے منافی نہیں۔

^۱ تنزیہ الشریعة: کتاب الصلاة، الفصل الثالث، ۱۹/۲، رقم: ۱۸، ت: عبد اللہ محمد الصدیق الغماري، دار الکتب العلمیة - بیروت، ط: ۱۴۰۱ھ۔

روایت نمبر: (۳۵)

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جلنا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ وقت گزر جائے پھر وہ قضاء پڑھ لے، اس کے باوجود وہ جہنم میں ایک حقب جلے گا، اور حقب اسی (۸۰) سال کا ہے، اس کا ہر سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا اور ہر دن کی مقدار دنیا کے ایک ہزار (۱۰۰۰) دن کے برابر ہے۔“

مذکورہ روایت کو علامہ احمد بن عبد القادر رومی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۳ھ) نے ”مجالس الأبرار“^۱ میں بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے:

”روي أنه عليه السلام قال: من ترك صلاة حتى مضى وقتها، ثم قضى، عذب في النار حُقْبًا، والحُقْبُ ثمانون سنة، والسنة ثلاث مائة وستون يومًا، كل يوم كان مقداره ألف سنة.“

تفسیر: روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتیٰ کہ اس نماز کا وقت نکل گیا، پھر اگرچہ اس نے قضاء نماز پڑھ لی، اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حقب اسی (۸۰) سال کا ہو گا اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہو گی۔

علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ”روح البیان“^۲ میں یہی روایت بلا سند اس طرح سے ذکر کی ہے:

”قال النبي صلى الله عليه وسلم: من ترك صلاة حتى مضى وقتها عذب في النار حُقْبًا، والحُقْبُ ثمانون سنة، كل سنة ثلاث مائة وستون يومًا، كل يوم ألف سنة مما تعدون.“

^۱ لہ خریة الأسرار ترجمة مجالس الأبرار: ص: ۳۲۰، مطبع مصطفائی - الهند، ط: ۱۲۸۳ھ۔

^۲ روح البیان: سورة البقرة، ۱/ ۳۴، مطبعة عثمانیة - إستانبول، ط: ۱۳۳۰ھ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتیٰ کہ اس نماز کا وقت نکل گیا اسے جہنم میں ایک حطب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حطب اسی (۸۰) سال کا ہوگا، اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہوگی جو تم شمار کرتے ہو [یعنی دنیا کے ایک ہزار دن کے برابر]۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سنداً اتاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث ذکر کی جا رہی ہے، جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”عن مكحول، عن أم أيمن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تترك الصلاة متعمداً، فإنه من ترك الصلاة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله ورسوله“۔^۱

ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑو، کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑتا ہے اللہ اور اس کا رسول اس کے ذمہ سے بری ہیں۔

حافظ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ ”مجمع الزوائد“^۲ میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

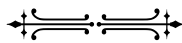
^۱ مجمع الزوائد: ۲/۲۶، رقم: ۱۶۳۳، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

^۲ مجمع الزوائد: ۲/۲۶، رقم: ۱۶۳۳، ت: عبد اللہ محمد درویش، دار الفکر - بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

”رواہ أحمد و رجالہ رجال الصحیح إلا أن مکحولاً لم یسمع من أم ایمن، واللہ أعلم“۔ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں، لیکن مکحول (سند میں موجود راوی) کا ام ایمن رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہ

واضح کہ ہمارا موضوع خاص سیاق سے - کہ جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنے کے بعد، پھر پڑھ بھی لے تو ایک حقب جو اتنے اتنے سالوں پر مشتمل ہے، اس شخص کو عذاب ہو گا۔ روایت کا حکم بیان کرنا ہے، یعنی اسے سند ملنے تک بیان نہ کریں، یہ الگ بات ہے کہ حقب کی مستقل تفسیر بعض موقوف روایات میں موجود ہے، جیسا کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”مستدرک“ ^۱ میں ایک صحیح روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے، جس میں آیت شریفہ ”لابنین فیہا أحقابا“ [النبا: ۲۳] کے تحت لکھا ہے کہ ایک حقب اسی برس کا ہوتا ہے، اسی طرح ترک نماز پر شدید وعیدوں پر مستقل احادیث کا ایک مجموعہ موجود ہے۔



^۱ المستدرک علی الصحیحین: ۲/۵۵۶، رقم: ۳۸۹۰، ت: یوسف عبدالرحمن المرعشلی، دار المعرفۃ - بیروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

روایت نمبر: (۴۶)

جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہے
یا دین زیادہ محبوب ہے؟

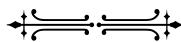
روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا کلام؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہوں، کیونکہ اللہ نے مجھ پر اپنا کلام نازل کیا ہے، پھر پوچھا کہ آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ آپ کو میرے پاس بھیجا جاتا ہے، پھر پوچھا: آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا دین زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو تو اپنا دین محبوب ہے کیونکہ دین کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔“

اہم وضاحت

واضح رہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ملتے جلتے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً اتحالی ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۴۷)

آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت کا دودھ پیتے بچے کو
جہاد کے لئے پیش کرنا

روایت: ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ
اسے آپ ﷺ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ
جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنا لینا۔

روایت کا حکم

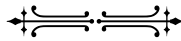
تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سنداً متاحل
ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے
آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی
جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت
ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: مذکورہ روایت سے ملتی جلتی ایک روایت امام شعبی رحمہ اللہ سے مرسلًا منقول
ہے، جسے باب فضائل میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

”عفان، قال: حدثنا حماد بن سلمة، قال: أخبرنا عطاء بن
السائب، عن الشعبي، أن امرأة، دفعت إلى ابنها يوم أحد السيف، فلم
يطلق حمله فشدته على ساعده بنسعة، ثم أتت به النبي عليه الصلاة
والسلام، فقالت: يا رسول الله! هذا ابني يقاتل عنك، فقال النبي عليه
الصلاة والسلام: أي بني! احملها هنا، أي بني! احملها هنا. فأصابته
جراحة، فصرع فأتي به النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أي بني!
لعلك جزعت؟ قال: لا يا رسول الله!“^۱

^۱ المصنف لابن أبي شيبة: ۲۰ / ۳۶۰، رقم: ۳۷۹۳۷، ت: محمد عوامة، دار قرطبة - بيروت، ط: ۱۴۲۷ھ۔

تَبَّحُّمُہُمْ؛ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی بعد ۱۰۰ھ) سے منقول ہے کہ ایک عورت نے احد کے دن اپنے بیٹے کو ایک تلوار دی، لیکن بیٹا اسے اٹھانہ سکا، اس عورت نے تلوار بازو کے ساتھ تسمہ سے باندھ دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا یہ بیٹا آپ کے دفاع میں قتال کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہاں سے پکڑو، اے میرے بیٹے! یہاں سے پکڑو،“ (اسی دوران) اسے چوٹ لگی اور گر گیا، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے کہ گھبرا گئے ہو، لڑکے نے کہا: یا رسول اللہ! گھبرا نہیں رہا۔



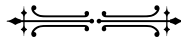
روایت نمبر: ۴۸

عالم کے کھانے کی برکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے کھانے کا حساب معاف ہو جاتا ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۴۹)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی لکنت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے سے منع کر دیا اور کسی دوسرے شخص نے صبح کی اذان دے دی، اس کے بعد بہت دیر ہو گئی صبح ہی نہیں ہو رہی تھی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے، جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ اذان نہیں دیں گے صبح نہیں ہوگی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو صبح ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بلال اذان نہ دیتے تو صبح ہی نہ ہوتی۔“

روایت کا حکم

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت یا ہکلاہٹ ”بے اصل“ بات ہے، اس کی تفصیل روایت: ”سین بلال عند الله شين. بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔“ کے تحت گزر چکی ہے، ذکر کردہ واقعہ میں بھی لکنت کا ذکر ہے، اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ یہ قصہ بھی ”بے اصل“ ہے۔

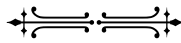
فائدہ: کتب احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واقعہ ملتا ہے، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح“ میں ذکر کیا ہے، اس واقعہ میں درج بالا مضمون سے ایک حد تک معارض مضمون ملتا ہے، ملاحظہ ہو:

واقعہ

”حدثنا عمران بن ميسرة، قال: حدثنا محمد بن فضيل، قال: حدثنا حصين، عن عبد الله بن أبي قتادة، عن أبيه، قال: سرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرّست بنا يا رسول الله!

قال أخاف أن تناموا عن الصلاة، قال بلال: أنا أوقظكم، فاضطجعوا وأسند بلال ظهره إلى راحلته فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال! أين ما قلت؟ قال: ما ألقيت علي نومةً مثلها قط، قال: إن الله قبض أرواحكم حين شاء وردّها عليكم حين شاء، يا بلال! قم فأذن بالناس بالصلاة، فتوضأ، فلما ارتفعت الشمس وايتباصت [كذا في الأصل] قام فصلی^۱.

تَرْجُمَہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک رات سفر کر رہے تھے، کسی نے کہا: یا رسول اللہ! بہتر ہو گا کہ ہم رات کے آخری پہر کچھ آرام کر لیں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم نماز سے سوتے نہ رہ جاؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو جگا دوں گا، چنانچہ سب لیٹ گئے، بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ اپنی سواری سے لگائی اور انہیں بھی نیند آگئی، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیدار ہوئے تو سورج نکل چکا تھا، فرمایا: اے بلال! تم نے کیا کہا تھا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے بلال! اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا لوٹا دیں، بلال! اٹھو اور اذان دو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو کیا جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔



۱۔ الصحیح للبخاری: باب الأذان بعد ذهاب الوقت، ۱/ ۱۲۲، ت: محمد زہیر بن ناصر، دار طوق النجاة - بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

روایت نمبر: (۵۰)

شوہر کے پیر دبانے پر سونا چاندی صدقہ کرنے کا اجر

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

شوہر کی اطاعت و خدمت پر اجر کے متعلق ذخیرہ احادیث میں متعدد روایات منقول ہیں، ذیل میں ان میں سے ایک روایت ذکر کی جا رہی ہے، جسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی ”سنن“ میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن فضيل، عن أبي نصر عبد الله بن عبد الرحمن، عن مُسَاوِرِ الحِمَيْرِي، عن أمه قالت: سمعت أم سلمة تقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة“۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

روایت نمبر: (۵۱)

خدمت کرنے والوں کا اجر شہیدوں کے برابر

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً و احوالاً ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام اور واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب الجہاد“ میں ایک موقوف روایت خدمت فی سبیل اللہ پر مشتمل ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کیا جاسکتا ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا إبراهيم، حدثنا محمد، حدثنا سعيد قال: سمعت ابن المبارك، عن ابن لهيعة، عن أبي قُبَيْل، عن عبد الله بن عمرو قال: من خَدَمَ أصحابه في سبيل الله عز و جل فضل على كل إنسان منهم بقيراط من الأجر“^۱۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، اسے ہر شخص کی خدمت کے بدلے ایک قیراط اجر ملے گا۔

۱۔ الجہاد: ص: ۱۷۸، رقم: ۲۱۱، ت: نزیہ حماد، دار المطبوعات الحديثية - جدة، ط: ۱۴۰۳ھ۔

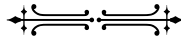
روایت نمبر: (۵۲)

حضور ﷺ کا معراج میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا تحفہ پیش کرنا

روایت: ”حضور اقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خدوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں۔“

روایت کا حکم

تلاشِ بسیار کے باوجود یہ روایت سندِ اُتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۵۳)

بسم اللہ پڑھ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں

جھاڑو لگانے کا اجر

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بسم اللہ کہہ کر جھاڑو لگائے گی اسے بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر ملتا ہے۔“

مذکورہ روایت ہمیں ذخیرہ احادیث میں کہیں نہیں مل سکی، البتہ ”انیس الواعظین“ کے ترجمہ ”مؤید الواعظین“^۱ میں اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت گھر میں جھاڑو دے تو ایسا ہے گویا کعبہ شریف کو جھاڑو دی ہو۔“

واضح رہے کہ ”انیس الواعظین“ کا ایک ترجمہ ایچ، ایم سعید سے مطبوع ہے، لیکن اس ترجمہ میں یہ روایت نہیں ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً اتحالی ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

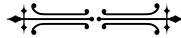
تتمہ: حافظ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”المصنف“ میں ایک مستقل باب باندھا ہے جو گھر کی صفائی ستھرائی کے متعلق ہے، اس باب میں صحابہ کرام اور تابعین کی موقوف روایات منقول ہیں کہ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے، ذیل میں ان میں سے ایک اثر کو لکھا جا رہا ہے۔

^۱ مؤید الواعظین: ص: ۵۲۵، ط: مطبع کریمی - بمبئی.

اثر

”أبو بكر، قال حدثنا أبو أسامة، عن أبي العُميس، عن أبي إسحاق،
عن أبي زياد، عن أم ولد لعبد الله بن مسعود قالت: كان عبد الله يامر بداره
فُتْكَس حتى لو التمسَتْ فيها تَبْنَةٌ أو قَصَبَةٌ ما قدرت عليها“^۱.

تَرْجُمَہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ام ولد عجمیہ اللہ فرماتی ہیں کہ عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جھاڑو لگانے کا حکم دیتے تھے، اور گھر میں ایسی صفائی ہوتی کہ
اگر تم اس میں بھوسا یا تیز کا بھی ڈھونڈنا چاہو تو نہ ڈھونڈ سکو۔



^۱ المصنف لابن أبي شيبة: ۱۳/۲۵۰، رقم: ۲۶۴۴۱، ت: محمد عوامة، دار قرطبة - بيروت، ط: ۱۴۲۷ھ.

روایت نمبر: (۵۴)

حالمین عرش کی اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں۔

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حالمین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: ① یا اللہ! اس کی بخشش فرما ② اس کے گھر والوں کی بخشش فرما ③ اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما۔“

روایت کا حکم

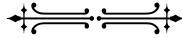
تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً محال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

قَالَ: قرآن مجید و فرقان حمید کی تصریح کے مطابق عرش کو اٹھانے والے فرشتے مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، نیز جنت میں مؤمنین کی ان کے نیک آباء، اولاد اور بیویوں کے ساتھ داخلے کی دعا کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۖ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ءَابَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٨٧﴾﴾ (سورة المؤمن الآية ۷، ۸)

تہنچہ: جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے پروردگار ہمارے! ہر چیز سمائی ہوئی ہے تیری بخشش اور خبر میں، سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے، اے رب ہمارے! اور داخل کر ان کو سدائے کے باغوں میں جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں اور اولاد میں بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔



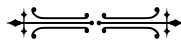
روایت نمبر: (۵۵)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تکبیرِ اولیٰ کے بارے میں ارشاد

روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً و حالاً ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۵۶)

نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا

روایت: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مددگار ہو، ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ:

① زیر بحث روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے حافظ ابو نعیم اصمہانی رحمہ اللہ نے ”صفة الجنة“^۱ میں تخریج کیا ہے، اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

”حدثنا أبو محمد بن حيان، ثنا الحكم بن معبد، ثنا يعقوب الدؤرقي، ثنا يزيد بن هارون، ثنا محمد بن ثابت العبدي، حدثني رجل، من أهل الشام، عن شهر بن حوشب فيما نعلم عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يا معشر النساء! أما إن خياركن يدخلن الجنة قبل خيار الرجال، فيغسلن ويطيبن ويرفعن

^۱ صفة الجنة: ۲/ ۱۵۰، رقم: ۲۹۹، ت: علي رضا بن عبد الله، دار المأمون للتراث - دمشق، ط: ۱۴۱۵ھ

إلى أزواجهن على براذين الأحمر والأصفر والأخضر، يشيعهن الولدان كأنهن اللؤلؤ المنتور“^۱۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم میں سے نیک عورتیں، نیک مردوں سے پہلے جنت داخل ہوں گی، انہیں صاف ستھرا اور معطر کر کے، لال، زرد اور سبز رنگ کے گھوڑوں پر ان کے شوہروں کے پاس لے جایا جائے گا، ان عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چلیں گے گویا کہ وہ پروئے ہوئے موتی ہیں۔

② یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت پر، خاوند کے نیک اعمال کا اجر ملتا ہے، ذیل میں ”مسند البزار“^۲ کی ایک ایسی ہی روایت ملاحظہ ہو جسے فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے:

۱۔ سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

① شہر بن حوشب (المتوفی: ۱۱۲ھ): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صدوق، کثیر الإرسال والأوہام“۔ یہ صدوق ہیں اور ان کی مراسل اور اوہام زیادہ ہیں (تقریب التہذیب: ص: ۲۶۹، رقم: ۲۸۳۰)۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب ”ذکر أسماء من تكلم فيه وهو موثق“ (ص: ۲۶۵، رقم: ۱۶۲) میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: ”من علماء التابعين، وثقة أحمد وابن معين، وقال أبو حاتم: ما هو بدون أبي الزبير، وقال النسائي وغيره: ليس بالقوي“۔

② رجل من أهل الشام: ابہام دور نہیں ہو سکا۔

③ محمد بن ثابت العبدی أبو عبد اللہ البصری: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صدوق لين الحديث“۔ یہ صدوق، لین الحدیث ہے (تقریب التہذیب: ص: ۴۷۱، رقم: ۵۷۷۱)۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قال غير واحد: ليس بالقوي دق“۔ ایک سے زائد محدثین نے انہیں ”لیس بالقوي“ کہا ہے (الکاشف: ص: ۱۶۱، رقم: ۴۷۵۶)۔

④ یزید بن ہارون أبو خالد السکونی (المتوفی: ۲۰۶ھ): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”تقریب التہذیب“ (ص: ۶۰۶، رقم: ۷۷۸۹) میں فرماتے ہیں: ”ثقة، متفنن، عابد“۔ یہ ثقہ، عابد، متفنن ہیں۔

⑤ یعقوب بن ابراہیم بن کثیر أبو یوسف الدؤرقی (المتوفی: ۲۵۲ھ): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ثقة، وكان من الحفاظ“۔ (تقریب التہذیب: ص: ۶۰۷، رقم: ۷۸۱۲)۔

⑥ الحکم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي (المتوفی: ۲۹۵ھ): حافظ ابو نعیم اسمہانی رحمہ اللہ ”تاریخ أصبهان“ (ص: ۲۹۵) میں فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث شخص ہیں۔

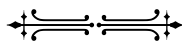
⑦ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حیان أبو محمد (المتوفی: ۳۶۹ھ): یہ مشہور محدث ابوالشیخ اسمہانی رحمہ اللہ ہیں۔

⑧ مسند البزار: مسند ابن عباس، ۳۷۷/۱، رقم: ۵۲۰۹، مت: عادل بن سعد، مؤسسة القرآن - بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ھ۔

”حدثنا القاسم بن وهيب الكوفي، قال: حدثنا علي بن عبد الحميد، قال: حدثنا مندل عن، رشدين بن كريب، عن أبيه، عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني وافدة النساء إليك، هذا الجهاد كتبه الله على الرجال، فإن نصبوا أجروا، وإن قتلوا كانوا أحياء عند ربهم يرزقون، ونحن معاشر النساء نقوم عليهم فما لنا من ذلك؟ قال: فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أبلغني من لقيت من النساء أن طاعة الزوج واعترافا بحقه يعدل ذلك، وقليل منكن من يفعله.

وہذا الحديث لا نعلمه يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد، ورشدين بن كريب قد حدث عنه جماعة ثقات من أهل العلم واحتملوا حديثه“.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کے پاس عورتوں کی جانب سے نمائندہ بن کر آئی ہوں، یہ جہاد اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے، مرد جہاد کر کے اجر پاتے ہیں، اگر شہید ہو جائیں تو زندہ رہتے ہیں، اپنے رب کے نزدیک روزی دیے جاتے ہیں، اور ہم عورتوں کی جماعت ان مردوں کی خدمت کرتی رہتی ہیں ہمیں کیا ملے گا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان عورتوں کے پاس جا کر یہ کہنا کہ عورتوں کا اپنے خاوند کی اطاعت اور ان کے حقوق کا اعتراف (مردوں کے) ان اعمال کے برابر ہے، لیکن تم میں ایسا کرنے والی عورتیں کم ہیں ...“۔



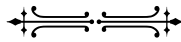
روایت نمبر: (۵۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے...

روایت: ”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۵۸)

روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ سحری تناول فرما رہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صبح ہو گئی (یعنی سحری کا وقت ختم ہو گیا)، آپ ﷺ سحری تناول فرماتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: یا رسول اللہ! صبح ہو گئی، آپ ﷺ سحری تناول فرماتے رہے، تیسری مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم صبح ہو گئی، آپ ﷺ سحری کھانے سے رک گئے اور فرمایا: صبح تو نہیں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے بلال رضی اللہ عنہ کی قسم کی وجہ سے صبح کر دی۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً اتحالی ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تمتہ

زیر بحث روایت کے مقابلہ میں ایک دوسری مرسل روایت ملتی ہے، جسے امام عبد الرزاق صنعانی رحمہ اللہ ”المصنف“^۱ میں تخریج کیا ہے:

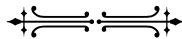
”عبد الرزاق، عن بن عیینة، عن إسماعیل بن أبي خالد، عن حکیم بن جابر قال: جاء بلال إلى النبي صلى الله عليه وسلم والنبي

^۱ المصنف: ۴/ ۲۳۱، رقم: ۷۶۰۸، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۰۳ھ۔

صلی اللہ علیہ وسلم یتسحر، فقال: الصلاة يا رسول الله! قال: فثبت كما هو يأكل، ثم أتاه فقال: الصلاة، وهو حاله، ثم أتاه الثالثة فقال: الصلاة يا رسول الله! قد والله أصبحت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يرحم الله بلالا، لولا بلال لرجونا أن يُرَخَّصَ لنا حتى تطلع الشمس.“

حکیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرما رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کھاتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ دوبارہ آئے اور کہا کہ نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنی حالت پر رہے، حضرت بلال پھر تیسری مرتبہ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، اللہ کی قسم صبح ہو گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا: اللہ بلال پر رحم فرمائے، اگر بلال نہ ہوتے تو ہمیں امید تھی کہ ہمیں طلوع شمس تک کی رخصت مل جاتی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“ کی اس سند کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔
اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے طلوع صبح کی تقدیم و تاخیر میں تو کوئی فرق نہیں پڑا، جیسا کہ زیر بحث قصہ میں مذکور ہے، البتہ سحری کے وقت کی مزید رخصت سے یہ کلام مانع بن گیا، واللہ اعلم!



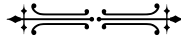
روایت نمبر: (۵۹)

فرشتے کا ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کرنا

روایت: ”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً محال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۶۰)

یہودی کا استنجاء کے طریقہ میں آپ ﷺ کی پیروی پر
جان بخشی اور ایمان لانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس یہودی کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اس طرح جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔“

روایت کا حکم

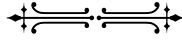
تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً آتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق مرفوعاً بسند ضعیف ثابت ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، ملاحظہ ہو:

”وعن سراقۃ بن مالک - رضي الله عنه - قال: علمنا رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في الخلاء: أن نقعد على اليسرى، وننصب اليمنى.

رواہ البیہقی بسند ضعیف“^۱۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا کہ ہم بیت الخلاء میں بائیں پاؤں پر بیٹھیں، اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں۔



^۱ بلوغ المرام: رقم: ۱ / ۲۲، رقم: ۱۰۴، ت: سمیر بن أمین الزهري، دار الفلق - الرياض، الطبعة السابعة: ۱۴۲۴ھ۔

روایت نمبر: (۶۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب و نسب کی جگہ نہیں ہے

واقعہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انہیں تدفین کے لئے جنت البقیع لایا گیا، انہیں قبر میں رکھنے سے پہلے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے قبر سے کہا: اے قبر! تو جانتی ہے کہ یہ کون آرہی ہے؟ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی، حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ، جنتی عورتوں کی سردار، فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، ان کے لئے گل گلزار بن جا، ان کے لئے وسیع بن جا، اللہ پاک نے قبر کو گویائی دی، قبر نے کہا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! یہ حسب و نسب کی جگہ نہیں ہے، اگر اس کے اعمال اچھے ہوئے تو میں اس کا استقبال کروں گی، اگر اعمال اچھے نہ ہوئے تو میں اس کے ساتھ اپنا کام کروں گی جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

مصدر

مذکورہ واقعہ کو علامہ عثمان بن حسن بن احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”درۃ الناصحین“^۱ میں بلا سند اس طرح نقل کیا ہے:

”حکي أن فاطمة الزهراء بنت النبي صلى الله عليه وسلم لما ماتت، حمل جنازتها أربعة نفر: زوجها علي كرم الله وجهه و ابنها الحسن والحسين وأبوذر الغفاري رضي الله عنهم أجمعين، فلما وضعوها على سفير القبر قام أبو ذر، فقال: يا قبر! أتدري من التي جئنا بها إليك، هي فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وزوجة علي المرتضي وأم الحسن والحسين، فسمعوا نداء من القبر، يقول: ما أنا

^۱ درۃ الناصحین: ۸۰/۲، مطبع مجتبائی - دہلی، ط: ۱۳۱۹ھ۔

موضع حسب ونسب، وإنما أنا موضع العمل الصالح، فلا ينجو مني إلا من كثر خيره وسلم قلبه وخلص عمله. كذا في مشكاة الأنوار“.

واقعہ کا حکم

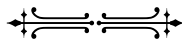
تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تا حال ہمیں کسی معتبر کتاب میں نہیں مل سکا، لہذا جب تک اس واقعہ کا ثبوت کسی معتبر کتاب میں نہ ملے اسے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

زیر بحث روایت کے مضمون پر مشتمل ذیلی روایت ملتی ہے:
آپ ﷺ نے ایک دفعہ قریش کو جمع فرمایا، اور آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں یہ بھی فرمایا:

”...أنقذوا أنفسكم من النار، يا فاطمة! أنقذي نفسك من النار، فإني لا أملك لكم من الله شيئاً غير أن لكم رَحِمًا سَأْبُلُهَا بِلَالِهَا“۔^۱

تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ! تم بھی اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ تم سے رشتہ داری ہے، عنقریب میں رشتہ داری کو اس کی تری سے ترک کروں گا (یعنی تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا)۔



^۱ الصحیح لمسلم: ص: ۱۱۳، رقم: ۲۰۴، ت: محمد فؤاد عبدالباقي، بیت الأفكار الدولية - الرياض، ط: ۱۴۱۹ھ۔

روایت نمبر: (۲۱)

نماز کے مختلف ارکان و اعمال پر اجر

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں۔“

روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”انیس الواعظین“^۱ میں مذکورہ روایت کو ”مصابیح“^۲ کے حوالے سے بلا سند ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”مصابیح میں حدیث مذکور ہے کہ تکبیر کہتے وقت بندہ اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اور جب ”سبحانک...“ پڑھتا ہے تو اس کے ہر روئیں کے عوض میں اللہ تعالیٰ ایسی ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کو دیتا ہے، جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور شب کو عبادت کی ہو، اور جب ”أعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم“ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں چار ہزار نیکیاں لکھواتا ہے

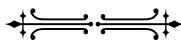
^۱ مجلس الناصحین ترجمۃ انیس الواعظین: ص: ۳۰، مترجم: برکت اللہ لکھنوی، ط: ایچ، ایم، سعید کمپنی۔

^۲ مشہور مصابیح یعنی ”مصابیح السنۃ للبعوی“ میں تلاش کے باوجود ہمیں یہ روایت نہیں ملی، ممکن ہے ”مصابیح“ سے کوئی اور کتاب مراد ہو، واللہ اعلم۔

اور چار ہزار برائیاں دور کرتا ہے اور جنت میں اس کے لئے چار ہزار درجے بلند کرتا ہے، اور جب بندہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں حج اور عمرے کا ثواب درج کرتا ہے، اور جب بندہ رکوع میں جاتا ہے تو گویا خدا کی راہ میں اپنے وزن کے برابر سونا دیتا ہے، اور جب رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ تین مرتبہ پڑھتا ہے تو گویا تمام کتب منزلہ کی تلاوت کرتا ہے، اور جب رکوع سے سراٹھا کر ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا ہر آیت قرآنی پر ایک برزخہ (غلام) آزاد کرتا ہے، اور جب ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کہتا ہے تو دیو اور پریوں کے شمار کے برابر نیکیاں اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں لکھواتا ہے، اسی قدر برائیاں اس کی دور کرتا ہے، اور جنت میں اسی قدر درجے اس کے لئے بلند کرتا ہے، اور جب جلسہ (قعدہ) کرتا ہے اور تشہد پڑھتا ہے تو صبر کرنے والوں کا ثواب اللہ تعالیٰ اسے عطاء فرماتا ہے، اور جب سلام پھیرتا ہے تو بہشت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۶۳)

نوجوان کی توبہ پر مشرق سے مغرب تک عذاب کا دور ہونا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے۔“

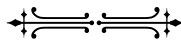
روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ”أنیس الواعظین“^۱ میں مذکورہ روایت کو بلاسندان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”حدیث میں ہے کہ جب کوئی بوڑھا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے، اور جب کوئی جوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے، اور وہ سب (اہل مقابر) اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔“

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً متاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔



^۱ مجلس الناصحین ترجمۃ أنیس الواعظین: ص: ۱۵۵، مترجم: برکت اللہ لکھنوی، ط: ایچ، ایم، سعید کمپنی.

روایات کا مختصر حکم

فصل اول (مفصل نوع)

من گھڑت	① روایت: حضرت ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام۔
آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔	② روایت: ”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔“
ساقط، ناقابل بیان۔	③ روایت: ”آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے۔“
دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔	④ روایت: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے۔“ ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“ کو ذکر کیا گیا ہے۔
شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔	⑤ روایت: ”حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔“
محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔	⑥ روایت: ”باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔“ یہ روایت ان الفاظ سے بھی نقل کی جاتی ہے: ”اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔“ ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا۔“ ”اللہ رب العزت نے فرمایا میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو۔“ ”... اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو...“

<p>چہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے، دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔</p>	<p>⑦ روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا...“۔ ضمنی طور پر روایت: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے“۔ کو ذکر کیا گیا ہے۔</p>
<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔</p>	<p>⑧ روایت: ”جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے“۔</p>
<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔</p>	<p>⑨ روایت: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں عمر کی“۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے“۔</p>
<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔</p>	<p>⑩ روایت: ”کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے“۔</p>

<p>⑪ روایت: ”اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔“</p> <p>بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔</p>	<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے،</p>
<p>یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع (آپ ﷺ کا قول) روایت درست ہے: ”علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔“</p>	<p>⑫ روایت: ”عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔“</p>
<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔</p>	<p>⑬ روایت: ”گوہ کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا۔“</p>
<p>یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کا معنی درست ہے۔</p>	<p>⑭ روایت: ”الدنيا مزرعة الآخرة“۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔</p>
<p>باطل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔</p>	<p>⑮ روایت: ”تخلّقوا بأخلاق الله“۔ اللہ کے اخلاق اپناؤ۔</p>
<p>یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظ ”مِنْ“ کی زیادتی مصادرِ اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“ ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔</p>	<p>⑯ روایت: ”کھانے کے بعد کی دعا: ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“۔“</p>

<p>(۱۷) وضوء کے بعد: ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدَرِ“ پڑھنے کے مختلف فضائل</p>	<p>آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کر سکتے۔</p>
<p>(۱۸) روایت: ”أَفْضَلُ الدُّعَاءِ أَنْ تَقُولَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةً عَامَةً“۔ سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ! امت محمد پر رحمت عامہ فرما۔</p>	<p>من گھڑت</p>
<p>(۱۹) روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔</p>	<p>من گھڑت</p>
<p>(۲۰) روایت: ”المعدة بيت الداء، والحمية رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عودته“۔ معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔</p>	<p>اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے اصل و من گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طبیب عرب، حارث بن کلدہ ثقفی کا قول ہے۔</p>
<p>ضمناً اس روایت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں“۔</p>	<p>یہ ضعیفی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن ابی جریہ ہمدانی کا قول ہے۔</p>
<p>(۲۱) روایت: ”العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان“۔ علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔</p>	<p>اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے، نیز ربیع بن سلیمان عوف اللہی نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول کہا ہے۔</p>
<p>(۲۲) روایت: ”خير البر عاجله“۔ بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔</p>	<p>یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔</p>

<p>(۳۳) روایت: ”الدنيا ضرة الآخرة“. دنیا آخرت کی سوکن ہے۔ یہ رسالت مآب ﷺ کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔</p>	
<p>(۳۴) روایت: ”حسنات الأبرار سيئات المقربين“. یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابوسعید خدریؓ یا ذوالنون مصریؓ یا حنید بغدادیؓ کا کلام ہے۔</p>	
<p>(۳۵) روایت: ”الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا“. لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔ یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علیؓ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔</p>	
<p>(۳۶) روایت: ”سين بلال عند الله شين“. بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: ”إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سينا“. بلالؓ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔</p>	
<p>(۳۷) روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: ”الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات والأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم“. پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔</p>	<p>امام سیوطیؒ نے اسے ”موضوعات“ میں شمار کیا ہے۔</p>

<p>من گھڑت وبے اصل</p>	<p>(۲۸) روایت: ”حب الوطن من الإيمان“۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔</p>
<p>آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبدالعزیز بن ابی رواد کے خواب سے جانی گئی ہے۔</p>	<p>(۲۹) روایت: ”من استوی یوماہ فہو مغبون“۔ جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔</p>
<p>شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔</p>	<p>(۳۰) روایت: ”تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق یہتز له العرش“۔ نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔</p>
<p>من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ کا قول ہے۔</p>	<p>(۳۱) روایت: ”من عرف نفسہ فقد عرف ربہ“۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔</p>

فصل ثانی: مختصر حکم

<p>① روایت: ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو (۱۰۰) دفعہ جانا۔</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	
<p>② روایت: طوفانی رات میں آپ ﷺ کا قافلے والوں کو دعوت دینا۔</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	
<p>③ روایت: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی کا بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔“</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	
<p>④ روایت: ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: ”اللہ کے رزق میں سے کھا۔“</p> <p>مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ”الاصح“ کہا ہے، اور علامہ نقاشی رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، علامہ سبکی رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔</p>	
<p>⑤ روایت: آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا۔</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	
<p>⑥ روایت: آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا۔</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	
<p>⑦ روایت: آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا، اور جبریل علیہ السلام سے کہنا کہ میری ساری امت کی سکرات کی تکلیف مجھے دیدو۔</p> <p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	

<p>۸) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۸) روایت: روز قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا۔</p>
<p>۹) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۹) روایت: ایک عورت اپنے ساتھ چار اشخاص کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔</p>
<p>۱۰) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۰) روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے۔“</p>
<p>۱۱) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۱) روایت: داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔</p>
<p>۱۲) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۲) روایت: ”نماز مؤمن کی معراج ہے۔“</p>
<p>۱۳) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۳) روایت: ”آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ”التحیات للہ والصلوات والطیبات۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: السّلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشہد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله“</p>
<p>۱۴) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۴) روایت: صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔</p>
<p>۱۵) سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>۱۵) روایت: مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا۔</p>

<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۶۱) روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small> کے اونٹ گم ہو گئے آپ <small>رضی اللہ عنہ</small> بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> آپ <small>رضی اللہ عنہ</small> کے پاس آئے اور آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے حضرت ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کو تمکین پایا، ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small> سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے فرمایا: میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی ہے، ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> نے کہا: تکبیر اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے فرمایا: تکبیر اولیٰ کا ثواب تو دنیا مافیہا سے بہتر ہے۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۷۴) روایت: ”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۱۸) روایت: ”نبی اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہوگا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہوگی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہوگا۔“</p>
<p>آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے ثابت نہیں ہے، لہذا آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے اعتبار سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ بظاہر بطور اسرائیلی روایت ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔</p>	<p>(۱۹) روایت: ”اے ابن آدم! ایک تیری چاہت اور ایک میری چاہت ہے...“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۰) روایت: ”جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے میں قبول کرتے ہیں۔“</p>

<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۱) روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ (۵۰۰) سو فرشتے مامور ہو جاتے ہیں۔“</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۲) روایت: ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا۔</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۳) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو (۱۰۰) سال کا بوڑھا مشرک بھی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے۔“</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۴) روایت: ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا۔</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۵) روایت: نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات۔</p>
<p>آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ حسن بن جبر بن عبد اللہ (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کا قول ہے۔</p>	<p>(۲۶) روایت: ”مذاق، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔“</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۷) روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا۔“</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۸) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۲۹) روایت: ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا بھینکنا۔</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۳۰) روایت: ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لانا۔</p>
<p>سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۳۱) روایت: ”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے۔“</p>

سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۳۲) روایت: ”تمام تردین، ادب ہے۔“
سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۳۳) روایت: ”آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔“
من گھڑت	(۳۴) روایت: نیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔
بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے ثابت نہیں ہے۔	(۳۵) روایت: حضرت سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔
سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۳۶) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و فیہا سے بہتر ہے۔“
سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۳۷) روایت: ”جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی۔“
من گھڑت	(۳۸) روایت: ”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔“
سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۳۹) روایت: اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔
سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا درست نہیں۔	(۴۰) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی (۳) اس کے رزق میں برکت ہوگی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا/ اسے ایمان پر موت آئے گی۔“

<p>من گھڑت</p>	<p>(۴۱) روایت: ”داعی کے قبرستان سے گزرنے سے مردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۲) روایت: بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۳) روایت: بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست پھیلتی ہے۔</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۴) روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ اعمال سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذاب قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۵) روایت: جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حُقب جہنم میں جلنا۔</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۶) روایت: جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہے یا دین زیادہ محبوب ہے؟</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۷) روایت: ”ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۴۸) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے۔“</p>

بے اصل	(۴۹) روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۰) روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا۔“
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۱) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں۔“
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۲) روایت: ”حضور اقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تیرے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں۔“
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۳) روایت: بسم اللہ کہہ کر گھر کو جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۴) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما۔“
سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔	(۵۵) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیر اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا۔“

<p>۵۶) روایت: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مددگار ہو ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی۔“</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>
<p>۵۷) روایت: ”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی۔“</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>
<p>۵۸) روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>
<p>۵۹) روایت: ”جب کوئی شخص مسجد میں ہو اخارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے۔“</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>
<p>۶۰) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجہ کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا بچھڑکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اور جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔“</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ مرفوعاً بسند ضعیف منقول ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔</p>
<p>۶۱) روایت: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب نسب کی جگہ نہیں ہے۔</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>
<p>۶۲) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن</p>	<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>

	<p>پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں۔“</p>
<p>سند اُنہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔</p>	<p>(۳۱) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے۔“</p>

فائدہ:

- ① ”بیان نہیں کر سکتے“ سے مراد ہے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔
- ② ”بیان کرنا موقوف رکھا جائے“ یعنی سندِ معتبر ملے بغیر ہر گز بیان نہ کریں، مزید تفصیل ”مقدمہ“ میں ملاحظہ فرمائیں، اور کتاب کے اندر اس قسم کی روایات کے تحت اکثر فنی روایات لکھی گئی ہیں، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔
- ③ ”بے اصل“ اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔
- ④ ”اسرائیلی روایت“ سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آ رہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔
- ⑤ بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحبِ قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

فہارس

۴۷۶	فہرست آیات	
۴۷۷	فہرست احادیث	
۴۸۳	فہرست رِوَاۃ	
۴۸۸	فہرست مصادر و مراجع	

فہرست آیات

نمبر شمار	فہرست آیات	صفحہ نمبر
	وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ.	۲۸۵
	[الاعراف: ۳۱]	
	رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ الْثَالِثِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي.	۳۵۵
	[إبراهيم: ۳۶]	
	إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.	۳۵۶
	[المائدة: ۱۱۸]	
	الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ. [مؤمن: ۸، ۷]	۴۴۳
	وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ ۖ أَلَيْسَ مِنِّي الضُّرُّ.	۴۴۷
	[الأنبياء: ۸۳]	
	أَلَيْسَ مِنِّي الشَّيْطَانُ يَنْصُبُ وَعَذَابٍ.	۴۴۷
	[سورة ص: ۴۱]	
	لَّيْسَيْنِ فِيهَا أَحْقَابًا.	۴۴۱
	[النبا: ۲۳]	

نمبر شمار	فہرست احادیث و آثار	صفحہ نمبر
	أبلغني من لقيت من النساء	٤٤٨
	ابنوا المساجد وأخرجوا القمامة .	٣٧٦
	أخذ اللصوص لأبي بكر الصديق ﷺ أربع مائة	٣٧٩
	إذا سلم رمضان سلمت السنة	٢١٩
	إذا سلمت الجمعة سلمت الايام .	٢١٩
	ارجع إلى أهلک نحن قوم لا نأكل حتى	٤٠٥
	اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد .	٩٤
	اطلبوا العلم ولو بالصين .	٦٦
	اعرف نفسك تعرف ربك	٣٣٦
	اعرف نفسك واعرفني	٣٣٥
	اعرف نفسك يا إنسان !	٣٣٥
	أفضل الدعاء أن تقول	٢٧٢
	اللهم اجعلني من التوابين	٢٦٨
	اللهم اغفر لأمة محمد رحمة عامة .	٢٧٢
	إلهي! فما جزاء من دعا نفسا	٣٦٩
	إلهي! لو أذنت لي أن أطعم جميع المخلوقات ...	٤١١
	إن بلالا كان يبذل الشين في الأذان سيئاً .	٣١١
	أن النبي ﷺ تلا قول الله عز وجل	٣٥٥
	أن رسول الله ﷺ ضافه ضيف وهو كافر	٣٥١
	أن رسول الله ﷺ كان في محفل	٢٣٩
	أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر .	٢٠٥
	أن من حافظ على الصلاة أكرمه الله	٤٢٦

١٥٤	إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء.....	
٣٦٣	إن الله تبارك وتعالى سائل كل ذي رعية.....	
٤٠٧	إن الأرض على صخرة.....	
٤٢٢	إن العالم والمتعلم إذا مرا على قرية.....	
٣٧٠	إن المصلي يناجي ربه عز وجل.....	
٣٨٢	إن لله مائة رحمة.....	
٣٤٦	أنه كانت الدودة تقع من جسد أيوب.....	
١٠٧	أنا قاطع بكذب المنافقين.....	
٥٨	إن يمين ملائكة السماء.....	
٤٣٣	أي بني! احمل هاهنا.....	
٤٣٨	أيما امرأة ماتت.....	
٢٠١	أيها الروح الأمين حدثني بفضائل عمر <small>رضي الله عنه</small>	
٣٤٤	بعث النبي <small>ﷺ</small> عليا.....	
٢٨٥	بلغني أن الرشيد كان له طيب نصراني....	
١٨٧	بيننا رأس رسول الله <small>ﷺ</small> في حجري....	
٣٦	بينما النبي <small>ﷺ</small> جالس.....	
٢٦٠	تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ.	
٣٢٨	تزوجوا ولا تطلقوا.....	
٣٩٨	تكبيرة الافتتاح خير من الدنيا وما فيها.	
٣٨٩	ثلاث من كان فيه واحدة.....	
٣١٩	حب الوطن من الإيمان.	
٣٠٤	حسنات الأبرار سيئات المقربين.	
٢٦٢	الحمد لله الذي أطعمنا.....	
٢٩٨	خير البر عاجله.	

٣٠١	الدنيا ضرة الآخرة.	
٢٥٥	الدنيا مزرعة الآخرة.	
٤٠٤	الدين كله أدب.	
٣٠٤	ذنوب المقربين حسنات الأبرار.	
٣٧٢	رأيت عجائب عظيمة	
٣٢٣	رأيت النبي ﷺ في منامي	
٣٢٢	رأيت النبي ﷺ في النوم	
٣٩٨	ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها.	
٣٦٦	سألت خالي هند بن أبي هالة	
٤٣٦	سِرْنَا مع النبي ﷺ ليلة.	
٣١١	سين بلال عند الله شين.	
٨٢	طلب العلم فريضة على كل مسلم	
٣٨٧	عبدني تريد وأريد	
٢٩٦	العلم علمان: علم الأبدان ، وعلم الأديان	
٢٧١	فإن من قرأها إذا توضأ للصلاة	
٣٨٣	قدم على رسول الله ﷺ بسبي	
٤٤٢	كان عبد الله يأمر بداره فُتُكُنَس .	
٢٥٧	كان علي بن أبي طالب في مسجد الكوفة	
١٨٩	كانت ليلتي من رسول الله ﷺ	
٣٦١	كلكم راع وكل مسؤول عن رعيته	
٢٤٨	كلوا أو أطعموا فإنه حلال	
٢٧	كنت عند رسول الله ﷺ وعنده أبو بكر	
١٥٩	كنت نبيا وآدم بين الماء والطين .	
١٦٠	كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين .	

٤٣٠	لا تترك الصلاة متعمدا .	
٣٦٤	لا راحة بعد اليوم يا خديجة!	
٣٦٥	لا كرب على أبيك بعد اليوم .	
٢٩٩	لا يتم المعروف إلا بثلاثة	
٣٥٣	لكل نبي دعوة دعا بها في أمته	
٣٨٣	لله أرحم بعباده	
١٠٣	لم يكن لرسول الله ظل	
٩٧	لم يكن يُرى له ظلٌ	
١١٢	لما اقترف آدم الخطيئة	
٣٨٠	لما فاتك منها خير من مائة ناقة	
٣٦٥	لما وجد رسول الله ﷺ من كرب الموت	
٣٣٩	لو أن لليهودي حاجة إلى أبي جهل	
١٤٢	لولا محمد ما خلقت آدم	
١٤٦	لولاك ما خلقت الجنة	
١٣٦	لولاك يا محمد ما خلقت الدنيا	
٤٥٥	ما أنا موضع حسب ونسب	
٢٧٢	ما من دعاء أحب إلى الله من قول العبد	
٥٠	ما من شيء بُدئ به يوم الأربعاء	
٢٨٠	ما من مؤمن ولا مؤمنة	
٣٩٦	المزاح استدراج من الشيطان.	
٢٨٥	المعدة بيت الداء	
٥٨	ملائكة السماء يستغفرون	
٣٠٢	من أحب دنياه أضرب آخرته	
١٨٣	من استقبل العلماء فقد استقبلني	

۳۲۱	من استوی یوماہ.....	
۴۱۵	من اغبرت قدماہ فی طلب العلم....	
۴۱۵	من أہان العالم فقد أہان العلم.....	
۲۰۹	من امتشط قائما رکبہ الدین.....	
۴۱۷	من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد.....	
۴۲۹	من ترک صلاة حتی مضی....	
۴۲۰	من حفظ سنتی أکرمه الله تعالی.....	
۸۹	من حفظ علی أمتی أربعین.....	
۱۶۷	من زار عالما فکانما زارنی.....	
۱۶۳	من زار العلماء فکانما زارنی.....	
۱۶۴	من زار عالما فکمن زارنی.....	
۳۳۳	من عرف نفسه فقد عرف ربہ.	
۳۱۵	من قال الحمد لله رب السموات والأرض.....	
۲۶۵	من قرأ فی إثر وضوئہ.....	
۲۶۶	من قرأ إنا أنزلناه فی لیلة القدر.....	
۱۲۸	من الکلمات التي تاب الله بها.....	
۳۸۴	من لم یصل صلوۃ الفجر.....	
۳۱۰	الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا.	
۲۵۵	نعمت الدار الدنیا لمن تزود منها لآخرته.....	
۲۲۷	نوم العالم عبادة .	
۲۳۲	نوم علی علم.....	
۲۲۹	نوم الصائم عبادة.....	
۲۷	یا أبا بکر! إن الله یقرأ علیک السلام.....	
۳۸۶	یا داود! ترید و أرید.....	

٣٦٨	يا رب! ماجزاء من دعا أخاه.....	
١٩٢	يا عمار! أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام أنفا..	
٤٥٥	يا قبرا! أتدري من التي جئنا بها إليك.....	
٣٤٣	يا معاذ! أن يهدي الله.....	
٤٤٦	يا معشر النسوان!	
٣٥٨	يؤتى برجل يوم القيامة فما يجد له حسنة.....	

فہرست روایات

نمبر شمار	وہ راوی جن کے بارے میں جرح یا تعدیل کلام نقل کیا گیا ہے	سن پیدائش / سن وفات	صفحہ نمبر
	إبراهيم بن سليمان البُلخِي		۱۷۴
	أحمد بن جمهور القُرْقَسَانِي		۲۲۵
	أبو غالب بن النِّبَّاء أحمد بن الحسن بن أحمد	توفي ۵۲۷ھ	۲۰۵
	أحمد بن عبد الله الهروي يعرف بالجُوَيْتَارِي		۲۱۱
	أحمد بن محمد بن عمران ابن الجُنْدِي	توفي ۳۹۶ھ	۲۴۹
	أحمد بن داؤد بن يزيد بن ماهان السَّخْتِيَانِي أبو يزيد		۲۰۶
	ابن الجَلَاء أبو عبد الله أحمد بن يحيى البغدادي	توفي ۳۰۶ھ	۲۳۴
	أحمد بن يحيى بن زكريا الأَوْدِي أبو جعفر الكوفي	توفي ۲۶۴ھ	۲۳۴
	إسماعيل بن أبان الغَنَوِي العامري أبو إسحاق	توفي ۲۱۰ھ	۲۳۵
	إسماعيل بن إبراهيم الأخول أبو يحيى التَّيْمِي الكوفي		۲۳۵
	إسماعيل بن زكريا بن مرة الخُلُقَانِي أبو زياد	توفي ۱۹۴ھ	۲۳۵
	إسماعيل بن أبي خالد الكوفي البَجَلِي الأَحْمَسِي أبو عبد الله	توفي ۱۴۶ھ	۲۳۵
	إسماعيل الكِنْدَرِي		۲۳۶
	إسماعيل بن عِيَّاش بن سُلَيْم العُتْبِي الجُمُصِي أبو عُثْبَةَ	توفي ۱۸۱ھ	۲۳۵
	إسماعيل بن عبيد بن نافع العَجَلِي البصري		۱۹۹
	إسماعيل بن مسلم المكي البصري أبو إسحاق		۲۳۵
	أُسْهُم بن إبراهيم بن موسى أبو نصر السهمي	توفي ۳۶۰ھ	۲۱۵

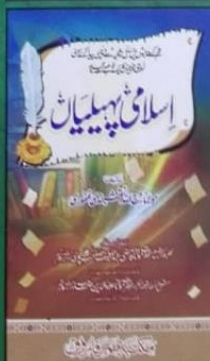
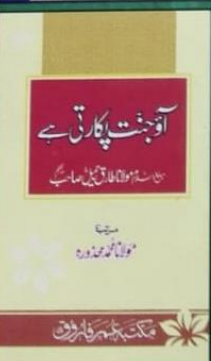
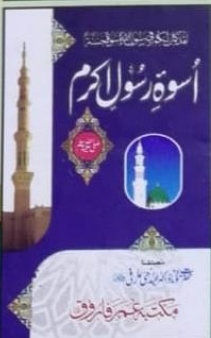
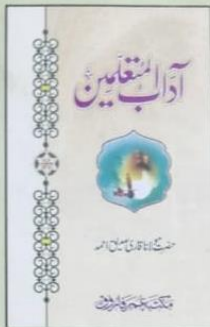
٢١٦	سكت عليه		إمرأة محمد بن علي أم عبدالرحمن	
١٠٥	اختلف فيه		بازام أو باذان أبو صالح مولي أم هاني	
١٨٩	جرح		بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه	
٣١٧	جرح	توفي بعد ٢٠٠هـ	بِشْر بن حسين أبو محمد الهلالي الأصبهاني	
٢٣٤	تعديل	توفي بعد ١٤٨هـ	جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب	
٤١	لم أجده		حسن بن حُسين أبو علي الأسواري	
٦٠	جرح	توفي ٢٨٢هـ	حسين بن داود بن مُعاذ البلخي	
٢٠٥	تعديل	توفي ٤٥٤هـ	الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي	
١٧٧	جرح		حفص بن عمر العدني	
١٧٩	جرح		حفص بن عمر بن ميمون	
٢٢٤	جرح	توفي ١٩٩هـ	الحَكَم بن عبد الله البَلْخِي أبو مُطِيع	
٤٤٧	تعديل	توفي ٢٩٥هـ	الحكم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي	
١٨٤	لم أجده		حمّدان بن أحمد الشَّاوَعَرِي	
٢٠١	جرح		خازم بن جَبَلَة بن أبي نُضْرَة العبدي	
٢٠٢	اختلف فيه		داود بن سليمان الخُرَّاسَانِي الخواص	
٣٣٩	جرح	توفي حدود ٦٣٢هـ	رَتْن الهندي	
٤٠٨	اختلف فيه	توفي ١٦٨هـ	سعيد بن سَيَّان الكندي أبو مهدي	

۲۳۶	تعدیل	توفي ۸۲ھ	سعید بن فیروز الطائي الكوفي أبو البختري	
۲۳۶	تعدیل	توفي ۱۴۸ھ	سليمان بن مهران الكوفي الأعمش أبو محمد	
۳۶	جرح		سهل بن صقير أبو الحسن الخِلاطي	
۴۴۶	اختلف فيه	توفي ۱۱۲ھ	شهر بن حوشب	
۶۹	جرح		طريف بن سليمان أبو عاتكة	
۲۳۳	تعدیل	توفي ۳۰۹ھ	عبد الرحمن بن الحسن أبو محمد الضراب الأصبهاني	
۱۱۲	جرح		عبد الرحمن بن زيد بن أسلم	
۱۸۴	تعدیل	توفي ۴۰۵ھ	عبد الرحمن بن محمد الإدريسي	
۲۱۵	سکت علیہ	توفي ۳۱۶ھ	عبد الرحمن بن محمد بن علي الجرجاني أبو سعيد	
۹۹	جرح		عبد الرحمن بن قيس أبو معاوية الزعفراني	
۴۸	سکت علیہ	توفي ۲۹۲ھ	عبد الرحمن بن معاوية أبو القاسم الأموي الغنبي المصري	
۲۷۷	جرح		عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري	
۱۴۸	جرح		عبد الصمد بن علي بن عبد الله	
۲۲۳	جرح	توفي ۲۰۷ھ	عبد العزيز بن أبان أبو خالد القرشي	
۲۳۳ و ۴۴۷	تعدیل	توفي ۳۶۹ھ	عبد الله بن محمد بن جعفر أبو محمد المعروف بأبي الشيخ	
۱۷۳	لم أجده		عبيد الله بن محمد بن المؤيد السنجاري	
۱۵۱	لم أجده		عبيد الله بن موسى القرشي	
۳۴۱	تعدیل		عبد الملك بن عبد الله بن أبي سفيان الثقفي	
۱۲۸	جرح		عثمان بن خالد	
۱۸۳	سکت علیہ		عراقي بن طاهر الملاحي	
۳۳	اختلف فيه	توفي ۲۲۷ھ	علاء بن عمرو الحنفي	
۱۶۹	جرح	توفي ۴۸۶ھ	علي بن أحمد بن يوسف القرشي الهكاري أبو الحسن	

٢٠٦	تعديل	توفي ٣٨٤هـ	علي بن عمر الدار قطني أبو الحسن	
٢٨٢	جرح	توفي ٣٢٧هـ	علي بن عثمان بن خطاب أبو الدنيا الأشج المغربي	
١٧٣	جرح		عمران بن سهل	
١٤٤	جرح		عمرو بن أوس الأنصاري	
٣٣١	جرح		عمرو بن جُميع أبو عثمان	
٢٧٧	جرح		عمرو بن محمد بصري البصري الأعسم	
١٨٤	لم أجده		الفضل بن العباس المروزي	
١٥١	لم أجده		فضيل بن جعفر بن سليمان	
٢٠٦	تعديل	توفي ٣٢٣هـ	القاسم بن إسماعيل بن المخاطبي أبو عبيد	
١٨٤	لم أجده		قاسم بن محمد بن سعيد الشاشي	
١٨٣	سكت عليه		المحسن بن الحسن أبو الفتح الراشدي	
٢١٥	سكت عليه	توفي ٣٥٨هـ	محمد بن أحمد بن إسماعيل أبو بكر الصَّرام السَّخْتِيَّاني	
٤٣	جرح	توفي ٣٠٦هـ	محمد بن بإشاذ أبو عبيد الله البصري	
٤٤٧	اختلف فيه		محمد بن ثابت العبادي أبو عبد الله البصري	
١٨٣	تعديل	توفي بعد ٤٠٨هـ	محمد بن الحسين المَقُومِي أبو منصور	
١٠٤	جرح	توفي ١٤٦هـ	محمد بن السائب الكلبي أبو النضر الكوفي	
٤٧	جرح		محمد بن عبد الله بن إبراهيم بن ثابت أبو بكر الأَشْثَنَانِي	
٣٩	اختلف فيه	توفي ٣٥٥هـ	محمد بن عمر بن محمد سلم الجعابي	
١٤٥	لم أجده		محمد بن عمر المحاربي	
٢٣٥	تعديل	توفي بعد ١١٠هـ	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب	
٢١٦	تعديل		محمد بن علي بن زهير أبو عبد الرحمن الجُرْجَانِي	
٢٤٥	جرح		محمد بن علي بن الوليد البصري السُّلَمِي	

۱۶۹	جرح		محمد بن غانم بن الأزرق التَّنُوخِي	
۶۴	جرح	توفي بعد ۳۳۴ھ	محمد بن مُعَاذ بن فَهْد النَّهْأَوْنَدِي الشَّعْرَانِي	
۴۱	لم أجده		محمد بن نَهْشَل بن عبد الواحد البصري	
۲۳۴	لم أجده		محمد بن يحيى الضَّرِير	
۲۳۴	تعديل		محمد بن يحيى بن الضريس	
۲۱۶	تعديل		موسى بن السَّيْدِي أبو محمد الجُرْجَانِي	
۱۹۷	جرح		الوليد بن الْفَضْل الْعَنْزِي البغدادِي أبو محمد	
۲۱۰	جرح	توفي ۲۰۰ھ	وهب بن وهب بن كثير أبو البخترى الْقُرَشِي القاضي	
۲۰۶	لم أجده		يحيى بن أحمد الكوفي	
۱۳۸	جرح	توفي ۱۹۰ھ	يحيى بن ميمون بن عطاء البصري التَّمَار أبو أيوب	
۴۴۷	تعديل	توفي ۲۰۶ھ	يزيد بن هارون أبو خالد السُّلَمِي	
۴۴۷	تعديل	توفي ۲۵۲ھ	يعقوب بن أبراهيم بن كثير أبو يوسف الدُّورَقِي	
۸۸	اختلف فيه		يعقوب بن إسحاق العسقلاني	





Faraz: 0302-2691277

مکتبہ فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345